کے تابع نہیں بذاتِ خود عالم سفلی میں مدبّر اور متصرف ہیں یہ لوگ بے عقل ہیں۔

شعر ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

غرض جس کو اللہ تعالےٰ نے عقل سلیم اور فہم مستقیم عطا فرمائی وہ سمجھتا ہے کہ چاند اور سورج اور ستارے خود بخود حرکت نہیں کر رہے ہیں پس جو ذات ان کو حرکت دے رہی ہے وہی خدا تعالےٰ ہے اور چونکہ آثار علویہ کی دلالت قدرت قاہرہ پر ظاہر و باہر ہے اس لیے اس آیت کو عقل پر ختم فرمایا۔

قسم ہفتم ــــ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ۔

اور مسخر کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا حالانکہ ان کے رنگ مختلف ہیں جتنی چیزیں اللہ تعالےٰ نے زمین میں پیدا کیں انسان ان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ چیزیں صورت اور شکل اور رنگ اور بو کے اعتبار سے مختلف ہیں اور ایک دوسرے سے ممتاز ہیں اس سے بھی خدا تعالےٰ کی کمال قدرت ظاہر ہوتی ہے اگر کواکب اور نجوم کی تاثیر ہوتی تو سب نباتات ایک رنگ کے ہوتے۔ ان مخلوقات میں اللہ کی قدرت اور الوہیّت کی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت پکڑتے ہیں اور غافل نہیں ذرا غفلت کا پردہ اٹھا تو مصنوع کو دیکھ کر صانع کا پتہ چلا لیا اس لیے اس آیت کو تذکّر پر ختم فرمایا۔ کیوں کہ ان کی دلالت اس قدر واضح ہے کہ اس میں دقیق نظر و فکر کی حاجت نہیں محض تذکّر اور یاد دہانی کافی ہے۔

قسم ہشتم ــــ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا... الیٰ... وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

حق جل شانہٗ نے اپنی الوہیّت کے ثابت کرنے کے لیے اوّل اجرام سماویہ سے استدلال کیا اور پھر دوسری مرتبہ میں انسان کی پیدائش سے استدلال فرمایا اور تیسری مرتبہ میں عجائب حیوانات سے استدلال کیا اور چوتھے مرتبہ میں عجائب نباتات سے استدلال کیا اب احوالِ عناصر کے عجائب سے استدلال فرماتے ہیں عناصر میں اوّل پانی کا ذکر فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور وہ وہ ہے جس نے دریا کو تمہارے لیے مسخر کیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ یعنی مچھلی نکال کر کھاؤ سمندر کا پانی شور ہے مگر مچھلی جو اس سے نکلتی ہے اسکا گوشت شور نہیں یہ بھی خدا تعالےٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے کہ شور میں سے ایک لذیذ چیز تمہارے کھانے کے لیے نکال دی اور تاکہ تم اس سمندر سے زیور نکالو یعنی موتی اور مرجان نکالو جس کو تم پہنتے ہو یعنی تمہاری عورتیں۔ چونکہ عورتوں کی زینت مردوں کے لیے ہوتی ہے اس لیے حق تعالےٰ نے پہننے کی نسبت مردوں کی طرف کی اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو کہ چیرتی چلی جاتی ہیں، کشتی کا ایک ہی ہوا سے ایک جانب سے دوسری جانب پار ہو جانا یہ خدا کی کمال قدرت کی نشانی ہے اور کشتیوں کا سمندر میں چلانا اس لیے ہے تاکہ اس کے فضل سے روزی تلاش کرو۔ یعنی تاکہ تم کشتیوں پر سوار ہو کر تجارت کرو اور فضلِ الٰہی سے نفع کماؤ اور تاکہ تم اللہ عزّ وجل کی

www.ahlehaq.org

شکر گزاری کرو کہ یہ دریا کی تسخیر اور کشتی کی ترکیب اور تمہارا اس طرح سے سفر یہ سب اللہ کی نعمت ہے، جس کا شکر واجب ہے۔

قسم نہم ۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَاَنْھٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ وَعَلٰمٰتٍ ۔

اب عنصر خاکی سے استدلال فرماتے ہیں اور اسی نے تمہارے لیے زمین میں مضبوط پہاڑ ڈال دیئے کہ وہ زمین تم کو لے کر حرکت نہ کرے اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے زمین پر پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا اور پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنا دیا تاکہ زمین حرکت نہ کر سکے اس لیے زمین ٹھہر گئی یہ اس کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے کہ اس نے ایک جسم کو خفیف بنایا اور ایک جسم (پہاڑ) کو ثقیل بنایا اور اللہ نے زمین میں نہریں پیدا کیں جیسے نیل اور فرات اور جیحون اور سیحون اور اکثر دریا پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور پیدا کی زمین میں راہیں اور راستے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچ سکو، ان دلائل میں غور کرو کہ شاید تم اپنے منزل مقصود کی راہ پالو اور راستوں کی شناخت کے لیے اللہ نے اور بھی نشانیاں رکھی ہیں جن سے چلنے والے راستہ معلوم کرتے ہیں اگر زمین کی ساری سطح یکساں ہوتی۔ کہیں درخت اور پہاڑ اور یہ نشان نہ ہوتے تو مسافر کو راستہ چلنا اور منزل پر پہنچنا مشکل ہو جاتا۔

قسم دہم ——— وَ بِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ ۔

اور علاوہ ازیں ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کر لیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صرف زمین ہی کی چیزیں راستوں کی علامتیں نہیں بلکہ لق ودق میدانوں میں ستارے بھی راستوں کی علامتیں ہیں کہ قافلے ان کی سیدھ میں چلتے ہیں سمت اور رُخ اور راستوں کا پتہ ستاروں کے ذریعے چلتا ہے اگر یہ علامتیں نہ ہوتیں تو بہت مشکل پڑ جاتی۔

تہدید بر اعراض از دلائل واضحہ

یہاں تک توحید کے دلائل بیان فرمائے۔ اب آگے ان لوگوں کی مذمت فرماتے ہیں جو ان دلائل واضحہ میں ذرا بھی غور نہیں کرتے چنانچہ فرماتے ہیں۔ پس کیا جو خُدا ان اجرام علویہ اور سفلیہ اور حیوانات عجیبہ اور نباتات غریبہ اور مصنوعات عظیمہ کو پیدا کرتا ہے۔ مثل ان بتوں کے ہو سکتا ہے جو کچھ پیدا نہیں کرتے پس کیا تم سوچتے نہیں کہ خالق اور غیر خالق کا برابر ہونا عقلاً محال ہے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو شمار بھی نہیں کر سکتے ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کی نعمتیں مبذول ہوتی رہتی ہیں صرف ایک اپنے ہی وجود پر نظر ڈال لو کہ اس نے تمہیں صحت دی۔ عقل دی سننے کے لیے کان دیئے اور بولنے کے لیے زبان دی اور پکڑنے کے لیے ہاتھ دیئے اور چلنے کے لیے پیر دیئے اس قسم کی بے شمار نعمتیں تم کو دیں جن کو تم گن نہیں سکتے۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے کہ اس نے باوجود تمہاری تقصیرات کے اپنی نعمتیں بند نہیں کیں۔

www.ahlehaq.org

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے منعم کی پرستش کرو کہ جس کی نعمتوں کو تم شمار نہیں کر سکتے اور وہ ایسا مہربان ہے کہ باوجود تمہاری تقصیرات کے اپنی نعمتیں تم پر بند نہیں کرتا اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم دِلوں میں چھپاتے ہو اور جو تم زبان سے ظاہر کرتے ہو وہ تمہارے نیک و بد کی تمہیں سزا دے گا وہی عالم الغیب ہے قابل عبادت ہے ظاہر و باطن اس کے نزدیک برابر ہے یہ بُت جن کو نہ تمہاری بدی کی خبر ہے اور نہ نیکی کی۔ پوجنے کے لائق نہیں اور جن حقیر چیزوں کی یہ لوگ خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں پس کیسے خالق کے برابر ہو سکتے ہیں۔ وہ تو مُردے ہیں زندہ نہیں۔ وہ تو جمادات ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ حرکت کر سکتے ہیں پس یہ بت معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ معبود کے لیے حیات ازلیہ اور علم محیط چاہیئے اور تمہارے ان معبودین کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ان کے عابدین۔ یعنی جو ان کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے یعنی ان کو قیامت کا علم نہیں اور نہ اپنے عابدین کی عبادت کا علم ہے لہٰذا جسے اپنے عبادت کرنے والے کا حال معلوم نہ ہو وہ معبود ہی کیا ہوا تو ایسوں کو پوجنا کمال بے وقوفی ہے خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خالق معبود اور علم الغیب اور محیط کل ہو اور خدا تعالیٰ کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ کوئی عالم الغیب ہے پس ثابت ہوا کہ تمہارا معبود ایک اور یگانہ ہے۔ احد اور صمد ہے اس کے سوا کوئی معبود ہو ہی نہیں سکتا۔ سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل ایک معبود ہونے سے انکار کرتے ہیں اور وہ متکبّر ہیں اس لیے انہیں حق کے قبول کرنے سے عار ہے بلا شبہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اس سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور حق کو قبول نہ کرنا یہ تکبّر ہے جو خدا تعالےٰ کے نزدیک غایت درجہ مبغوض ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ متکبرین قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوں گے تاکہ لوگ انہیں اپنے قدموں سے پامال کریں مطلب یہ ہے کہ میدان حشر میں ان کے اجسام صغیر اور حقیر ہوں گے تاکہ خوب ذلیل ہوں اور آگ میں ان کے اجسام کبیر (بڑے) ہو جائیں گے تاکہ عذاب شدید اور ضرب شدید و مدید کے مورد اور محل بن سکیں۔

اور چونکہ حق سے اعراض کا منشاء تکبّر تھا اس لیے آیت کو متکبّرین کی مذمّت پر ختم فرمایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوٓا أَسَاطِيرُ

اور جب کہیئے ان کو کیا اتارا ہے تمہارے رب نے؟ کہیں نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوٓا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ

پہلوں کی۔ کہ اُٹھاویں بوجھ اپنے پورے دِن

www.ahlehaq.org

الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

قیامت کے، اور کچھ بوجھ ان کے جن کو بہکاتے ہیں بے تحقیق۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

سُنتا ہے؟ بُرا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں۔

منکرین نبوّت کے معاندانہ سوالات اور ان کے جوابات

(ربط) یہاں تک دلائلِ توحید کا ذکر فرمایا اب آگے مشرکین کے قبائح اور منکرین نبوّت کے معاندانہ سوالات کا ذکر کرکے ان کا جواب دیتے ہیں اسی سلسلہ میں حق تعالےٰ نے مشرکین کے پانچ شبہے ذکر فرماکر ان کا جواب دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ یہ شبہے کوئی نئے شبہے نہیں پہلی امتوں کے لوگ اسی قسم کے شبہے کرچکے ہیں اور ہلاک اور برباد ہوچکے ہیں ان کی ہلاکت اور بربادی خود ان کے شبہوں کا جواب تھی۔

پہلا شُبہ

قال اللہ تعالےٰ۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ ... الیٰ ... اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت ورسالت پر قرآن کریم سے استدلال کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور معجزہ ہے تو جواب میں یہ کہتے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ پچھلے لوگوں کے قصّے ہیں اور کہانیاں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور جب ان متکبرین سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے۔ یعنی کوئی ناواقف شخص بغرض تحقیق ان سے یہ پوچھتا ہے کہ بتلاؤ تمہارے پروردگار نے کیا چیز اُتاری ہے یا خود ہی آپس میں ازراہِ تمسخر ایک دوسرے سے یہ سوال کرتے ہیں کہ بتلاؤ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے تو جواب میں یہ کہتے کہ کچھ بھی نہیں۔ یہ اللہ کا اتارا ہوا کلام کہاں سے آیا یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے اور ان کی کہانیاں ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں۔ اور اس کی اتاری ہوئی کتاب نہیں پچھلے لوگوں کی بے سند باتیں ہیں۔ نبوّت ورسالت اور قیامت اور جنت وجہنم کی باتیں اور پرانے افسانے اس میں نقل کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اس قسم کی باتوں سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ

www.ahlehaq.org

اپنے پورے گناہوں کا بوجھ تو اٹھائیں گے اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے گناہوں کے بھی اٹھائیں گے جن کو بے تحقیق یہ گمراہ کرتے ہیں. یعنی یہ متکبّرین اور رؤساء کُفرا اپنے کُفر اور شرک اور اپنے گناہوں کا تو پورا بوجھ اٹھائیں گے. اور اپنے بوجھ کے علاوہ اپنے پیروؤں کے گناہوں کا بوجھ بھی کچھ اٹھانا پڑے گا۔ پیرو بری نہ ہوں گے ان کو اپنے کفر اور شرک کا علیٰحدہ عذاب ہوگا اور ان گمراہ کرنے والوں کو گمراہی کا سبب بننے کی وجہ سے بمقدار حصّہ سببیت گمراہوں کے عقوبت میں سے بھی کچھ حصّہ ملے گا غرض یہ کہ ان ائمۃ الکفر کو اپنے کفر اور شرک کا پورا عذاب ملے گا اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے عذاب میں سے بھی ان کو کچھ حصّہ ملے گا اس طرح ان کو دُگنا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ مگر گمراہوں کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہوگی ان کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء کرامؑ کی پیروی نہ کی۔ اور ان کی بات بے دلیل ہی مان لی۔ اور ان کی جہالت کا عذر قبول نہ ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بہت بُرا بوجھ ہے کہ جو قیامت کے دن اپنی پیٹھوں پر اٹھائیں گے گناہوں کے بوجھ سے بڑھ کر کوئی بوجھ نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا اس کو ان سب لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا. اور جس نے لوگوں کو گمراہی کی طرف بلایا اس کو ان سب لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا. جنہوں نے اس کی پیروی کی ان پیروؤں کے گناہ سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ (رواہ مسلم)

فائدہ اور آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اس کے منافی نہیں اس لیے کہ مراد اس سے وہ وزر ہے کہ جس میں اس کا کچھ عمل دخل نہ ہوگا اور اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو اور جو شخص کسی بُرائی یا بھلائی کا سبب بنے گا بقدر سببیّت اس کو ثواب و عتاب میں سے حصّہ ملے گا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ

دغا بازی کر چکے ہیں ان سے اگلے ، پھر پہنچا اللہ

بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

ان کی چنائی (عمارت) پر نیو (بنیاد) سے پھر گر پڑی اُن پر

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ

چھت اوپر سے ، اور آیا ان پر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ

جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے ۔ پھر

www.ahlehaq.org

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

دن قیامت کے رسوا کریگا ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک؟

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

جن پر ضد کرتے تھے۔ بولیں گے جن کو

الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۲۷﴾

خبر ملی تھی بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا

جن کی جان لیتے ہیں فرشتے، اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں تب

السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

آکر کریں گے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی، کیوں نہیں؟ اللہ خوب

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

جانتا ہے جو تم کرتے تھے۔ سو پیٹھو (گھس جاؤ) دروازوں میں دوزخ کے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَ

رہا کرو اس میں۔ سو کیا برا ٹھکانہ ہے غرور کرنے والوں کا۔ اور

قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ

کہا پرہیزگاروں کو، کیا اتارا تمہارے رب نے؟ بولے نیک بات

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ

جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں ان کو بھلائی ہے اور پچھلا

الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ

گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا۔ باغ ہیں

www.ahlehaq.org

عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ

رہنے کے، جن میں وہ جاویں گے بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ان کو

فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۱﴾

وہاں ہے جو چاہیں ۔ ایسا بدلہ دے گا اللہ پرہیزگاروں کو ۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ

جن کی جان لیتے ہیں فرشتے، اور وہ ستھرے ہیں ان کو کہتے ہیں

سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

سلامتی ہے تم پر، جاؤ بہشت میں، بدلہ اس کا جو تم کرتے تھے ۔

تہدید معاندین و وعید مستکبرین

قال اللہ تعالیٰ ۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ... الیٰ ۔ ... ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(ربط) ان آیات میں اوّل متکبرین کی اس دنیاوی تباہی اور بربادی کا بیان ہے جو پہلے کافروں پر ناگہانی طور پر نازل ہوئی اس کے بعد اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ میں متکبرین کے اُخروی عذاب کا بیان ہے یہ سب غرور اور تکبّر کا نتیجہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ جس طرح اگلے کافر اور متکبّر ناگہانی بلاؤں میں مبتلا ہوئے جن کا پہلے سے کہیں وہم و گمان بھی نہ تھا اسی طرح تمہارا بھی یہی حال اور مآل ہوگا اور گزشتہ متکبرین کی طرح تم کو بھی غرور اور تکبّر کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا الخ میں بطور مقابلہ ایمانداروں کی دینی اور دنیوی صلاح اور فلاح اور خیر و خوبی اور ان کے دینی اور دنیوی مدارج اور مراتب کا بیان ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔ تحقیق ان سے پہلے متکبر بھی لوگوں کو گمراہ کرنے اور حق کو پست کرنے کے لیے عجیب و غریب مکر کر چکے ہیں جو ان کفار مکہ سے پہلے گزرے ہیں جیسے نمرود بن کنعان جو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ سرکش و ظالم و متکبر بادشاہ تھا اور تمام شاہانِ عالم سے بڑھ کر تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اس کا مکر یہ تھا کہ اس نے بابل میں ایک بڑا اونچا محل بنوایا تھا جو پانچ ہزار گز بلند تھا اور بعض کہتے ہیں کہ دو فرسخ یعنی چھ میل اونچا منارہ تھا۔ پس آپہنچا اللہ کا حکم ان کی عمارت

www.ahlehaq.org

کی تباہی اور بربادی کے لیے ان کی بنیادوں کی جانب سے کہ زلزلے نے تمام بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔ پھر اُوپر سے ان پر چھت آگری جس سے چھتوں کے نیچے دب کر مر گئے اور ہلاک ہو گئے جو سامان حفاظت کا کیا تھا وہی فنا اور ہلاکت کا سبب بن گیا اور ایسی جگہ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے ان کو وہم اور گمان بھی نہ تھا عمارت کی بنیادیں اس درجہ مستحکم اور مضبوط تھیں کہ خیال بھی نہ تھا کہ جڑ سے اکھڑ جائیں گی. چنانچہ نمرود نے جو بلند محل تیار کیا تھا اس کا حال یہ ہوا کہ من جانب اللہ ایک دم آندھی چلی۔ جس نے اس محل کو جڑ سے اکھاڑ کر ان پر گرا دیا اور وہ سب بدبخت اس کے نیچے دب کر مر گئے اور بعض کہتے ہیں یہ شخص بخت نصر تھا۔ (تفسیر قرطبی ص ۹۷ ج ۱۰)

امام رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ آیت کے ظاہری معنی مراد ہوں کہ قدیم زمانہ میں کفار بلند بلند عمارتیں بناتے تھے اور انبیاء کرامؑ کا مقابلہ کرتے تھے خدا تعالےٰ نے ان کو جڑ سے گرا دیا اور اوپر سے ان پر چھت آ پڑی جس کے نیچے دب کر مر گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام بطور تمثیل کے ہے کہ انھوں نے حق کے مقابلہ میں مکر و فریب کی بہت بلند عمارات بنائیں اور مکر و تلبیس کے بڑے اونچے محل تیار کر دیئے مگر جب حکم الٰہی آپہنچا تو مکر و فریب کی بلند عمارت کی چھت انہی پر گر پڑی اور اس کے نیچے دب کر خود ہی ہلاکِ ابدی میں گرفتار ہوئے۔ (تفسیر کبیر ص ۳۴۳ ج ۵)

الغرض متکبرین کا یہ انجام تو دنیا میں ہوا۔ پھر اس دنیا کے عذاب کے علاوہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ان کو اور رسوا اور خوار کرے گا کیونکہ اس دن پوشیدہ نیتیں ظاہر کی جائیں گی اور منجملہ رسوائیوں کے ایک رسوائی یہ ہو گی کہ اللہ بطور غضب یہ کہے گا کہ بتلاؤ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم انبیاء کرامؑ اور اہلِ ایمان سے جھگڑا کیا کرتے تھے۔ آج وہ تمہارے ساتھ حاضر کیوں نہیں ہوتے جو تمہاری مدد کرتے اور اس ذلت اور مصیبت سے تم کو نکالتے (اس حالت کو دیکھ دیکھ کر) وہ اہل علم جو دنیا میں انہیں نصیحت کیا کرتے تھے اور یہ ان کے وعظ و نصیحت کی طرف ملتفت نہ ہوتے تھے اس وقت بطریق شماتت اہلِ علم ان سے یہ کہیں گے کہ دیکھ لیا جو ہم کہا کرتے تھے آج کے دن پوری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔ بظاہر اس وقت انبیاء کرامؑ تو خاموش رہیں گے اور ان متکبرین کی بات کا جواب نہ دیں گے البتہ اہل علم جو انبیاءؑ کے وارث تھے کافروں کو سنا کر یہ کہیں گے اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ الخ۔ دنیا میں کافر مؤمنوں کو ذلیل سمجھتے تھے قیامت کے دن انہیں معلوم ہو جائیگا کہ درحقیقت ذلیل وہی ہیں اور کافروں کی ذلت کا ظہور موت کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اس لیے آئندہ آیت میں کافروں کی موت کی ذلت آمیز حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ ان متکبر کافروں کی فرشتے ایسی حالت میں جان نکالتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک کفر اور تکبّر پر قائم رہ کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے یعنی مرتے دم تک کفر اور شرک میں مبتلا تھے۔ اگر مرنے سے پہلے کفر اور شرک سے باز آجاتے تو ان کو یہ ذلت نہ دیکھنی پڑتی۔ ساری عمر خواب غفلت میں سوتے رہے ہوش ہی نہ آیا۔ جب موت کا فرشتہ سر پر آپہنچا تب آنکھ کھولی۔ پس اس وقت یہ ظالم صلح کا پیغام ڈالیں گے اور مخاصمہ اور جھگڑا چھوڑ کر اطاعت کی طرف مائل ہوں گے اور یہ روح

www.ahlehaq.org

نکلنے سے ذرا پہلے ہوگا اس وقت یہ کہیں گے کہ ہم دنیا میں کوئی برا کام کفر و شرک نہیں کرتے تھے۔ ملک الموت کو دیکھتے ہی غرور تو کافور ہو جائے گا اور ساری فوں فاں نکل جائے گی مگر قدیمی جھوٹ ابھی باقی رہ جائے گا۔ اور کہہ دیں گے کہ ہم نے کوئی بُرا کام نہیں کیا۔ اور اسی طرح آخرت میں کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، کیوں نہیں۔ تم دنیا میں ضرور بُرے کام کفر اور شرک کرتے تھے۔ کیا تم جھوٹ بول کر اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے تھے بلاشبہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو یعنی تمہارا یہ انکار تمہیں کچھ مفید نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کو ذرّہ ذرّہ کا علم ہے تم قرآن اور رسولؐ اور اہلِ ایمان کی ہنسی اڑاتے تھے اور توحید کے نام سے چڑتے تھے ہم تم کو تمہارے اعمال کی سزا دیں گے اور سزا یہ ہوگی کہ یہ کہیں گے کہ پس تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ تم ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو۔ پس البتہ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ ایمان سے تکبّر کرنے والوں کا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حق کے مقابلہ میں تکبّر کا انجام دنیا و آخرت میں سوائے ذلّت و خواری کے کچھ نہیں اور اس تکبّر سے وہی تکبّر مراد ہے کہ جب کوئی بغرض تحقیق ان سے پوچھتا کہ محمدؐ پر کیا چیز نازل ہوئی تو ازراہ تمسخر یہ کہتے کہ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہ پہلے لوگوں کے قصّے اور افسانے ہیں یہاں تک تو متکبرین اور ظالمین کا حال بیان ہوا اب آگے اس کے مقابلہ میں اہلِ ایمان کا حال اور ان کی عزّت و کرامت کو بیان فرماتے ہیں۔ جنہوں نے حق کے مقابلہ میں کوئی غرور اور تکبر نہیں کیا۔ غرض یہ کہ پہلی آیت میں اشقیاء (بدبختوں) کے حال سے خبر دی۔ اب ان آیات میں سعداء (نیک بختوں) کے حال اور انجام سے خبر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور جب قرآن کے بارہ میں ان لوگوں سے پوچھا گیا کہ جو کفر اور شرک سے اور تکبّر سے پرہیز کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے (یعنی وحی قرانی سے سوال کیا گیا) تو متّقین نے جواب دیا کہ ہمارے پروردگار نے بڑی خیر و برکت کی چیز کو نازل فرمایا بخلاف کافروں اور متکبّروں کے جب ان سے یہ سوال کیا جاتا تو کہتے کہ یہ اساطیر الاوّلین ہیں۔

نکتہ متّقین کے جواب میں خیرًا۔ منصوب آیا ہے اور متکبرین کے جواب (قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ) میں اساطیر مرفوع آیا ہے جو مبتداء محذوف کی خبر ہے ای ھو اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ متکبرین نے اس قرآن کے نزول کا انکار کیا اور مرفوعًا ذکر کیا۔ مطلب یہ تھا کہ قرآن منزل من اللہ نہیں بلکہ اس کا اساطیر الاوّلین ہونا ثابت اور مستمر ہے کیونکہ جملہ اسمیہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور متقین نے جواب (خیرًا) منصوب کہا جو فعل محذوف کا مفعول بہ ہے یعنی اَنْزَلَ اللّٰہُ خَیْرًا یعنی یہ قرآن اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ رحمت اور خیر و برکت ہے اور بلاشبہ منزل من اللہ ہے حاصل کلام یہ کہ کافروں اور متقیوں کے جواب میں مرفوع اور منصوب ہونے کا فرق اس نکتہ کی بناء پر ہے (تفسیر کبیر ص ۳۱۴ ج ۵)

www.ahlehaq.org

جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی دنیا کی بھلائی سے فتح ونصرت اور غلبہ اور خلافت مراد ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنّت ہے اور دارآخرت کی بھلائی تو بہت ہی خوب ہے اور دنیا کی نعمتوں سے کہیں بہتر ہے اور کیا ہی خوب ہے دار اہلِ تقویٰ کا۔ اور وہ گھر باغاتِ خُلد ہیں وہ ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہوں گے نہ وہاں سے کوچ کریں گے اور نہ نکالے جائیں گے۔ اور ان درختوں اور مکانوں کے نیچے دودھ کی اور شہد کی اور شراب کی نہریں جاری ہونگی۔ اور ان متقیوں کے لیے وہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور جنّت میں داخل ہونے کے بعد متقیوں کا تقویٰ حد کمال کو پہنچ جائے گا اور رشک وحسد کا شائبہ بھی نہ رہے گا ہر جنتی کو جو مرتبہ حاصل ہوگا وہ دل وجان سے اس پر راضی ہوگا اس لیے کوئی متقی یہ خواہش نہیں کرے گا کہ مجھ کو انبیاء اور صدّیقین کا مرتبہ دیا جائے نیز جنّت میں جو بھی داخل ہوگا اس سے بے عقلی اور کم فہمی بالکلیہ دور کردی جائے گی، اہل جنّت جو خواہش کریں گے وہ پوری کردی جائے گی۔ مگر یاد رہے جنّت میں جانے کے بعد کوئی شخص ایسی خواہش نہ کرے گا جو خلاف عقل ہو اور اپنے مرتبہ اور حیثیت سے زائد ہو۔ جنّت میں جو خواہش بھی ہوگی وہ اپنے استحقاق اور مرتبہ سے زائد نہ ہوگی۔ اسی طرح کی جزاء دیتا ہے اللہ تمام متقیوں کو ادنیٰ درجہ کا متقی وہ ہے جو کفر اور شرک سے بچے اور اعلیٰ درجہ کا متقی وہ ہے کہ جو تمام معاصی سے بچے۔ جس درجہ کا تقویٰ ہوگا۔ اسی درجہ کی جزاء ملے گی۔ اب آگے متقیوں کی وہ حالت اور صفت بیان کرتے ہیں۔ جو موت کے وقت ان کی ہوتی ہے اور اصل اعتبار موت کے وقت کی حالت کا ہے وہ متقی جن کی فرشتے بحکم الٰہی رُوح قبض کرتے ہیں اس وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ شرک اور معصیت سے پاک ہوتے ہیں اور ازراہِ اعزاز واکرام فرشتے یہ کہتے ہیں کہ سلام ہو تم پر اللہ کا اور یہ سلام درحقیقت ایک قسم کی بشارت ہے کہ اس کے بعد تم بالکل صحیح سالم رہو گے۔ اور تم کو کوئی امر مکروہ (ناگوار) نہ پہنچے گا اور سلام کے بعد یہ کہتے ہیں کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ اپنے اعمال خیر کے سبب سے دخولِ جنّت کا اصل سبب تو فضل الٰہی ہے اور یہ اعمال خیر اس کا سبب ظاہری ہیں اور بندہ کے یہ اعمال خیر بھی اس کے فضل اور توفیق سے ہیں۔ مبتدا اور منتہیٰ ہر جگہ فضل الٰہی ہے اور عمل خیر درمیان میں ایک وسیلہ ہے جو اس کے فضل پر موقوف ہے نیز عمل صالح خواہ کتنا ہی صحیح اور درست کیوں نہ ہو مگر اس کا قبول کرنا حق تعالےٰ کے ذمہ واجب نہیں پس اس عمل صالح کو قبول کرنا بھی اس کا فضل ہے اور پھر اس پر جنّت میں داخل کرنا یہ بھی اس کا فضل ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ

اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر یہی کہ آویں ان پر فرشتے یا پہنچے

www.ahlehaq.org

أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَ

حکم تیرے رب کا ۔ اسی طرح کیا ان سے اگلوں نے ، اور

مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

اللہ نے ظلم نہ کیا ان پر ، لیکن اپنا بُرا کرتے رہے ۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

پھر پڑے اُن پر ان کے بُرے کام اور اُلٹ پڑا ان پر جو

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

ٹھٹھا کرتے تھے ۔

ع ۹ ۱۰

دوسرا شُبہ

قال اللہ تعالیٰ ، هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ... الیٰ ... مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

(ربط) منکرین کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ کوئی فرشتہ آسمان سے نازل ہو کر آپ کی صداقت کی شہادت دے اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ منکرین نبوت اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس موت کے فرشتے آجائیں اور ان کی روحیں قبض کریں یعنی یہ لوگ دلائل و براہین سے راہ راست پر آنے والے نہیں بلکہ منتظر ہیں کہ جب قبض رُوح کے ملائکہ آویں تب یقین کریں گے مگر اس وقت کا یقین سود مند نہیں یا یہ معنی ہیں کہ فرشتوں کی آمد کے منتظر ہیں کہ وہ آکر فیصلہ کریں یعنی سب کے سامنے آکر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوّت کی گواہی دیں اور یہ بھی ناممکن اور محال ہے فرشتہ کو اصل صورت میں دیکھنا عام بشری طاقت سے باہر ہے یا اس بات کے منتظر ہیں کہ تیرے پروردگار کا کوئی حکم آجائے کہ ان پر کوئی عذاب نازل ہو اور یکلخت سب ہلاک ہو جائیں اس وقت عذاب کو دیکھ کر ایمان لائیں گے یا حکم خداوندی سے قیامت کا آنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کیا قیامت کے یا موت کے منتظر ہیں کہ اس وقت ایمان لائیں گے تو اس وقت کا ایمان معتبر نہ ہوگا ایسا ہی مسخرہ پن ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی اسی طرح کی باتیں پہلے کافر بھی کرتے تھے بالآخر عذاب سے ہلاک ہوئے اور عذاب سے ہلاک کر کے اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا اس لیے کہ اللہ نے ان پر حجت قائم کر دی تھی اور رسول بھیج دیئے تھے اور کتابیں اتار

www.ahlehaq.org

دی تھیں لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم وستم کرتے تھے کہ پیغمبروں کی تکذیب کرتے تھے یعنی وہ اس کفر اور شرک سے اور تکذیب سے خود اپنی ہلاکت کا باعث بنے پس پہنچیں ان کو برائیاں ان کے اعمال کی یعنی اپنے اعمال کی سزا میں گرفتار ہوئے اور ان کو اسی عذاب نے آکر گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کہاں کا عذاب اور کہاں کا حساب وکتاب اور کہاں کی قیامت اور کہاں کی دوزخ اور جنّت ۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ

اور بولے شریک پکڑنے والے ، اگر چاہتا اللہ

مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ

نہ پُوجتے ہم اس کے سوا کوئی چیز اور

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ

نہ ہمارے باپ ، اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم اس کے سوا کوئی چیز ۔

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى

اسی طرح کیا ان سے اگلوں نے ۔ سو رسولوں

الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ

پر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر ۔ اور ہم نے اٹھائے ہیں

كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

ہر اُمت میں رسول ، کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو بُتوں

الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ

(سرکش) سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے اور کسی پر

حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

ثابت ہوئی گمراہی ۔ سو پھرو زمین میں تو دیکھو ،

www.ahlehaq.org

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى

کیسا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا ۔ اگر تو للچاوے ان کو

هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا

راہ پر لانے کو سو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو بچلاتا (بھٹکاتا) ہے

لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور کوئی نہیں ان کے مددگار ۔

تیسرا شبہ

قال اللہ تعالیٰ ، وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ... الیٰ ... وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

(ربط) اس آیت میں مشرکین کے تیسرے شبہ کا ذکر ہے جس کو وہ اپنے اعمال شرکیہ وکفریہ کا جواز اور استحسان ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو ہمارا کفر اور شرک اور ہمارے اعمال شرکیہ مثلاً بحیرہ وسائبہ وغیرہ ناپسند ہوتے تو ہم کو کرنے ہی کیوں دیتا۔ اگر خدا تعالیٰ کو ہماری یہ باتیں ناپسند ہوتیں تو وہ ہمیں ایسی باتیں کرنے سے روک دیتا اور اگر ہم نہ رکتے تو ہم کو فوراً سزا دیتا معلوم ہوا کہ خدا ہمارے اس کفر اور شرک سے راضی اور خوش ہے اور بالفاظ دیگر ہم مجبور اور معذور ہیں خدا کے ارادہ اور مشیت کے خلاف نہیں کر سکتے اس آیت میں مشرکین کے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں حاصل جواب یہ ہے کہ یہ جہالت کی باتیں ہیں اگلے کافر بھی اپنے رسولوں کے مقابلہ میں اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے یعنی اپنے آپ کو بالکل مجبور محض بتاتے تھے یہ بالکل غلط ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا۔ بلکہ حق اور باطل کے سمجھنے کے لیے عقل عطا فرمائی اور پھر اس کو عمل کی قدرت بھی دی کہ اپنے اختیار سے خیر وشر کر سکے اور ہر گروہ میں اللہ تعالیٰ نے رہبری اور راہنمائی کے لیے رسول بھیجے جو بالاتفاق شرک اور بت پرستی اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہے اور صاف یہ اعلان کرتے رہے کہ یہ کام خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے انبیاءؑ کا کام تبلیغ تھا سو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بندوں تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد جس نے انبیاءؑ کا کہنا نہ مانا اس کو سزا ملی اس طرح ان پر اللہ کی حجت پوری ہوئی لہٰذا تم کو ان عبرتناک سزاؤں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ اگر کفر اور شرک خدا کو پسند ہوتا تو ان کو یہ عبرتناک سزائیں دے کر ہلاک نہ کرتا اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کو پہلے سے معلوم تھا کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر

www.ahlehaq.org

کرے گا۔ اتمام حجت کے لیے اللہ تعالےٰ نے پیغمبروں کے ذریعہ اپنی مرضیات اور نامرضیات سے تم کو آگاہ کر دیا ہے اور اس حلیم وکریم نے کفر و شرک پر فوراً نہیں پکڑا۔ جب جرم کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو عذاب سے تباہ اور ہلاک کر دیا لہٰذا تم کو خدا کی مہلت سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ اس سے راضی اور خوش ہیں۔ مجرم کا اپنے جرم کے جواز اور استحسان ثابت کرنے کے لیے یہ کہنا کہ حکومت نے مجھ کو فوراً کیوں نہیں پکڑا۔ ماہر قانون کی نظر میں اس قسم کا عذر دیوانہ کی بڑ ہے۔ قانون دان یہی کہے گا کہ جب حکومت نے یہ قانون بنا دیا اور اس کا اعلان بھی کر دیا کہ فلاں چیز قانوناً جرم ہے تو اب اگر حکومت بر بنائے شفقت یا بر بنائے مصلحت کسی مجرم کو فوراً نہ پکڑے اور اس کو کچھ مہلت دے تو حکومت کا کسی مجرم کو فوراً نہ پکڑنا اور اس کو مہلت دینا یہ اس جرم کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔

اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ لِّلعالمین تھے اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ اسلام قبول کر لیں اور عذاب الٰہی سے بچ جائیں اس لیے اللہ تعالےٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی هُدٰهُمْ یعنی آپؐ ان بدبختوں کے ایمان لانے کی حرص اور طمع میں نہ پڑیئے کیونکہ جو شخص دیدہ و دانستہ باختیار خود گمراہی کو اختیار کرے اللہ ایسے معاند کو ہدایت اور توفیق سے نہیں نوازتا۔

ان کا عناد اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی ہدایت کا ارادہ نہیں فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور مشرکین نے یہ کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کو نہ پوجتے نہ ہم اور نہ ہمارے آباؤ اجداد اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے خدا تعالےٰ تو ہر امر پہ قادر ہے کوئی اس کے ارادہ اور مشیت کو روک نہیں سکتا جو وہ چاہتا ہے اگر خدا ہم سے شرک چھڑانا چاہتا تو ہم کبھی شرک نہ کرتے اور نہ بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ کو حرام ٹھیراتے مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ ہمارے ان افعال سے ناخوش ہوتا تو ہم کو اس کام کے کرنے کی قدرت ہی نہ دیتا۔

اور زجاجؒ یہ کہتے ہیں کہ "مشرکین کا یہ کلام بطور استہزاء اور تمسخر تھا اور اگر بطور اعتقاد ہوتا تو مؤمن ہو جاتے ان کا مقصود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرنا تھا اور مطلب یہ تھا کہ خدا کو نبی بھیجنے کی کیا ضرورت ہے اگر خدا ہم سے شرک چھڑانا چاہتا تو ہم کبھی شرک نہ کرتے، خواہ تو آتا یا نہ آتا اب جب ہم تیرے خیال میں کفر کر رہے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کو ہم سے کفر کرانا ہی منظور تھا۔"

بعض علماء نے زجاجؒ کے قول کو اختیار کیا اور اس تفسیر پہ یہ آیت گزشتہ آیت وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ کے ساتھ غایت درجہ مربوط ہو جائے گی۔ مگر راجح اور صحیح بات وہی ہے جو اوّل مذکور ہوئی کہ اس قول سے مشرکین کا اصلی مقصود اپنے کفر و شرک کا جواز اور استحسان ثابت کرنا تھا نہ کہ استہزاء و تمسخر۔

حق جل شانہٗ ان کے اس جاہلانہ اور معاندانہ سوال یا استدلال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ان

www.ahlehaq.org

کی نئی بات نہیں بلکہ ان سے پہلے جتنے مشرک گذرے ہیں۔ انہوں نے بھی انبیاء کرامؑ کی تکذیب کے لیے اسی قسم کا حیلہ بہانہ اور یہی مہمل شبہ کیا تھا اور اسی طرح انہوں نے بھی رسولوں کا مقابلہ کیا اور ہلاک ہوئے پس اس سے رسولوں کا کیا بگڑ گیا۔ رسولوں پر تو صرف اس قدر فرض ہے کہ صاف صاف حکم اللہ کا پہنچا دیں۔ ماننا نہ ماننا لوگوں کا اختیار ہے۔ انبیاء کا کام تو پہنچا دینا ہے باقی ہدایت دینا یہ اللہ کا کام ہے وہ مالک ہے جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے بینا بنائے اور جس کو چاہے نابینا بنائے بعثت کا فریضہ صرف دعوت الی الحق ہے باقی سعادت و شقاوت اور ہدایت و ضلالت وہ سب اللہ کے اختیار میں ہے اس میں کسی نبی اور ولی کو دخل نہیں۔ حضرت نوح علیہ السّلام کے وقت سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام انبیاء و مرسلین نے بالاتفاق سختی کے ساتھ شرک سے منع کیا اور بتلا دیا کہ جو ایمان لائے گا وہ نجات پائے گا اور جو کفر کریگا وہ ہلاک ہوگا اور برباد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خیر و شر کرنے کی قدرت دی اور انبیاء کے ذریعے یہ بتلا دیا کہ یہ چیز خیر ہے اور یہ چیز شر ہے پھر جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ عذاب الٰہی سے ہلاک ہوا معلوم ہوا کہ یہ چیز اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ابتداء میں انبیاء کرامؑ نے آگاہ کیا اور کفر و شرک سے منع کیا اور آخر میں اس کے ارتکاب پر قہر الٰہی نازل ہوا جس کے آثار اب بھی زمین میں موجود ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ چیز اللہ کے نزدیک قطعاً ناپسندیدہ ہے کفّار اور مشرکین کو عبرت ناک سزائیں دینا۔ یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کفر اور شرک اللہ کے نزدیک جرم عظیم ہیں پسندیدہ چیز کے بجا لانے پر تو عذاب نازل نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہٗ لکھتے ہیں کہ یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ اللہ کو یہ کام بُرا لگتا تو کیوں کرنے دیتا آخر ہر فرقے کے نزدیک بعضے کام بُرے ہیں پھر وہ کیوں ہوتے ہیں (کیا ان کے نزدیک خدا تعالےٰ ان کے روکنے سے عاجز تھا) دنیا میں اعمال اور افعال مختلف ہو رہے ہیں پس کیا یہ مختلف اور متضاد کام اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور سب اس کی مرضی سے ہو رہے ہیں یہاں حق تعالےٰ نے مجمل جواب فرمایا کہ ہمیشہ رسول منع کرتے آئے ہیں جن کی قسمت میں ہدایت تھی انہوں نے ہدایت پائی اور جو خراب ہونا تھا وہ خراب ہوا اللہ کو یہی منظور ہے۔ (انتہی)۔

انسان کو فی الجملہ ایسی قدرت اور ایسا اختیار دے دیا گیا کہ جو خیر و شر دونوں کے کرنے پر قادر ہو اینٹ اور پتھر کی طرح مجبور نہ ہو مگر اس کے علم ازلی میں یہ مقدر ہو چکا ہے کہ بعض ایمان لائیں گے اور بعض کفر پر قائم رہیں گے اتمام حجّت کے لیے اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا کہ وہ تم کو آگاہ کر دیں کہ کفر اور شرک صریح گمراہی ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا غرض یہ کہ انبیاء و رسل کا تبلیغ اور دعوت سے اور پھر کافروں اور مشرکوں پر قہر الٰہی کے نزول سے یہ واضح ہو گیا کہ کفر و شرک خدا کے نزدیک جرم عظیم ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہر امّت میں ایک رسول بھیجا اس صریح حکم کے ساتھ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کے راستے سے یعنی کفر و شرک سے بچو مطلب

www.ahlehaq.org

یہ ہے کہ توحید کی دعوت کوئی نئی دعوت نہیں قدیم سے یہی تعلیم چلی آرہی ہے سارے پیغمبر یہی کہتے رہے کہ خالص اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ سے بچو۔ انبیاءؑ نے تو اللہ کا پیغام پہنچا دیا لیکن لوگ مختلف اور متفرق ہوگئے کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا چنانچہ فرماتے ہیں۔

پھر ان اُمَم میں سے جن کے پاس گئے کسی کو اللہ نے ہدایت دی کہ اس نے حق قبول کیا اور کسی پر بہ قضائے الٰہی گمراہی ثابت ہوئی یعنی گمراہی اس کو ایسی چمٹی کہ مرتے دم تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جیسا کہ دوسری آیت فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ایک گروہ کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی اور ایک گروہ پر گمراہی ثابت اور قائم ہوئی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا حکم اور اس کی رضامندی اور شئی ہے اور اس کا ارادہ اور مشیت اور شئی ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ سب اس کی عبادت کریں اور کفر و شرک سے بچیں اور یہ حکم عام ہے اور سب کے لیے ہے مگر اس کا ارادہ اور مشیت یہ ہے کہ بعض کو ہدایت دے اور بعض کو گمراہ کرے ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اگر وہ سب کی ہدایت چاہتا تو سب ہدایت پر ہو جاتے کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ یعنی اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہی ہدایت دیتا لیکن اللہ کا یہ ارادہ اور یہ مشیت کہ بعض ایمان لائیں اور بعض کفر کریں۔ یہ اس کی تقدیر ازلی ہے اس کا علم سوائے حق تعالےٰ کے کسی کو نہیں اس نے اپنی تقدیر ازلی کو پوشیدہ رکھا اور اپنے حکم کو پیغمبروں کی زبانی ظاہر فرما دیا اور بندوں کو آگاہ کر دیا کہ سب اس کی عبادت کریں بندوں کو چاہیئے کہ اس کے حکم کی تعمیل کریں اور اس کی مشیت اور اس کی تقدیر ازلی میں نہ پڑیں وہ ایک سر مکتوم ہے جس کا سوائے حق تعالےٰ کے کسی کو علم نہیں مشرکین کے اس شبہ کا منشا یہ تھا کہ انہوں نے مشیت خداوندی اور رضائے خداوندی میں فرق نہ کیا اللہ نے جواب میں فرق کی طرف اشارہ فرما دیا۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ بے شک ہر چیز اللہ کی مشیّت سے ہے مگر اس کی مشیّت اور چیز ہے۔ اور اس کا حکم اور رضامندی اور چیز ہے اللہ ہر کام سے راضی نہیں انبیاء کرامؑ کے ذریعے اس نے اپنے احکام اور مرضیات سے تم کو باخبر کر دیا اور اپنی رضامندی کو تم پر ظاہر کر دیا اور اپنے ارادہ اور مشیّت کو تم سے پوشیدہ رکھا۔ پس تم ملک میں پھرو، پھر دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں اور انبیاءؑ کے جھٹلانے کا انجام کیا ہوا اگر خدا کے نزدیک کفر و شرک اور انبیاء کی تکذیب پسندیدہ ہوتی تو یہ گزشتہ قومیں اس ذلت اور رسوائی کے ساتھ تباہ نہ ہوتیں اور مشرکین اور مکذبین کا عذاب الٰہی سے مسلسل اس طرح تباہ و برباد ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ واقعات اتفاقی نہ تھے بلکہ ان کی تکذیب اور کفر کی سزا تھی جو انبیاء کرام کی پیشین گوئی کے بعد پیش آئے جس سے کفار ہلاک ہوئے اور اہل ایمان عذاب سے محفوظ رہے عذاب ایک ہے مگر بحکم خداوندی کافروں کو تہ و بالا کر رہا ہے اور مؤمنین سے کنارہ کشی کر رہا ہے پس کفار اور مشرکین پر اس طرح مسلسل قہر خداوندی کا نزول اس امر کی دلیل ہے کہ کفر اور شرک خدا تعالےٰ کے نزدیک

www.ahlehaq.org

غایت درجہ مبغوض ہے اور انتہا درجہ کا جرم ہے زمانۂ حال کے مشرکین کو چاہیئے کہ گزشتہ زمانے کے مشرکین کی عبرتناک سزاؤں کے آثار دیکھ کر عبرت پکڑیں اور خدا کے ارادہ اور مشیّت کو بہانہ نہ بنائیں بے شک عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اسی کی مشیّت اور ارادہ سے ہو رہا ہے عالم کا کوئی ذرّہ بغیر اس کے ارادہ اور مشیّت کے حرکت نہیں کر سکتا لیکن کسی چور اور قزاق کو اپنی چوری کے جواز کے لیے یہ کہنا کہ اگر خدا چاہتا تو میں چوری نہ کرتا اس سے اس کے جرم میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور چور کا یہ عذر جرم بالائے جرم متصوّر ہو گا۔

اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی گمراہی سے غایت درجہ رنج و غم ہوتا تھا اس لیے آئندہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں۔ اے نبی! اگر آپؐ ان کی ہدایت پر حریص ہیں۔ اور آپؐ کی دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گمراہی سے نکل کر راہ راست پر آجائیں تاکہ دوزخ میں نہ جائیں۔ اس امید سے آپؐ اپنے دل کو خالی کر دیجئے۔ تحقیق اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جس کو علم ازلی میں گمراہ کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔ اللہ کا سابق ارادہ ازلی اور قدیم ہے وہ کسی حادث کو روکنے سے رُک نہیں سکتا لہٰذا آپؐ کی یہ حرص اور طمع ان کی ہدایت کے بارے میں بے فائدہ اور بے نتیجہ ہے ان کا کوئی مددگار نہیں کہ جو ان کو اللہ کی مشیّت سے بچا سکے مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو ان سرکشوں کی ہدایت منظور نہیں یہ کسی طرح ہدایت پر نہیں آئیں گے آپؐ ان کی فکر میں نہ پڑیں اور تنگ دل نہ ہوں۔ ازلی گمراہ کو کون ہدایت پر لا سکتا ہے جس پر اللہ کی گمراہی ثابت ہو چکی ہے اس کی ہدایت کی حرص میں نہ پڑیں۔ شروع آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ بتلا دیا کہ اللہ نے ہر امّت میں جو رسول بھیجا اس نے اللہ کے تمام بندوں کو ایمان کی دعوت دی اور کفر و شرک سے سب کو منع کیا اب ان اخیر آیات میں یہ بتلایا کہ اللہ تعالےٰ نے کسی حکمت اور مصلحت کی بناء پر سب بندوں کی ہدایت کا ارادہ نہیں فرمایا ہدایت اور توفیق اس کا عطیہ ہے۔ اس کو اختیار ہے جس کو چاہے اپنی عطا سے نوازے اور جس کو چاہے نہ نوازے اس کے ذمہ کسی کا قرض نہیں۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ پیغمبروں کے ذمے اللہ تعالےٰ کے احکامات پہنچا دینا ہے سو انبیاء کرامؑ نے یہ بتلا دیا کہ تکوینی طور پر اس کی بارگاہ لم یزل و لایزال میں یہ طے ہو چکا ہے کہ سب ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر تشریعی طور پر انبیاء کرامؑ کی زبانی یہ بتلا دیا کہ حکمِ خداوندی یہ ہے کہ کفر اور شرک سراسر گمراہی ہے اور سمِّ قاتل اور ایمان اور اطاعت سراسر ہدایت ہے اور تریاق ہے اور عالم میں جو کچھ بھی ہے اور جو ہو رہا ہے وہ سب اس کے ارادے اور مشیّت کے دائرہ سے باہر نہیں۔ ہدایت اور ضلالت اور سعادت و شقاوت ازل میں جاری ہو چکی ہے۔ ان میں تبدیل و تحویل کی گنجائش نہیں۔ عطر اور گلاب (ایمان و اطاعت) تمہارے سامنے ہے اور پاخانہ اور پیشاب (کفر و شرک) بھی تمہارے سامنے ہے اگر کوئی دیوانہ بجائے عرق گلاب کے پیشاب پینے لگے اور دلیل یہ بیان کرے کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے اور میرا ہر کام اللہ کی مشیّت

www.ahlehaq.org

اور ارادہ سے ہے لہٰذا پیشاب پینا جائز ہے تو یہ دلیل نہیں بلکہ دیوانہ کی بڑ ہے۔
(اطلاع) اسی قسم کی آیت پارۂ ہشتم میں گزر چکی ہے وہاں اس کی مفصل تفسیر آچکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی پیچ کی قسمیں کہ نہ اُٹھا دے گا اللہ جو

يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

کوئی مر جائے۔ کیوں نہیں؟ وعدہ ہو چکا ہے اس پر ثابت، لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ

نہیں جانتے۔ اس واسطے کہ کھول دی اُن پر، جس بات میں جھگڑتے ہیں۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور تا معلوم کریں منکر کہ وہ جھوٹے تھے۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم نے اس کو چاہا یہی ہے کہ کہیں اسکو، ہو،

فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ ع ۵ ۶ ۱۱

تو وہ ہو جاوے۔ اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے

مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ

کہ ظلم اٹھایا، البتہ ان کو ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا اور ثواب

الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ ۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ

آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا۔ جو ثابت رہے اور

عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

پ ۱۴

www.ahlehaq.org

چوتھا شبہ

قال اللہ تعالیٰ۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۔۔ الیٰ۔۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

(ربط) اس آیت میں بھی کافروں کی ایک جہالت کا بیان ہے کہ وہ لوگ قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ جو مر گیا اور ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گیا وہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا اور جب انسان دوسری زندگی کا قائل نہیں ہوتا تو پھر وہ نیکی اور بدی کی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا کی کامیابی اور بہبودی ہی اس کا مطمح نظر ہوتی ہے جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں، اللہ پناہ میں رکھے آمین۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جواب دیا کہ قیامت کا آنا برحق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے حق اور ناحق کے فیصلہ کے لیے اور فرماں برداروں اور نافرمانوں کی جزاء اور سزا کے لیے قیامت کا قائم ہونا اور مُردوں کا زندہ ہونا ضروری ہے جس قادر مختار نے پہلی بار تم کو ایک قطرۂ آب سے پیدا کیا اس کے لیے تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ کو بیان کیا۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ اس آیت میں اپنا قادرِ مُطلق ہونا بیان کیا کہ ہم دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز نہیں پھر اس کے بعد وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ الخ میں مہاجرین کی فضیلت اور بشارت کو بیان کیا جنہوں نے خدا کی راہ میں آخرت کے یقین اور ثواب کی امید پر کفّار اور مشرکین کے ہاتھ سے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں بالآخر لاچار اور مجبور ہو کر وطن چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے کیا ان مہاجرین کی کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ ان سب کی جزاء اور انعام ان کو دارِ آخرت میں ملے گا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور قسمیں کھائیں ان لوگوں نے اللہ کی۔ سخت قسمیں یعنی انتہائی کوشش اور بڑی مضبوطی اور پورے زور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں کہ اللہ نہیں اٹھائے گا اس کو کہ جو مر جائے گا اور قیامت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں کیوں نہیں وہ اٹھائے گا۔ پکا وعدہ ہو چکا ہے جس کا ایفاء اس پر لازم ہے تمام پیغمبروں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد بندوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے حق تعالیٰ حسب وعدہ بندوں کو ضرور زندہ کرے گا تاکہ اللہ ان پر اس امر کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ یعنی قیامت کے قائم ہونے سے ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ خدا کے پیغمبر جو بیان کرتے تھے وہ سب حق تھا قیامت اور جنت اور جہنّم سب حق ہے اور جو ان باتوں کے مخالف تھے وہ سب غلطی پر تھے اور دوسری حکمت قیامت کے قائم ہونے میں یہ ہے کہ کافر جان لیں کہ ہم انکارِ قیامت اور تکذیب رسالت میں جھوٹے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قائم ہونے میں دو حکمتیں ہیں اوّل تو یہ کہ حق اور باطل کے بارہ میں جو اختلاف تھا اس کا فیصلہ

www.ahlehaq.org

ہو جائے اور آنکھوں سے حق اور باطل نظر آ جائے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ صدق اور کذب کا فیصلہ ہو جائے۔

اب آگے کافروں کے شبہ کا رد فرماتے ہیں کہ ہم دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہماری قدرت کا تو یہ حال ہے کہ جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو جو چیز ہمارے علم میں ہوتی ہے ہم اسے کہتے ہیں "کُن" ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔ جس چیز کے پیدا کرنے کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لیے فقط ہمارا ارادہ کافی ہوتا ہے ہماری ایجاد کسی مادہ اور مدت پر موقوف نہیں، کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ بعثِ اموات سے عاجز ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بتلادیا کہ اللہ تعالےٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے وہ کسی بات سے عاجز نہیں جب وہ قادرِ مطلق معدوم سے کہتا ہے ہو جا تو فوراً عدم سے نکل کر وجود میں آ جاتا ہے ایسی ذات کو مُردوں کا زندہ کرنا کیا دشوار ہے جب زندہ کرنا چاہے گا فوراً زندہ ہو جائیں گے۔

آنکہ پیش از وُجود جاں بخشد ہم تواند کہ بعد ازاں بخشد
چوں در آورد از عدم بوجود چہ عجب باز گر کند موجود

یہاں تک منکرین بعث اور مکذبین قیامت کا ذکر تھا اب آگے ان مؤمنین کاملین کی فضیلت اور بشارت کا ذکر فرماتے ہیں جن کا آخرت اور قیامت پر یقین کامل ہے اور اس یقین کامل کی بنا پر انہوں نے ہجرت کی اور قسم قسم کی مصیبتوں اور اذیتوں پر صبر کیا اور اللہ پر بھروسہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ بعد اس کے کہ کافروں کی طرف سے ان پر ظلم کیا گیا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ان کو ضرور دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے۔ جہاں احکام اسلام پر عمل کرنے میں کوئی حارج اور مزاحم نہ ہو۔ اچھا ٹھکانہ دینے سے دنیا میں سلطنت دینا مراد ہے جہاں اسلام غالب ہو اور کفر مغلوب ہو چنانچہ خدا تعالےٰ نے اس وعدہ کو پورا فرما دیا اور اسلام اور مسلمانوں کو کفر اور کافروں پر غلبہ عطا کیا اور جن ظالموں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکالا تھا اللہ تعالےٰ نے اسی سرزمین کا مسلمانوں کو وارث بنایا اور اس کے علاوہ البتہ آخرت کا اجر اس سے کہیں بہتر ہے کاش کافر جان لیتے کہ خدا تعالےٰ نے مہاجرین سے کیا وعدے کیے ہیں اور یہ مہاجرین وعدہ ہائے خداوندی کے اس لیے مستحق ہیں کہ ان لوگوں نے کفار کے مظالم پر صبر کیا۔ اور مضبوطی کے ساتھ حق پر ثابت قدم رہے اور خدا کا وعدہ ہے کہ صابرین کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔ اور یہ لوگ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور جو اللہ کریم پر بھروسہ کرے اور مخلوق سے بالکلیہ منقطع ہو جائے اور بالکلیہ خالق کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ تعالےٰ اس کو کافی ہے اور جس میں صبر اور توکل کی صفتیں جمع ہو جائیں وہ بلاشبہ انعاماتِ خداوندی کا مستحق ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ آیت وعدۂ مہاجرین اوّلین میں نصّ صریح ہے اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مہاجرین کے لیے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں دنیا میں بھی نیکی اور بھلائی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی۔ اور دنیا کی نیکی سے یہی فتح و نصرت اور خلافت و امارت اور اخذِ غنائم مراد ہے بعد ازاں جب ہم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں دنیا میں حسنہ اور بھلائی عطا فرمائی تو ہم یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو آخرت

www.ahlehaq.org

میں بھی اجر عظیم عطا فرمائے گا۔
چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب کسی مہاجر کو اس کا حق دیتے تو فرماتے اللہ تمہیں اس میں برکت دے یہ تمہارا وہ حق ہے جس کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے اور آخرت میں جو کچھ اس نے تمہارے لیے رکھا ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے اور پھر یہ آیت تلاوت کرتے ۔لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ۔ (ازالۃ الخفاء)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے

اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

ان کی طرف پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو

تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

معلوم نہیں ۔ بھیجے تھے نشانیاں لے کر اور ورق۔ اور تجھ کو اُتاری

الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

ہم نے یہ یادداشت کہ تو کھول لوگوں پر جو اُترا ان کی طرف اور شاید

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

وہ دھیان کریں۔

پانچواں شُبہ

قال اللہُ تعالےٰ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا الیٰ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

(ربط) اس آیت میں کافروں کے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں جو وہ کہا کرتے تھے کہ پیغمبر بشر نہیں ہوتا بلکہ فرشتہ ہونا چاہیئے یہ لوگ رسالت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے اس لیے ایسا کہتے تھے حق تعالےٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جتنے پیغمبر ہم نے پہلے بھیجے وہ سب بشر تھے اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کر لو اللہ تعالےٰ نے بندوں کی ہدایت کے لیے فرشتے نازل نہیں کیے،

www.ahlehaq.org

بلکہ انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا اور ان کی صداقت کے لیے ان کو معجزات عطا کیے چنانچہ فرماتے ہیں، اور نہیں بھیجا ہم نے رسول بنا کر آپ سے پہلے مگر صرف مردوں کو نہ فرشتوں کو اور نہ عورتوں کو وحی بھیجتے تھے ہم ان کی طرف بمقام نبوت و رسالت مردوں کے لیے مخصوص ہے. کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول نہیں بنایا اور نہ ان کی طرف وحی نبوت و رسالت بھیجی۔ حضرت مریمؑ اور مادرِ موسیٰ علیہ السلام کی طرف جس وحی کا ذکر آیا ہے وہ وحی الہام اور وحی ولایت تھی نہ کہ وحی نبوّت و رسالت کیونکہ وحی کا لفظ قرآن کریم میں مختلف معنی میں مستعمل ہوا ہے "الہام" کے معنی میں بھی آیا ہے جیسا کہ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ میں ایحاء سے وحی الہام مراد ہے۔ اور وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ میں ایحاء سے وسوسہ مراد ہے اس لیے کہ وحی کے لغوی معنی القاء خفی کے ہیں جو وحی نبوت اور وحی الہام اور وسوسہ وغیرہ کو شامل ہیں. مشرکین مکہ کہتے تھے کہ شانِ خداوندی اس سے بالاتر ہے کہ اس کا پیغمبر آدمی ہو اگر خدا کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا تو فرشتوں کو بھیجتا اس پر خدا تعالےٰ نے آیت نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ فرشتوں کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجتا ہے سابق میں اس نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب آدمی تھے اور سب مرد تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کیا استبعاد ہے۔ پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے دریافت کر لو کہ جن میں ہمیشہ پیغمبر آتے رہے وہ تم کو بتلا دیں گے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک جو نبی گزرا وہ مرد تھا فرشتہ نہ تھا اہل کتاب سے پوچھنے کا حکم اس لیے دیا کہ کفار مکہ ان کے علم کے معتقد تھے غرض یہ کہ آپؐ سے پہلے جس قدر نبی بھیجے گئے وہ سب مردوں میں سے تھے اور کھلے معجزات اور صحیفوں کے ساتھ بھیجے گئے اور اسی طرح اے نبیؐ ہم نے تیری طرف یہ نصیحت کی کتاب اتاری تاکہ تو تمام لوگوں کے لیے اللہ کے نازل کردہ احکام۔ اوامر و نواہی کو صاف اور واضح طور پر بیان کرے اور نیز یہ نصیحت کی کتاب اس لیے اتاری گئی کہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور جانیں کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں اور ہدایت پا جائیں. غور و فکر سے انسان حق کی راہ پاتا ہے اور عناد اور غفلت آدمی کو تباہ اور برباد کر کے چھوڑتی ہے۔

فائدۂ اولیٰ (۱) اس آیت کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر عالم پر عالم کی تقلید واجب ہے اور تقلید کے معنی یہ ہیں کہ غیر عالم کسی عالم سے حکم شرعی دریافت کرے۔ اور بغیر دلیل معلوم کیے اس پر عمل کرے تقلید شخصی میں کسی خاص امام کی ذات کا اتباع مقصود نہیں ہوتا اس لیے کہ ذاتی طور پر سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کا اتباع واجب نہیں. غیر عالم، عالم شریعت سے جو مسئلہ پوچھتا ہے اس کا مقصود حکم شرعی کا دریافت کرنا ہوتا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے۔ جو شخص کسی کو نبی کی طرح واجب الاتباع سمجھے وہ کافر ہے البتہ بغیر سند اور بغیر دلیل معلوم کیے کسی حدیث کو امام بخاریؒ کے اعتماد پر صحیح مان لینا یہ تقلید فی الروایت ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا علم اور فہم اور ان کے تقویٰ اور ان کی فقاہت اور درایت پر اعتماد کر کے قرآن اور حدیث پر عمل کرنا اور ان کے

www.ahlehaq.org

فتوے کے مطابق شریعت کا اتباع کرنا یہ تقلید فی الدارین ہے اور غیر عالم کو عالم کا اتباع واجب ہے اور ظلوم وجہول ایک انسان کو جس کا علم بھی ناقص اور فہم بھی ناقص اور تقویٰ بھی ناقص اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے سمجھے ہوئے معنی کے مطابق قرآن وحدیث پر عمل کرے اس پر فرض ہے کہ راسخین فی العلم اور مستنبطین کی تقلید کرے ناقص پر کامل کا اتباع عقلاً وشرعاً واجب ہے۔ ؎

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش بانزاران گریۂ وآشوب باش

اور جو شخص اپنے آپ کو علم اور فہم میں ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہمسر سمجھے اس سے ہمارا خطاب نہیں اور جو اپنی کمتری کا اقرار کرے تو پھر عرض یہ ہے کہ باجماع عقلاء کمتر پر بالاتر کا اتباع واجب ہے معلوم نہیں کہ مدعیان عمل بالحدیث کے نزدیک عقلاء عالم کا یہ اجماع حجت ہے یا نہیں۔ نابالغ پر بالغ کا اتباع عقلاً وشرعاً واجب ہے بغیر ولی کی اجازت کے نابالغ کا کوئی تصرّف بیع وشراء اور نکاح وغیرہ معتبر نہیں اسی طرح علم اور فہم کے نابالغوں کا فتویٰ بغیر ایمۂ ہدایت۔ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کی تصدیق اور ولایت کے معتبر نہیں یہ حضرات باتفاقِ اہلِ علم۔ علم اور عقل اور ہدایت کے بالغ تھے۔ اور آج کے مدعیان عمل بالحدیث اگر یہ کہیں کہ ہم بھی علم اور عقل کے بالغ ہیں ہمیں کسی بالغ کی ولایت کی ضرورت نہیں تو ہم عرض کریں گے کہ آپ اپنے علم وعقل کے بلوغ کی علامتیں بیان کیجئے تاکہ آپ کے دعوے کا صدق ظاہر ہو سکے۔ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

فائدۂ دوم اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مطلق تقلید کو فرض فرمایا ہے اور مطلق تقلید کے دو فرد ہیں ایک تقلید شخصی کہ سب مسائلِ ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے تقلید غیر شخصی وہ یہ کہ جس عالم دین سے چاہے حکم شرعی دریافت کرکے اس پر عمل کرے اور آیت اپنے اطلاق کی وجہ سے دونوں قسموں کو شامل ہے اور ظاہر ہے کہ مطلق کا وجود خارج میں افراد ہی کے ضمن میں ہوتا ہے لہٰذا تقلید شخصی بھی مامور بہ کا ایک فرد ہوگی فی حدذاتہ تقلید کی دونوں قسمیں جواز میں برابر ہیں اور صحابہ کرام وتابعین کے زمانہ میں مسلمان اپنے اپنے شہر کے عالم اور مفتی سے حکمِ شرعی معلوم کرکے اس پر عمل کرتے تھے اور یہ تقلید شخصی تھی قرأت قرآن بہ سبعۃ احرف جائز اور مخیّر تھی مگر حضرت عثمانؓ نے باجماع صحابہ کرام قرأت قرآن کو لغت قریش پر مقصور کردیا اور باقی حروف پر قرأت قرآن کو ممنوع قرار دیا تقلید غیر شخصی فی حدذاتہ جائز ہے بشرطیکہ مقصود اتباع شریعت ہو اور بشرطیکہ ہوائے نفسانی سے خالی ہو اور اگر مقصود اتباع ہوائے نفس ہو کہ جس امام کا قول اس کی خواہش اور غرض کے مطابق ہو اس کو لے لے تو یہ تلفیق ہے اور باجماع امت حرام ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اس کی تصریح کی ہے تقلید غیر شخصی سے دین کھیل تماشہ بن جاتا ہے اور تھوڑا پڑھا لکھا مجتہد بن جاتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اللہ پناہ میں رکھے جس نے علم نہیں پڑھا وہ لامحالہ کسی کی تقلید پر مجبور ہے تو اس زمانہ کے علماء اہل حدیث کی تقلید سے امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید بہتر ہے۔

www.ahlehaq.org

اے مسلمانو! امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ ہجری میں گزرے اور صحابہ کرام کو دیکھا اور پھر صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگردوں سے علم حاصل کیا تو کیا ابو حنیفہؒ اس زمانہ کے علماء اہلِ حدیث سے بھی گئے گزرے تھے کہ ان کی تقلید تو شرک اور بدعت ہو جائے۔ اور اس زمانہ کے علماء اہل حدیث کی تقلید توحید بن جائے۔ اے مسلمانو! تم اپنے انجام کو سوچ لو۔ (وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ)

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ

سو کیا نڈر ہوئے ہیں جو بُرے داؤ کرتے ہیں کہ دھنسا دے اللہ ان

بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ

کو زمین میں یا پہنچے ان کو عذاب جہاں سے خبر نہ

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا

رکھتے ہوں - یا پکڑے ان کو چلتے پھرتے سو وہ

هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ

نہیں تھکانے والے - یا پکڑے ان کو ڈرانے کر (خوف اور دہشت سے)

رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان -

تہدید اہل مکر بانواع اقسام قہر

قال اللہ تعالیٰ۔ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ ... الیٰ ... فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(ربط) اب ان آیتوں میں اوّل سرکشوں کو جو دین حق کے مقابلہ میں مکر و فریب کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قسم قسم کے قہر اور عذاب سے ڈراتا دھمکاتا ہے اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) کیا تم کو اطمینان ہو گیا ہے کہ اللہ تم کو زمین میں دھنسا دے اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ جیسے پہلے بہت سی قوموں پر زلزلہ آیا اور زمین پھٹ گئی اور وہ زمین میں دھنس گئے

www.ahlehaq.org

جیسے قارون۔ تو کیا تمہارے لیے یہ ممکن نہیں۔

(۲) دوم یہ کہ ان پر ناگہانی طور پر کوئی عذاب آجائے جس کی پہلے سے ان کو خبر نہ ہو کما قال تعالیٰ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ جیسے قوم لوط پر ناگہانی طور پر آسمان سے پتھر برسے۔

(۳) سوم یہ کہ چلنے پھرنے کی حالت میں یا سفر کی حالت میں ان کو پکڑ لے مثلاً دفعتاً کسی ناگہانی بلا یا ناگہانی بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔

(۴) چہارم یہ کہ ان کو بتدریج پکڑے کہ دفعتاً ان پر کوئی بلا نازل نہ ہو بلکہ اس بلا اور آفت سے پہلے اس کے آثار نمایاں ہو جائیں۔ جن کو دیکھ کر یہ پریشان ہو جائیں جیسے قحط اور بیماری اور پھر ہلاک ہو جائیں مگر خدا تعالیٰ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔

ان آیات سے مقصود کافروں کو ان کے ناشائستہ افعال و اعمال پر خوف دلانا ہے اور مکر اور تکبّر کرنے والوں کو اپنے غلبہ اور قہر سے ڈرانا ہے اور عذاب الٰہی کے ناگہاں آجانے سے انہیں خبردار کرنا ہے اور اپنے حلم کی خبر دینا ہے کہ ایسے گنہگاروں اور مکاروں کو مہلت دے رکھی ہے حالانکہ اس کو یہ قدرت ہے کہ فی الفور ان کو زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے ان پر عذاب لے آئے۔ جہاں کی ان کو خبر نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کیا یہ لوگ جو دینِ حق کے باطل کرنے کے لیے بڑی بڑی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں اس بات سے بے خوف اور نڈر ہو گئے کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسائے جیسے قارون کو دھنسایا، یا ایسی جگہ سے ان پر عذاب آجائے جہاں ان کو وہم و گمان بھی نہ ہو جیسے قوم لوط اور قوم عاد پر ناگہانی عذاب آیا۔ یا چلتے پھرتے ان کو ناگہانی عذاب میں پکڑ لے مثلاً کھیل تماشہ میں یا عیش و عشرت کی حالت میں ناگہانی طور پر مصیبت آ جائے پس وہ کسی حالت میں اللہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نکل نہیں سکتے یا وہ نڈر ہیں اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوف میں مبتلا کر کے عذاب میں پکڑ لے یعنی اچانک نہ پکڑے بلکہ علاماتِ عذاب کے ظاہر کرنے کے بعد ایسی حالت میں پکڑ لے کہ جب لوگ آثارِ عذاب کو دیکھ کر خوف زدہ ہو رہے ہوں مگر ندامت اور توبہ کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ ایسی حالت میں ان پر عذاب نازل کرے۔ الغرض اللہ ہر طرح قادر ہے کہ ان کی مکاریوں اور بداعمالیوں کی سزا میں جس عذاب میں جس طرح چاہے مبتلا کرے سب ممکن ہے لیکن وہ حلیم و غفور ہے۔ سزا میں جلدی نہیں کرتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ بے شک تیرا پروردگار بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے کہ مہلت دیتا ہے اور باوجود استحقاقِ عقوبت کے فوراً نہیں پکڑتا اس نے تمہیں سمجھا دیا اب آگے خود جانو۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا

کیا نہیں دیکھتے؟ جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز ڈھلتی ہیں

www.ahlehaq.org

ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ

چھادیں ان کے داہنے سے اور بائیں سے، سجدہ کرتے اللہ کو اور وہ

دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

عاجزی میں ہیں - اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو

الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا

زمین میں ہے کوئی جانور اور فرشتے اور وہ

يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ

بڑائی نہیں کرتے - ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور

يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة

کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں -

تذکیر آثار قدرت و تنبیہ بر غفلت

قال اللہ تعالیٰ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ... الیٰ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

(ربط) اب ان آیات میں اپنے آثارِ جبروت اور آثارِ ملکوت کو یاد دلاتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ تمام چیزیں اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں اور ہر چیز اسی کے حکم پر گردن جھکائے ہوئے ہے اور افسوس ہے کہ تم بنی آدم اور اشرف المخلوقات ہو کر اسکی اطاعت سے انحراف کرتے ہو اور غیروں کی عبادت میں سرگرداں ہو اور خداوند ذوالجلال کے قہر اور عذاب سے بے خوف اور نڈر ہو گئے ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کافر کہ اللہ نے جو چیز پیدا کی ہے کہ اس کا سایہ داہنی جانب سے اور بائیں جانب سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے جھکتا ہے دراں حالیکہ یہ سب سائے اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شئے کا سایہ اللہ تعالےٰ کا مطیع اور منقاد ہے اس کے حکم کے بموجب داہنے بائیں اور بائیں سے داہنے کو پھرتا رہتا ہے اور یوں بھی ہر وقت زمین پر پڑا رہتا ہے گویا کہ اللہ کے آگے سربسجود ہے مقصود یہ ہے کہ کافر گو خدا کو سجدہ نہیں کرتے مگر ان کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ سایوں کی حالتیں اور حرکتیں بدلتی رہتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ سایوں کا یہ اختلاف اور تغیر و تبدل کوئی امر ذاتی نہیں بلکہ کسی قادر مختار کی قدرت کا کرشمہ

www.ahlehaq.org

ہے۔ ہر لمحہ بندوں کو اپنی قدرت کے تماشے دکھا رہا ہے تاکہ سمجھیں کہ پتلیاں کس کے اشارہ پر ناچ رہی ہیں۔

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے یعنی ہر وہ جانور جو زمین پر حرکت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ کے زیرِ حکم ہیں جس کو جس کام کے لیے بنایا ہے وہی کام اس سے سرزد ہوتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جب تکوینی طور پر تمام چیزیں اللہ کی مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم کے مطابق گھٹتا اور بڑھتا ہے اور ڈھلتا اور سمٹتا ہے تو پھر ایسے قدرت والے خدا کو عذاب بھیجنے سے کون سی طاقت روک سکتی ہے ایسے قادر و قاہر کے عذاب سے تم کیوں بے خوف ہو گئے اور فرشتے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ علوی اور نورانی ہیں اور خدا کے مقرب ہیں اور ملائکہ اس کی بندگی سے سرکشی نہیں کرتے اور تکبّر سے پاکی یہی تمام محاسن و کمالات کا سرچشمہ ہے بندہ کی بڑائی اسی میں ہے کہ خدا کے سامنے زمین پر اپنا سر رکھ دے اور فرشتے ہر لمحہ ڈرتے رہتے ہیں اپنے پروردگار کی عظمت و جلال سے جو ان پر قاہر و غالب ہے اللہ کی فوقیت سے فوقیت حسیہ اور مکانیہ مراد نہیں بلکہ عظمت و جلال اور غلبہ اور قہر کی فوقیت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جو بلندیٔ شان اور عظمت میں تمام مخلوق پر بلند اور برتر ہے اس کی اطاعت کرو کما قال تعالیٰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔

ان تمام آیات میں فوقیت حسیہ مراد نہیں بلکہ فوقیت مرتبہ مراد ہے اور فرشتوں کا یہ خوف۔ خوفِ اجلال و اعظام ہے نہ کہ خوف اجرام۔ اور قرب خداوندی کا دارومدار اسی خوف پر ہے جس درجہ کا خوف ہو اسی درجہ کا قرب ہوگا اور فرشتے وہی کام کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے ان کی جبلّت ہی اطاعت و فرماں برداری ہے، اس آیت کے پڑھنے والے اور سننے والے پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک سجدہ واجب ہے اور دوسرے اماموں کے نزدیک سنّت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جس ذات با برکات کی عظمت و جلال کا یہ حال ہو کہ ہر چیز اس کے سامنے سربسجود ہو اس کا شریک کہاں ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "ہر چیز ٹھیک دوپہر میں کھڑی ہے اس کا سایہ بھی کھڑا ہے جب دن ڈھلا سایہ جھکا پھر جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑ گیا جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع رکوع سے سجدہ اسی طرح ہر چیز آپ کھڑی ہے اپنے سائے سے نماز کرتی ہے کسی ملک میں کسی موسم میں داہنی طرف جھکا ہے کہیں بائیں طرف" (موضح القرآن)

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ

اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو ، وہ معبود

www.ahlehaq.org

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِی

ایک ہے۔ سو مجھی سے ڈرو۔ اور اسی کا ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ

کچھ آسمانوں اور زمین میں اور اسی کا انصاف ہے ہمیشہ،

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ

سو کیا اللہ کے سوا کسی سے خطرہ رکھتے ہو۔ اور جو تمہارے پاس ہے کوئی نعمت سو

اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۚ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ

اللہ کی طرف سے پھر جب لگتی ہے تم کو سختی تو اسی کی طرف چلاتے ہو۔ پھر

اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

جب کھول دے سختی تم سے، تب ہی ایک فرقہ تم میں، اپنے رب کے

يُشْرِكُوْنَ ۙ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ قف

ساتھ لگتے ہیں شریک بتانے۔ تا منکر ہو جاویں اس چیز سے جو ہم نے دی،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

سو برت لو آخر معلوم کرو گے۔

اثبات توحید وابطالِ مجوسیّت

قال اللہ تعالیٰ۔ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ ...الیٰ... فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

(ربط) گزشتہ آیات میں یہ بتلایا کہ جمیع ماسوا اللہ خواہ وہ عالم اجسام سے ہو یا عالم ارواح سے ہو سب اللہ کے مطیع اور فرماں بردار ہیں اور اس کے آگے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہیں اس لیے آئندہ آیت میں توحید خالص کا حکم دیتے ہیں اور شرک سے منع فرماتے ہیں۔ اور یہ بیان کرتے ہیں کہ سب کے سب اللہ ہی کے مملوک اور عبد مطلق ہیں تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ ہماری ہی دی ہوئی ہے اور تم

www.ahlehaq.org

یر جب کوئی مصیبت اور آفت آتی ہے تو تم ہمیں سے فریاد کرتے ہو تو پھر تم غیر اللہ کی کیوں عبادت
رتے ہو۔ مصیبت کے وقت ہم کو پکارنا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ کی محبّت اور معرفت انسان کی فطرت
یں داخل ہے کہ جب دل سے غفلت کا پردہ اٹھا تو اس کو پکارا ان آیات سے مجوس کا رد مقصود ہے
جو یہ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) دو معبود ہیں۔ ایک نور اور ایک ظلمت (یعنی تاریکی) نور خیر کا خالق ہے جس
کو یزدان کہتے ہیں۔ اور ظلمت شر کا خالق ہے جس کو اھرمن کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور حکم دیا اللہ
نے کہ نہ بناؤ دو معبود کیونکہ اثنینیت (دوئیت) الوہیّت (معبودیت) کے منافی ہے کیونکہ معبود وہ
ہے جو خالق الکل ہو اور سب سے اعلیٰ اور اکمل ہو اور اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہ
ہو اور اس کے ماسوا سب اس کے محتاج ہوں اور وہ سب سے بے نیاز ہو اور وہ ایک ہی ہوسکتا ہے
کیونکہ اگر ایک کے سوا دوسرا بھی معبود مانا جائے پس وہ اگر اس کے مساوی ہوا تو وہ بھی خالق الکل ہوگا
تو ایک مخلوق کے لیے دو خالق ہونا لازم آئے گا۔ نیز جب دوسرا معبود پہلے معبود کے مساوی ہوگا تو دونوں
میں کوئی بھی معبود نہ رہے گا اس لیے کہ معبود کے لیے شرط ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ اور اکمل ہو اور سب اس
کے محتاج ہوں پس جب دوسرا خدا پہلے خدا کے مساوی ہوا تو کوئی بھی اعلیٰ اور اکمل نہ رہا اور نہ ایک، دوسرے
کا محتاج رہے گا۔ اور اگر دوسرا معبود پہلے معبود کے برابر نہ ہوا تو لامحالہ اس سے کمتر ہوگا اور کمتری اور خدائی
کا جمع ہونا عقلاً محال ہے اور جب معبود دو نہیں ہوسکتے تو دو سے زیادہ کیونکر ہوسکیں گے اور الٰہین کے
بعد لفظ اثنین اس لیے بڑھایا کہ دو معبود ماننے والوں کی حماقت ظاہر ہو کہ دو معبود بنانا سراسر حماقت
ہے اور جو لوگ ہزاروں اور لاکھوں معبودوں کے قائل ہیں جیسے بھارت کے "ہلومان" ان کی حماقت
کی تو کوئی حد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ معبود نہ بناؤ خوب سمجھ لو کہ وہ تو بس ایک ہی معبود
ہے جو ہر کمال میں اعلیٰ اور بالا ہے جس کے سامنے کسی کی کوئی ہستی نہیں الوہیت کے لیے وحدانیت لازمی
ہے۔ اثنینیت الوہیت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ سو اے لوگو! تم مجھ ہی سے ڈرو کیونکہ معبود صرف میں ہی
ہوں اور سب کچھ میری قدرت میں ہے اور خدا ہی کے لیے ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہی
تمام کائنات کا مالک ہے اور اس کی اطاعت اور عبادت لازم اور واجب ہے۔ کیونکہ تمام کائنات
اسی کی محتاج ہے اور ہر ممکن کیلئے احتیاج لازمی اور دائمی ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی ممکن واجب الوجود
سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ پس کیا تم غیر خدا سے ڈرتے ہو جو اپنے وجود کا بھی مالک نہیں یعنی جب
تم نے یہ معلوم کر لیا کہ اللہ ایک ہے اور ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے تو تمہیں اس کے سوا کسی اور
شئے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور علاوہ ازیں تمہارے پاس جو بھی دینی اور دنیوی نعمت ہے تو وہ سب
خدا کی طرف سے ہے تو تم کو اس کا شکر کرنا چاہیئے غرض یہ کہ جو تمہارے نفع اور ضرر کا مالک ہے اسی سے
ڈرنا چاہیئے اور جو تم کو نعمتیں دے رہا ہے اس کا شکر کرنا چاہیئے اسی کی ذات قابل رغبت اور
لائق رہبت ہے پھر جب کسی وقت تم کو ذرا تکلیف پہنچتی ہے تو تم اس کی طرف التجا کرتے ہو اور اسی

www.ahlehaq.org

سے فریاد کرتے ہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ تکلیف کا دور کرنے والا اور راحت کا پہنچانے والا وہی ہے اور پھر جب وہ سختی کو تم سے دور کر دیتا ہے جس کے سبب تم اس سے فریاد کرتے تھے تو فوراً ہی تم میں سے ایک فریق اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے کہتا ہے کہ یہ تکلیف فلاں سبب سے دور ہوئی بجائے شکر کے شرک اور ناشکری میں پڑ جاتا ہے۔ مصیبت پڑے تو اللہ کو پکاریں اور جب مصیبت دور ہو جائے تو اس کے دور ہونے کو دوسروں کی طرف منسوب کریں اور اس شرک میں ان کا کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ ناشکری کریں اس نعمت کی جو ہم نے ان کو دی ہے پس چند روز دنیا میں اللہ کی نعمتوں سے نفع اٹھا لو اور مزے اڑا لو پس عنقریب تم اس کے انجام کو جان لوگے کہ چند روزہ لذتوں اور شہوتوں کے پیچھے آخرت کی دائمی اور غیر متناہی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ

اور ٹھہراتے ہیں ایسوں کو، جن کی خبر نہیں رکھتے ایک حصّہ ہماری دی روزی میں سے۔

تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ

قسم اللہ کی! تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹ باندھتے تھے ۔ اور ٹھہراتے ہیں

لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا

اللہ کو بیٹیاں، وہ اس لائق نہیں، اور آپ کو جو دل چاہے ۔ اور جب

بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ

خوشخبری ملے ایسے کسی کو بیٹی کی، سارے دن رہے اس کا منہ سیاہ، اور

هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ

جی میں گھٹ رہا۔ چھپتا پھرے لوگوں سے، مارے برائی اس خوشخبری کے جو

بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ

سُنی۔ اس کو رہنے دے ذلّت قبول کر کر، یا اس کو داب دے مٹی میں۔

اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

سنتا ہے؟ بُری چکوتی کرتے ہیں ۔ جو نہیں مانتے پچھلے دن کو،

www.ahlehaq.org

مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

انہیں پر بُری کہاوت ہے، اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر - اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ع (۶۰)

حکمت والا -

ع ۱۰ ۱۳

کفّار کے چند ناشائستہ اقوال و افعال کا ذِکر

قال اللّٰہُ تعالٰے - وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا ... الٰی ... وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(ربط) اثبات توحید کے بعد اب ان آیات میں کفار کے چند ناشائستہ اقوال و افعال کا ذکر فرماتے ہیں۔ تاکہ ان کی جہالت اور حماقت ظاہر ہو اور یہ بتلاتے ہیں کہ ان نادانوں نے نادانی سے دو خدا سے بڑھ کر بکثرت معبود بنائے ہوئے ہیں اور طرح طرح سے اعمالِ شرکیہ میں گرفتار ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور ٹھہرا لیتے ہیں یہ مشرک بتوں کے لیے جن کے معبود ہونے کا ان کو مطلق علم نہیں اور نہ ان کے پاس ان کے معبود ہونے کی کوئی سند اور دلیل موجود ہے ہماری دی ہوئی روزی میں سے ان کے لیے حصّہ ٹھہرا لیتے ہیں۔ مشرکین نے اپنی کھیتی اور مویشی اور مالوں میں سے بتوں کے نام کا حصّہ مقرر کر رکھا تھا۔ جس کا ذکر سورۃ انعام میں گزر چکا ہے اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ لَا يَعْلَمُوْنَ کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ جن بتوں کو کسی چیز کا علم نہیں اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ ہماری کون عبادت کرتا ہے کیونکہ بت تو پتھر ہیں ہر قسم کے علم و شعور سے عاری ہیں یہ نادان مشرک ان پتھروں کے لیے خدا کی دی ہوئی روزی میں سے حصّہ مقرر کرتے ہیں اور ان کو اپنا معبود ٹھہراتے ہیں خدا کی قسم تم سے ضرور اس بات کی بابت باز پرس کی جائے گی۔ جو تم دنیا میں افتراء کرتے تھے۔ مشرک جو یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کے شریک ہیں یہ ان کا افتراء ہے اور خدا کی دی ہوئی روزی میں سے ان کا حصّہ مقرر کرنا یہ بھی افتراء ہے کفار تو قیامت اور آخرت کے صراحۃً منکر ہیں اور زمانہ حال کے ملحد اور زندیق ظاہر میں تو قیامت اور حشر و نشر پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن در پردہ منکر ہیں۔ یہ گروہ بظاہر مسلمان ہے اور در پردہ کافر ہے۔ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ ملحد اور زندیق منافق کے حکم میں ہے اور ان کا ایک افتراء یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اس بہتان سے پاک اور منزّہ ہے اس کے نہ بیوی ہے اور نہ بیٹا ہے وہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ہے۔

www.ahlehaq.org

لم یلد لم یولد ادرا لائق است والد ومولود را او خالق است

چونکہ خدائے لم یزل کے لیے بیٹا اور بیٹی کا ہونا عقلاً محال ہے اور خدا کے لیے اولاد تجویز کرنا سراسر حماقت اور جہالت ہے اس لیے اللہ تعالٰے نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ فقط سبحانہٗ فرما کر اپنی تنزیہ و تقدیس کو ظاہر فرما دیا عجیب نادان ہیں کہ خدا کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں۔ جو ان کی چہیتی اور مرغوب چیز ہے اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کے پیدا ہونے کی) خوشخبری دی جاتی ہے جس کو وہ اللہ کے لیے تجویز کرتے ہیں تو غم کے مارے ان کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور غم و غصّہ میں گھٹا ہوا ہوتا ہے۔ مشرکین عرب لڑکی کے پیدا ہونے سے سخت ناخوش ہوتے تھے اور اس غریب کو زندہ درگور کر ڈالتے تھے بایں ہمہ یہ احمق خدا کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے تھے اور اس خبر یعنی تولد دختر کی برائی سے جس کی بشارت اس کو دی گئی ہے قوم سے چھپتا پھرتا ہے عربوں میں جب کسی کی بیوی بچہ جننے کے قریب ہوتی تو بچہ پیدا ہونے تک لوگوں کی نظروں سے غائب رہتا اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ خوش ہوتا اور ظاہر ہو جاتا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ غم کرتا اور کچھ دنوں تک ظاہر نہ ہوتا اور سوچتا کہ اس لڑکی کو کیا کرے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ آیا ذلّت گوارا کر کے اپنے پاس رکھے یا اس کو مٹی میں چھپا دے۔ مضر اور خزاعہ اور تمیم اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اسلام نے آکر جاہلیت کی اس رسمِ بد کا خاتمہ کر دیا اور سارے ملک کی بے رحمی کو شفقت و رحم سے بدل دیا آگاہ ہو جاؤ بُرا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں وہ فیصلہ یہی ہے کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا اس کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہیں۔ اور خود لڑکیوں سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بیٹوں کو چاہتے ہیں دوسرے موقعہ پر خدا تعالٰے فرماتے ہیں اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى یعنی تمہارے لیے بیٹے اور خُدا کے لیے بیٹیاں یہ تو نا انصافی کی تقسیم ہے عجیب۔ بیوقوف ہیں کہ بیٹا اور بیٹی میں خود فرق کرتے ہیں اور بیٹی سے بیٹا افضل جانتے ہیں اور اپنے لیے بیٹا چاہتے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں جو چیز اپنے لیے معیوب سمجھتے ہیں وہ خدا کے لیے تجویز کرتے ہیں جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کی صفت بُری ہے کہ لڑکوں کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور ایسے بے رحم اور سنگ دل ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں حالانکہ جو خدا دے سب اچھا ہے نہ لڑکا بُرا ہے اور نہ لڑکی اور اللہ ہی کے لیے ہے صِفتِ اعلیٰ وہ بے نیاز ہے۔ بیوی اور اولاد کا محتاج نہیں وہ تمام اوصاف حمیدہ کے ساتھ موصوف ہے کسی کے عیب لگانے سے اس کو عیب نہیں لگتا اور وہی زبردست ہے حکمت والا۔ کمال عزت اور کمال حکمت کے ساتھ موصوف ہے کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں ہو سکتا اور یہ گروہ مشرکین عجیب نادان گروہ ہے کہ اس کے نزدیک شجر اور حجر کا خدا کا شریک ہو جانا اور فرشتوں کا خدا کی دختر ہو جانا تو جائز ہے مگر کسی بشر کا پیغمبر ہونا ان کے نزدیک ناممکن اور محال ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

www.ahlehaq.org

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر نہ چھوڑے

عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وعدہ

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا

ٹھہرے تک پھر جب پہنچا ان کا وعدہ، نہ دیر کریں گے ایک گھڑی نہ

يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَ

جلدی - اور کرتے ہیں اللہ کا، جو اپنا جی نہ چاہے اور

تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا

بتاتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ ان کو خوبی ہے آپ ہی۔

جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

ثابت ہوا کہ ان کو آگ ہے اور وہ بڑھائے جاتے ہیں۔

بیانِ حلم خداوندی

قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ... الیٰ ... وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝

ربط) گزشتہ آیات میں کفار کے اقوال شنیعہ اور افعال فظیعہ کو بیان کیا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑے حلیم وکریم ہیں باوجود جرم عظیم کے مؤاخذہ اور گرفت میں جلدی نہیں کرتے بلکہ حلم سے مجرمین کو مہلت دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور اللہ کی عزت ورفعت اس کو مقتضی ہے کہ ان ظالموں اور گستاخوں کو فوراً عذاب سے ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کا حلم اور حکمت اس کی مقتضی ہے کہ ان ظالموں کو کچھ مہلت دی جائے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم پر پکڑنے لگے۔ یعنی ان کے کفر وشرک پر فوراً پکڑنے لگے تو زمین پر کسی جاندار کو جو زمین پر چلتا ہے نہ چھوڑے یکلخت سب

www.ahlehaq.org

کے سب تباہ کر دیئے جائیں لیکن وہ حلیم وکریم اپنے حلم سے ان کو ایک وقت مقررہ تک یعنی ان کی موت کے وقت تک مہلت دیتا ہے تاکہ کوئی توبہ کرنا چاہے تو اس کے لیے گنجائش رہے اور یہ اس کی رحمت اور اس کے جود وکرم اور اس کے حلم کا تقاضا ہے پھر جب ان کی موت کا وقت مقرر آجائے گا تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکیں گے اور نہ ایک گھڑی آگے جاسکیں گے مرتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اور اللہ کی عزت وحکمت سامنے آجائے گی۔ ؎

کہ یک لحظہ صورت نہ بند داماں نہ پیمانہ پر شد بدور زماں

اور اللہ کے لیے ٹھہراتے ہیں وہ چیزیں جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں مثلاً بیٹیاں یا اپنی ریاست میں کسی کی شرکت یا اپنے قاصدوں کی اہانت۔ یہ چیزیں اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں اور شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کے رسولوں کی اہانت کرتے ہیں اور باوجود ان کفریات اور شرکیات کے ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں کہ اگر بالفرض والتقدیر قیامت قائم ہوئی تو ہمارے لیے وہاں بھی بڑی خوبی اور بھلائی ہوگی۔ اور ہم بھی جنّت میں جائیں گے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى یعنی منکرِ قیامت یہ کہتا ہے کہ اگر بالفرض میں خدا کی طرف لوٹایا گیا تو میرے لیے اس کے پاس بڑی خوبی اور بھلائی ہوگی۔ بداعمالیوں میں مبتلا ہیں اور زبان سے جھوٹ موٹ کی باتیں بناتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ان نابکاروں اور ستم گاروں کے لیے بھلائی کہاں سے آسکتی ہے۔ بلاشبہ ان کے لیے قیامت کے دن آگ ہے اور بے شک وہ دوزخیوں میں آگے آگے ہوں گے یا یہ معنی ہیں کہ یہ لوگ بحکم الٰہی جلد ہی اپنے دائمی مقام میں پہنچا دیئے جائیں گے۔

فائدہ حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ عذاب ان سب کو پہنچ جاتا ہے جو اس قوم میں موجود ہوں لیکن قیامت کے دن گنہگار اور بے گناہ اپنی اپنی نیّت پر اٹھائے جائیں گے۔ (مسلم)

جب ظلم ومعصیت عام ہو جائے تو اللہ کی طرف سے جو عذاب آتا ہے وہ عام ہوتا ہے ظالم اور غیر ظالم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے ظالم اپنے ظلم کے سبب ہلاک ہوتا ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں ظالم کی ہلاکت بطور انتقام ہوتی ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ کما قال تعالےٰ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً پھر قیامت کے دن اپنی اپنی نیتوں کے مطابق قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ

قسم اللہ کی! ہم نے رسول بھیجے کتنے فرقوں میں تجھ سے پہلے پھر سنوارے

www.ahlehaq.org

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ

ان کے آگے شیطان نے ان کے کام سو وہی رفیق ان کا ہے آج اور

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

ان کو دکھ کی مار ہے۔ اور ہم نے اُتاری تجھ پر کتاب

اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى

اسی واسطے کہ کھول سناوے ان کو جس میں جھگڑ رہے ہیں اور سوجھانے کو

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

اور مہر کو ان لوگوں پر جو مانتے ہیں۔

تسلیۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ... الیٰ ... لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(ربط) اوپر کی آیتوں میں کفار کی جہالتوں کا ذکر تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی تھی اس لیے ان آیات میں آپؐ کی تسلّی فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؐ سے پہلے بھی قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے سو شیطان نے ان لوگوں کو ایسا بہکایا کہ بُری باتیں ان کی نظروں میں بھلی دکھائی دینے لگیں۔ شیطان ان لوگوں کا رفیق کار بنا رہا بالآخر ان کو جہنم کا راستہ دکھایا یہی حال اس وقت کے گمراہوں اور سرکشوں کا ہے لہٰذا اے نبی (کریمؐ) آپؐ رنجیدہ نہ ہوں اور غمگین نہ ہوں آپؐ صرف ان سے احکامِ الٰہی بیان کر دیا کیجیے۔ چاہے وہ مانیں یا نہ مانیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم جس طرح ہم نے آپؐ کو اس اُمت کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اسی طرح ہم نے گزشتہ امتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے پس شیطان نے ان کے اعمالِ خبیثہ و کفریہ کو ان کی نظر میں آراستہ کر کے دکھلایا پس وہی شیطان آج اس زمانہ کے کافروں کا دوست بنا ہوا ہے جس طرح یہ شیطان پہلے زمانہ کے کافروں کو بہکاتا رہا اسی طرح آپؐ کے زمانہ کے کافروں کا بھی وہی رفیق بنا ہوا ہے اور بُرے اعمال کو ان کی نظر میں آراستہ کر رہا ہے لہٰذا جو حشر ان کا ہوا وہی حشر ان کا ہوگا۔ یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں ان سب کے واسطے یعنی شیطان اور اس کے پیروؤں کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں اگرچہ

www.ahlehaq.org

شیطان کی باتیں لذیذ معلوم ہوتی ہیں لیکن آخرت میں ہزاراں ہزار درد والم کا باعث ہوں گی۔ در بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ میں "الیوم" سے یوم قیامت مراد ہے اور ولی سے مراد یار و مددگار ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اِن کا یار و مددگار صرف شیطان ہوگا اور ظاہر ہے شیطان نہ کسی کی مدد کر سکتا ہے اور نہ کسی کو رہائی دلا سکتا ہے۔ مقصود اس سے توبیخ و ملامت ہے کہ تم نے شیطان کو اپنا رفیق اور دوست بنایا جو قیامت کے دن تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گا وہ جہنم میں جائے گا وہ تو آگے آگے ہوگا اور تم اس کے پیچھے پیچھے ہوگے شیطان کی دوستی ان کو آخرت میں کام نہ دے گی۔ جیسے دنیا میں ان کو کوئی کام نہ آئی مطلب یہ ہے کہ یہ سب شیطان کے پیرو ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی فکر اور غم میں نہ پڑیئے اور ہم نے نہیں اتاری آپ پر کتاب جس کا نام قرآن ہے مگر صرف اس امر کے لیے کہ ان لوگوں کے لیے اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں یعنی توحید کو اور معاد کو اور حلال و حرام کو واضح کر دیں۔ اور بتلا دیں کہ توحید اور آخرت اور جزاء اور سزا سب حق ہے اور دنیا ہیچ اور فانی ہے یہ تو تنزیل قرآن کا عام فائدہ ہوا اور خاص فائدہ یہ ہے کہ خاص اہل ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہو اللہ کی ہدایت اور رحمت سے نفع اٹھانے والے یہی اہل ایمان ہیں۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا

اور اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی، پھر اس

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ

سے جِلایا زمین کو اس کے مرنے پیچھے، اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي ع ۸ ۵ ۱۴

پتے ہیں ان لوگوں کو جو سنتے ہیں۔ اور تم کو چوپایوں

الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ

میں بوجھ کی جگہ ہے، پلاتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں

بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

میں سے، گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا رچتا پینے والوں کو۔

www.ahlehaq.org

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ

اور میووں سے کھجور کے، اور انگور کے بناتے ہو

مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

اس سے نشہ، اور روزی خاصی - اس میں پتہ ہے ان

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ

لوگوں کو جو بوجھتے ہیں۔ اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ

اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

بنالے پہاڑوں میں گھر، اور درختوں میں اور جہاں

يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ

چھتریاں ڈالتے ہیں۔ پھر کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

راہوں میں اپنے رب کی صاف۔ پڑی ہیں نکلتی، ان کے پیٹ میں سے پینے کی

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ

چیز جس کے کئی رنگ ہیں، اس میں آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے۔ اس میں پتہ

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ

ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں - اور اللہ نے تم کو پیدا کیا،

ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

پھر تم کو موت دیتا ہے، اور کوئی تم میں پہنچتا ہے نکمی عمر کو کہ

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ

سمجھ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے - اللہ سب خبر رکھتا ہے

www.ahlehaq.org

ع ۹ ۵ ۱۵

قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى

قدرت والا۔ اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے

الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى

روزی کی۔ جن کو بڑائی دی نہیں پہنچاتے اپنی روزی ان کو،

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ

جو ان کے ہاتھ کا مال ہیں کہ وہ سب اس میں برابر رہیں۔ کیا اللہ کے

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

فضل سے منکر ہیں۔ اور اللہ نے بنا دیں تم کو تمہارے قسم سے

اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً

عورتیں اور دیئے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے

وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ

اور کھانے کو دیں تم کو ستھری چیزیں۔ سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور

بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ

اللہ کے فضل کو نہیں مانتے۔ اور پوجتے ہیں اللہ

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ

کے سوا ایسوں کو کہ مختار نہیں ان کی روزی کے آسمان اور

وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا

زمین سے کچھ اور نہ مقدور رکھتے ہیں۔ سو مت بٹھاؤ

لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اللہ پر کہاوتیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

www.ahlehaq.org

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ، ایک بندہ پرایا مال ، نہیں مقدور رکھتا

شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ

کسی چیز پر، اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا

مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ

ہے اس میں سے چھپے اور کھلے۔ کہیں برابر ہوتے ہیں؟ سب تعریف اللہ کو ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے ۔ اور بتائی اللہ نے ایک مثال

رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ

دو مرد ہیں ، ایک گونگا کچھ کام نہیں کر سکتا ، اور وہ

كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ

بوجھ ہے اپنے صاحب پر، جس طرف اس کو بھیجے کچھ بھلا نہ کر لاوے۔ کہیں

يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى

برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہے انصاف پر اور ہے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

سیدھی راہ پر ۔ اور اللہ پاس ہیں بھید آسمان اور زمین کے۔

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ

اور قیامت کا کام ویسا ہے جیسے پک نگاہ کی یا اس سے قریب۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ اور اللہ نے تم کو نکالا ماں

ع ۱۰ ۶ ۱۶

www.ahlehaq.org

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ

کے پیٹ سے ، تم کچھ نہ جانتے تھے ، اور دیئے تم کو

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾

کان اور آنکھیں اور دِل ، شاید تم احسان مانو ۔

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا

کیا نہیں دیکھتے اڑتے جانور ؟ حکم کے باندھے آسمان کی ہوا میں ، کوئی

يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

نہیں تھام رہا ان کو سوا اللہ کے ۔ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا

جو یقین لاتے ہیں ۔ اور اللہ نے بنا دیئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

جگہ اور بنا دیئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تم کو

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَ

جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں اور ان کی اُون سے اور

اَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾

بَرِیوں سے اور بالوں سے کِتّے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک ۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

اور اللہ نے بنا دیں تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھاویں اور بنا دیں

مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ

تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جائیں اور بنا دیئے تم کو کُرتے جو بچاؤ ہیں

www.ahlehaq.org

الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

گرمی کا اور کُرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کا۔ اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ

تم پر، شاید تم حکم میں آؤ - پھر اگر پھر جاویں تو تیرا کام یہی

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا

ہے کھول کر سُنا دینا - پہچانتے ہیں اللہ کا احسان، پھر منکر ہو جاتے ہیں

وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱ ۷ ۱۷

اور بہت ان میں ناشکر ہیں۔

رجوع بسوئے دلائل توحید بتذکیر انعامات خداوندِ حمید

قَالَ اللّٰہ تعالیٰ۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ --- الیٰ --- وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ہ

(ربط) اُوپر سے بہ پیرایۂ انعامات دلائل توحید کا ذکر چلا آرہا ہے اور پھر اسی طرح سے بہ پیرایۂ انعامات دلائل توحید کو بیان فرماتے ہیں اور یہ دلائل دلائلِ معاد بھی ہیں اور دلائلِ قدرت بھی ہیں اور دلائل ہدایت بھی ہیں اور دلائل رحمت بھی ہیں۔ دور تک اسی طرح سلسلۂ کلام چلا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کے انعامات کو ذکر فرمایا جو علاوہ نعمت ہونے کے اس کے کمال علم اور کمال قدرت اور حکمت کے دلائل بھی ہیں۔

(۱) چنانچہ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً سے اپنی قدرت کا بیان شروع فرمایا کہ آسمان سے پانی برسانا اور خشک زمین کا سرسبز و شاداب کر دینا اور جانوروں کے پیٹ سے دودھ کا، خون اور گوبر سے پاک صاف نکالنا اور قسم قسم کے پھلوں کا تمہارے لیے پیدا کرنا وغیرہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں اور بنی نوع انسان کے لیے عجیب عجیب نعمتیں ہیں۔

(۲) یہاں تک حیوانات میں چرندوں کے منافع اور فوائد کو بیان کیا کہ انسان انکے دودھ سے فائدہ اٹھاتا ہے اب آگے پرندوں کے منافع کو بیان فرماتے ہیں چنانچہ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ الخ سے بھی اپنی قدرت کی ایک دلیل بیان فرمائی وہ یہ کہ شہد کی مکھیوں کا بالہام خداوندی ایک نہایت

www.ahlehaq.org

خوبصورت اور پُر حکمت گھر بنانا جس کو ایک مہندس بھی نہ بنا سکے اور پھر ان کا مختلف پھلوں کو کھا کر شہد کا نکالنا اور پھر اس شہد کا مختلف الالوان ہونا یعنی کسی شہد کا سپید ہونا اور کسی کا سُرخ ہونا اور کسی کا گلابی ہونا وغیرہ وغیرہ اور پھر مختلف امراض میں اس کا ذریعۂ شفا ہونا یہ کسی مادہ اور طبیعت کا اقتضاء نہیں بلکہ کسی قادر مختار اور حکیم کردگار کی قدرت وحکمت کا کرشمہ ہے اور پھر آیت وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ الخ میں اللہ تعالےٰ نے انسان کے مختلف حالات اور قسم قسم کے تغیرات سے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا کہ چند قطروں سے ایک جاندار کا پیدا کرنا اور اس کو مختلف قسم کے حواس اور اعضاء کا عطا کرنا اور پھر اس کو جوان اور بوڑھا بنانا اور قوت کے بعد اس کو ضعف میں مبتلا کرنا یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ کوئی ذات والا صفات ہے کہ جس نے اس انسان کو پیدا کیا اور عدم کے بعد اس کو وجود میں لایا اور مختلف حالات سے گزار کر اس کو موت اور فنا کے گھاٹ اتار دیا پس جس ذات والا صفات کے ہاتھ میں تمہارا وجود اور عدم اور موت اور حیات اور قوت اور ضعف ہے وہی تمہارا مالک اور وہی تمہارا خدا ہے ولادت سے لیکر موت تک عمر کی جو منزلیں اس نے مقرر کر دی انسان ان کو طے کر کے اپنی آخری منزل تک پہنچ جاتا ہے انسان کی قدرت میں یہ نہیں کہ لڑکپن یا جوانی کی منزل میں کچھ زیادہ ٹھہر جائے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

(۳) اور پھر وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ سے بھی انسانی حالات سے اپنی قدرت و حکمت کو ثابت فرمایا مگر دوسرے اعتبار سے یعنی امارت اور غربت فراخی اور تنگدستی کے اعتبار سے لوگوں کا مختلف ہونا یہ بھی اس کی قدرت کی دلیل ہے کسی کو امیر بنانا اور کسی کو فقیر اور کسی کو عاقل اور دانا اور کسی کو جاہل اور بے وقوف۔ اور بے وقوفوں کو خوب رزق دیا اور عقل مندوں اور علم والوں کو بھوک سے مارا تاکہ سمجھ جائیں سمجھنے والے کہ دنیاوی رزق کی کمی اور زیادتی علم اور عقل پر موقوف نہیں یہ سب خدا کی قدرت اور مشیت کا کرشمہ ہے۔

(۴) اور پھر وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا الخ میں اپنی ایک خاص نعمت کو بیان کیا جو کہ اس کی قدرت وحکمت کی دلیل بھی ہے کہ تمہاری محبت اور الفت اور موانست کے لیے تمہارے لیے عورتیں پیدا کیں اور پھر ان سے تم کو بیٹے اور پوتے عطا کیے اور پاکیزہ روزیاں تم کو دیں پھر ان دلائل مذکورہ کا نتیجہ بیان فرمایا اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ۔ کیا تم اللہ تعالےٰ کے انعامات اور احسانات کا انکار کرتے ہو اور باطل چیزوں کی پرستش کرتے ہو جن سے تم کو نہ نفع پہنچ سکتا ہے اور نہ نقصان۔

(۵) اور پھر مؤمن اور کافر کی دو مثالیں بیان کیں ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا الخ اور ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ الخ اور ان دو مثالوں کے بعد پھر دلائل علم، قدرت کو بیان کیا جس کا ذکر پہلے سے چلا آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان اور زمین کے تمام پوشیدہ چیزوں کا علم ہے یہ تو کمال علم ہوا اور کمال قدرت یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

www.ahlehaq.org

(۶) اس کے بعد حق تعالےٰ نے پھر اپنے آثار قدرت اور انسان پر اپنی مرحمت اور مکرمت کے حالات کو بیان کیا تاکہ بندے اللہ کی نعمت کو پہچانیں اور نعمت سے منعم تک پہنچیں۔

تفصیل

دلائل قُدرت و دلائل نعمت برائے اثبات الوہیّت و وحدانیّت

دلیل اوّل اور اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی سے زمین کو بعد خشک اور مردہ ہو جانے کے زندہ فرمایا زندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی برسا کر اس میں قوت نمو پیدا کی اور اس سے کھیتی اور سبزہ کو اگایا بے شک اس میں یعنی آسمان سے بارش نازل کرنے میں اور پھر بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں ہماری کمال قدرت کی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو دِل کے کانوں سے ہمارے قرآن کی آیتیں سنتے ہیں اور جو لوگ صرف کانوں سے سنتے ہیں اور دل سے متوجہ نہیں ہوتے ان کو آیات قرآنی سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔

دلیل دوم اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے اگر تم ان میں غور و فکر کرو تو جہالت سے گزر کر علم اور معرفت کے مقام تک پہنچ جاؤ اور خدا کی کمال قدرت کو معلوم کر لو پلاتے ہیں ہم تم کو اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے یعنی ہم ان چوپایوں کے پیٹ میں سے تمہارے لیے غذا پیدا کرتے ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ ان کے پیٹ میں سوائے گوبر اور خون کے کیا ہے ہم اپنی کمال قدرت سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکالتے ہیں جو پینے والوں کے لیئے نہایت لذیذ اور خوشگوار ہوتا ہے۔ یعنی باوجودیکہ دودھ گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے مگر بایں ہمہ خالص سفید ہوتا ہے اور خون اور گوبر کے آمیزش سے بالکلیہ پاک وصاف ہوتا ہے اور اس کی بو اور مزہ میں ذرّہ برابر خون اور گوبر کا اثر نہیں ہوتا اس سے خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا ظہور ہوتا ہے کہ دو ناپاک اور گندی اور بدبودار چیزوں کے درمیان سے کیسی عمدہ غذا پیدا فرما دی اور مطلب یہ ہے کہ تم خدا کی قدرت اور نعمت میں غور کرو ہم تم کو دودھ جیسی عمدہ غذا پلاتے ہیں جو خون اور گوبر کی نجاست اور کدورت کے شائبہ سے خالص اور

www.ahlehaq.org

پاک ہوتی ہے اور وہ دودھ آسانی سے حلق سے اُتر جاتا ہے اور لذیذ اور خوشگوار ہے اور ہضم بھی خوب ہوتا ہے غرض یہ کہ جب جانوروں کے شکم میں گھاس وغیرہ پہنچتا ہے تو ہضم اور طبخ کے بعد کچھ حصّہ گوبر بن جاتا ہے اور کچھ حصّہ پیشاب بن جاتا ہے خون تو رگوں میں چلا جاتا ہے اور دودھ تھنوں میں آجاتا ہے اور ہر چیز اپنے اپنے مخرج سے نکلتی اور دوسری چیز کے ساتھ نہیں ملتی ہے۔ یہ سب خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ شکم حیوان سے جو خون اور گوبر کا منبع ہے اس سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس عمدہ غذا سے تم کو سیراب کرتا ہے جس میں نہ خون کی رنگت ہے اور نہ گوبر کی بدبو ہے جیسا کہ ماں کے پستان میں خون ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی لطیف حکمت سے سر پستان میں ایک چھوٹا سا سوراخ پیدا فرما دیا اور مسامات تنگ کر دیئے اس میں سے دودھ چھن کر اور صاف ہو کر نکلتا ہے جو بچہ کے لیے بہترین لطیف غذا ہے یہ صنعت سوائے خداوندِ قدیر کے کون کر سکتا ہے پس جس نے تمہارے لیے یہ نعمت پیدا کی اسی کی پرستش کرو۔

دلیل سوم اور منجملہ دلائل قدرت والوہیت یہ ہے کہ تم کھجور اور انگور کے پھلوں سے مست کرنے والی شراب بناتے ہو اور اچھی روزی بناتے ہو جیسے خرمائے خشک اور کشمش اور کھجور اور انگور کا شیرہ اور سرکہ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں خدا کی قدرت کی نشانی ہے آخر یہ چیزیں کس نے بنائیں اور کس نے اس میں یہ شیرینی اور لذّت پیدا کی یہ آیت شراب کے حرام ہونے سے پہلے نازل ہوئی مگر اس آیت میں شراب کی حرمت کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ سکرًا کو رزقِ حسن (اچھی روزی کے مقابلہ میں ذکر فرمایا)، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اچھی روزی نہیں اور یہی معنی حرام کے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس امت پر خاص عنایت فرمائی کہ ان کی عقلوں کی حفاظت کے لیے شراب کو حرام کر دیا۔

دلیل چہارم گزشتہ آیت میں حیوانات چرند سے خالص دودھ نکالنے کا بیان فرمایا اب حیوانات پرند میں سے شہد کی مکھی کے منافع بیان فرماتے ہیں اور الہام کیا تیرے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کی طرف یعنی ان کے دل میں ڈالا کہ تم پہاڑوں میں اور درختوں میں اپنا گھر بناؤ یعنی ایسی بلند اور اونچی جگہ پر اپنا چھتہ بناؤ جہاں ہر ایک کا ہاتھ نہ پہنچے پھر اس کو یہ القاء ہوا کہ تو ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور ان کو چوس پھر تیسری بات اس کو یہ القاء ہوئی کہ تو اپنے پروردگار کی ان راہوں پر چل جو اس نے تیرے لیے مسخر اور آسان کی ہیں تجھے ان راہوں پر چلنا دشوار نہیں۔ اب آگے اس کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں کہ ان مکھیوں کے پیٹوں سے یعنی مونہوں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے یعنی شہد۔

جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں یعنی سفید اور سرخ اور زرد اور سبز نیز اس شہد میں لوگوں کی مختلف بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ بے شک شہد کی مکھی میں قدرت ربّانی کی کھلی نشانی ہے اس گروہ کے لیے

www.ahlehaq.org

جو غور و فکر کرتے ہیں اسی ایک شہد کی مکھی میں خدا تعالےٰ کی قدرت و الوہیت کے بہت سے دلائل ہیں بشرطیکہ غور کریں جو شخص شہد کی مکھی کے عجیب و غریب احوال میں ذرا بھی غور کرے گا وہ ایک فاعل مختار اور قادر کردگار کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا۔

(۱) شہد کی مکھی سے خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا اظہار ہوتا ہے کسی حقیر و ذلیل مکھی سے کیسی عمدہ اور لذیذ اور صحت بخش چیز خدا نے نکالی۔

(۲) اس کے چھتوں کے خانوں سے بھی حیرت ہوتی ہے ہر ایک خانہ مسدس مساوی الاضلاع ہوتا ہے اور آپس میں سب برابر ہوتے ہیں گویا کہ پرکار سے بنائے گئے ہیں یہ بات بدون الہام خداوندی ممکن نہیں۔

(۳) نیز شہد کی مکھیوں پر ایک مکھی ملکہ ہوتی ہے جس کا حکم سب مکھیاں مانتی ہیں۔ اور یہ ملکہ۔ جثہ اور خلقت میں دوسری مکھیوں سے بڑی ہوتی ہے اور چھتے کی تمام مکھیاں اس کی فرمانبردار ہوتی ہیں چھتوں کے دروازوں پر دربان اور چوکیدار ہوتے ہیں جو اور مکھیوں اور کیڑوں کو اندر نہیں آنے دیتے۔

(۴) قسم قسم کے پھلوں کا رس چوسنے کے لیے دور دور جاتی ہیں اور اپنے مکان اور راستے کو نہیں بھولتیں اور ایک چھتے کی مکھیاں دوسرے چھتے پر نہیں جاتیں۔

یہ وہ عجیب و غریب خواص ہیں جن کا حصول بغیر الہام الٰہی ممکن نہیں پھر اس میں سے شہد نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اس میں عقلاء کو کلام نہیں لیکن بعض طبیب اس میں کلام کرتے ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ تحریر کرتے ہیں کہ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ شہد میں ہر مرض کے لیے شفاء ہے بلکہ یہ فرمایا کہ اس میں شفاء ہے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں امراض بلغمیہ کے لیے شہد شفاء ہے اور معجونوں میں کوئی بھی معجون ایسی نہیں جس میں اطباء نے شہد تجویز نہ کیا ہو مگر بعض علماء کا خیال ہے کہ شہد واقع میں ہر مرض کی دوا ہے بعض مواقع میں بعض امراض میں اس کا اثر ظاہر نہ ہونا اس کے شفاء ہونے کے منافی نہیں جو دوا جس مرض کے لیے مخصوص ہے بعض اوقات اس کا اثر بھی اس مرض پر ظاہر نہیں ہوتا۔

حدیث میں ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر دو شفاؤں کو لازم پکڑو یعنی شہد اور قرآن، شیخینؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آتے ہیں۔ حضور پر نورؐ نے فرمایا اس کو شہد پلا اس نے اس کو شہد پلایا پھر آپؐ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کے دست اور بڑھ گئے حضور اکرمؐ نے فرمایا پھر پلا، تین مرتبہ اس نے شہد پلایا اور ہر مرتبہ یہی آکر کہا کہ میں نے اس کو شہد پلایا تھا اس کے دست اور بڑھ گئے آپؐ نے اس کو ہر مرتبہ یہی جواب دیا جب چوتھی مرتبہ آیا تو آپؐ نے اس سے پھر یہی فرمایا کہ اس کو پھر شہد پلا اس نے کہا کہ میں نے اس کو پلایا مگر اس کے دست بڑھتے جاتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس نے اس کو پھر شہد پلایا اور خدا نے اس کو

www.ahlehaq.org

شفاء دی۔ اشارہ اس طرف تھا کہ اس کو شہد پلائے جا انشاء اللہ اس کو نفع ہو کر رہے گا مگر تیرے بھائی کا پیٹ ایسا ہو گیا ہے کہ اس کو ایک یا دو دفعہ کا شہد پلانا کافی نہ ہوا غرض یہ کہ حدیث قواعد طبّیہ کے خلاف نہیں۔ بہت سے اقسام کے اسہال میں خود اطبّاء نے شہد کو مسہل تجویز کیا ہے۔ ان اطبّاء کا قول یہ ہے کہ شہد صفراء والوں کے لیے مضر ہے حرارت کو بڑھاتا ہے اور گرم مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے اور پیاس لگاتا ہے سو خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ شہد کل مرضوں کی دوا ہے۔ "شفاء" نکرہ ہے۔ مقام اثبات میں وارد ہوا ہے عموم پر دلالت نہیں کرتا۔ غایت سے غایت ہے کہ شفاء کی تنوین تعظیم کے لیے لی جائے تو اس سے شہد کا شفاء عظیم ہونا مفہوم ہو گا۔ عموم۔ مفہوم نہ ہو گا اور اکثر مرضوں کی دواء شہد کو اطبّاء بھی بتلاتے ہیں اور یہ سب کے نزدیک مسلّمہ ہے کہ اس کا نفع مضرت سے بڑھا ہوا ہے۔ خصوصاً اصحاب بلغم اور شیوخ مرد و زن کے لیے تو مجرّب تریاق ہے اور معجونوں کا اس سے خالی نہ ہونا اس کی قدر و منزلت ثابت کرتا ہے کہ اس میں شفاء عظیم ہے۔

نیز اطبّاء نے شہد کو "جالی" یعنی معدہ کا جِلا کرنے والا لکھا ہے اور تمام امراض کی اصل معدہ ہے تو جب معدہ صاف ہو گا تو بیماری کیوں کر آئے گی اس لیے حدیث میں آیا ہے کہ علی الصبح ہر روز تین انگلیاں شہد کی چاٹ لیا کرو۔

خلاصۂ کلام یہ کہ شہد کی مکھی قدرتِ خداوندی کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ اگر کسی کے کاٹ لے تو بلبلا اٹھے یہ تو اس کی سمّیت ہوئی اور اس کا شہد تریاق اور شفاء عظیم ہے۔

یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے چرند اور پرند میں اپنے عجائب قدرت کو بیان فرمایا اب خود انسان میں اپنے عجائب قدرت کو بیان فرماتے ہیں۔

دلیل پنجم اور من جملہ دلائلِ قدرت کے ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا اور ہر ایک کی عمر کی مدت مقرر کی پھر تم کو مار ڈالے گا اور دوبارہ عدم میں لے جائے گا اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو ذلیل اور ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے یعنی ایسا بوڑھا پھوس ہو جائے کہ عقل بھی جاتی رہے اور عالم ہونے کے بعد جاہل بن جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالےٰ مارنے اور جِلانے پر قادر ہے ویسے ہی وہ عالم سے جاہل بنانے پر بھی قادر ہے پس جس کے ہاتھ میں تمہارا وجود اور عدم اور علم اور جہل ہے اس کی پرستش کرو۔ بڑھاپے میں ہوش و حواس میں تو سب کے ہی فتور آ جاتا ہے مگر جو قرآن خواں ہیں خدا ان کی مدد کرتا ہے۔ وہ ارذل العمر کو نہیں پہنچتا۔ بہرحال انسان کا نطفے سے پیدا ہونا اور پھر اس کا بوڑھا ہو کر مر جانا مادہ اور طبیعت کا کام نہیں کیونکہ مادہ اور طبیعت تو بے شعور ہیں بلکہ یہ کسی مدبّر حکیم کا کام ہے۔ بے شک اللہ علم والا قدرت والا ہے کہ اس کے علم اور قدرت کی کوئی حد نہیں اور نہ اس کے لیے فناء و زوال ہے بندہ کو چاہیئے کہ اپنے علم اور قوت پر گھمنڈ نہ کرے۔ بڑھاپے میں نہ علم رہتا ہے نہ قدرت رہتی

www.ahlehaq.org

ہے۔اب آئندہ آیت میں انسان کے حالات مختلفہ سے اپنی قدرت پر استدلال فرماتے ہیں خلاصہ یہ کہ انسان کا عدم سے وجود میں آنا اور پھر اس کا نشوونما پانا اور بچپن اور جوانی اور بڑھاپے کی منزلیں طے کر کے پردۂ عدم میں پہنچ جانا یہ تمام امور نہ اتفاقی ہیں اور نہ طبعی ہیں بلکہ کسی علیم وقدیر کی قدرت کا کرشمہ ہیں ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے عمروں کا تفاوت بیان کیا اب آئندہ، ارزاق کا تفاوت بیان کرتے ہیں کہ جس طرح بنی آدم کی عمریں مختلف اور متفاوت ہیں اسی طرح ان کی روزیاں بھی متفاوت ہیں۔

دلیل ششم

اور من جملہ دلائل قدرت اور الوہیت میں سے ہے کہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی۔ کسی کو امیر بنایا اور کسی کو فقیر بنایا کسی کو مالک اور آقا بنایا اور کسی کو مملوک اور غلام بنایا غرضیکہ بنی آدم کو اوصاف متباین اور متفاوت پر پیدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ سب کا رزق اس کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ بعض کو زیادہ دیتا ہے اور بعض کو کم اور کسی بندہ کے اختیار میں نہیں کہ اس تفاوت کو ختم کر دے اور اس اختلاف اور تفاوت میں اس کی حکمت بالغہ ہے جس کے سمجھنے سے بندوں کی عقلیں قاصر ہیں اور اس کے اسباب کے ادراک سے عاجز اور درماندہ ہیں جس طرح خدا تعالےٰ نے اس ظاہری رزق یعنی مال و دولت میں تفاوت رکھا۔ اسی طرح معنوی رزق یعنی علم وعقل اور فہم اور حسن صورت اور حسنِ سیرت اور صحت اور مرض اور ضعف اور قوت اور بصارت اور بصیرت میں بھی تفاوت رکھا کسی کو زیادہ عقل دی اور کسی کو کم کسی کو قوی اور جسیم اور ہیکل بنایا اور کسی کو ضعیف اور ناتواں بنایا کسی کو عاقل اور کسی کو نادان کسی کو عالم اور کسی کو جاہل کسی کو حسین اور کسی کو بدشکل بنایا۔ غرض یہ کہ دنیا کا سارا نظام اسی اختلاف اور تفاوت پر مبنی ہے اگر سب یکساں ہو جائیں تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور یہ تفاوت اور تقسیم اللہ کی قدرت اور حکمت کا کرشمہ ہے اگر یہ بات علم و عقل اور فہم اور دانش پر موقوف ہوتی تو دنیا میں کوئی بدعقل اور جاہل دولت مند اور مالدار نظر نہ آتا اور کوئی عالم اور عاقل دنیا میں خوار اور نادار نہ ہوتا۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے ظاہری صورت کے لحاظ سے سب انسان یکساں ہیں۔ مگر صفات اور کمالات کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ کارخانۂ عالم انہی اختلافات اور تباین و تفاوت پر مبنی ہے اگر سب آدمی سب باتوں میں یکساں ہو جائیں تو کیوں کوئی حاکم ہو اور کوئی محکوم اور کوئی مالدار اور کوئی نادار اور کوئی مالک مکان اور کوئی کرایہ دار۔ اور دنیا کا کارخانہ اسی اختلاف سے چل رہا ہے پس جن کو اللہ کی طرف سے رزق میں فضیلت اور وسعت دی گئی اور اللہ نے ان کو سردار اور امیر اور دولت مند بنایا اور ان کے پاس مال و دولت بھی ہے اور ان کے پاس غلام بھی ہیں وہ اپنی روزی اور دولت اپنے غلاموں کو دینے والے نہیں کہ وہ سب آقا اور غلام اس روزی میں برابر ہو جائیں۔ یعنی آقا اور مالدار اس پر راضی نہیں کہ اپنے مال و دولت کو اپنے غلاموں پر اس طرح تقسیم کر دیں کہ غلام اور آقا سب برابر ہو جائیں۔ حالانکہ وہ بھی تمہارے ہم جنس اور مثل اور ہم شکل ہیں۔

www.ahlehaq.org

اور وہ مال ان کا مخلوق (پیدا کیا ہوا نہیں) پس یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کی مملوک اور اس کی مخلوق خدا کی خدائی میں شریک ہو جائے۔ عجیب احمق لوگ ہیں کہ اپنے غلاموں کو تو اپنا شریک اور برابر بنانا پسند نہیں کرتے مگر خدا کے غلاموں کو اور اس کے پیدا کیے ہوئے بندوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کوئی آقا اس بات پر راضی نہیں کہ اس کا غلام اس کے مساوی اور برابر ہو جائے غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتے پس جب کہ دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک اور مملوک میں شرکت اور مساوات نہیں تو خالق اور مخلوق کو معبودیت میں کیسے برابر کیا جا سکتا ہے پس جب کہ تمہارے غلام شریک اور برابر نہیں ہو سکتے تو اللہ کے بندے اور اس کے غلام اس کی الوہیت میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔

حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو آپؓ کی طرف سے کوفہ، بصرہ کے گورنر تھے خط لکھا۔

اقنع برزقك من الدنيا فان الرحمان فضّل بعض عبادهٖ علىٰ بعض فى الرزق بلاء مبتلى بهٖ كما يبتلى من بسطه كيف شكره لِلّٰه واداءه الحق الذى افترض عليه فيما رزقهٗ وخوّلهٗ۔

(رواہ ابن ابی حاتم)

اے ابُو موسیٰ! تو اپنے اس رزق پر قناعت کر جو تجھ کو دنیا میں ملا ہے کیونکہ رحمٰن نے اپنے بعض بندوں کے اعتبار سے رزق زیادہ دیا ہے اور یہ رزق من جانب اللہ ابتلاء اور امتحان ہے جس کے ذریعہ ہر ایک کا امتحان کرتا ہے پس جس کو رزق زیادہ دیا اس کا امتحان اس طرح ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اللہ کی دی ہوئی دولت کا شکر بجا لاتا ہے اور جو حق تعالےٰ نے اس پر اس مال و دولت میں فرض کیا تھا۔ وہ اس کو کیوں کر ادا کرتا ہے۔

(ابن ابی حاتمؒ نے اس روایت کو روایت کیا)

معلوم ہوا کہ بنی آدم میں امیری اور فقیری تونگری اور تنگ دستی میں تفاوت من جانب اللہ ہے جس کو اللہ نے مال و دولت دیا اس پر اللہ کا شکر اور مال کا حق ادا کرنا واجب ہے اور جس کو اللہ نے مفلس بنایا اس پر صبر اور قناعت واجب ہے فقیر اور نادار کو یہ تو اجازت ہے کہ صنعت و حرفت یا تجارت یا زراعت کے ذریعہ حلال طریقہ سے جس طرح چاہے دولت حاصل کرے اس پر کوئی تحدید نہیں۔ لیکن کسی نادار کو ازراہِ حسد و رقابت کسی مالدار کے مال پر نظر کرنا ناجائز اور حرام ہے جیسے آج کل اشتراکی لوگ مزدوروں کو اکسا رہے ہیں کہ تم دولت مندوں اور سرمایہ داروں کی دولت کو لوٹ لو اور مساوات کا دلفریب نعرہ لگا کر جاہلوں کو اس پر آمادہ کر رہے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ رزق میں مساوات عقلاً محال ہے رزق کا تفاوت قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا اور بفرض محال اگر ملک کا مال و دولت سب پر برابر تقسیم ہو گیا تو یہ بتلائیں کہ علم اور عقل اور حسن و جمال اور قوت و صحت اور بیماری

www.ahlehaq.org

اور موت وحیات میں مساوات کی کیا صورت ہوگی کسی کو ایک چپاتی کھانا مشکل ہے اور کوئی دس نان کھا کر بھی ڈکار نہیں لیتا اگر سب کے سامنے دس دس نان رکھ دیئے گئے تو سب کے معدے کی اشتہاء اور سب کی بھوک کیسے برابر ہوگی مطلب یہ ہے کہ رزق ظاہری اور باطنی سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہا کم دیا اور جس کو چاہا زیادہ دیا کیا یہ لوگ خدا کی نعمت کا انکار کرتے ہیں.

جب یہ ثابت ہوگیا کہ سب نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں تو پھر کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا اس کی نعمت سے منکر ہونا ہے جیسا کہ منجمین اور طبعیین خدا تعالےٰ کی نعمتوں کو کواکب اور نجوم کی طرف اور مادہ اور طبیعت کی طرف منسوب کرتے ہیں بس یہی اللہ کی نعمت سے انکار کرنا ہے.

دلیل ہفتم اور من جملہ دلائلِ قدرت و وجوہِ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں اور پھر تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا کیے تاکہ تمہاری نوع اور نسل باقی رہے اور پاکیزہ اور لذیذ چیزوں میں سے تمہیں رزق دیا تاکہ تمہارا وجود شخصی باقی رہ سکے تمہاری راحت و آرام کے لیے بیبیاں پیدا کیں اور خدمت کے لیے اولاد دی کہ تمہاری خدمت کرے اور تمہارے بعد تمہاری نسل باقی رہے اور بقا اور زندگی کے لیے پاکیزہ چیزیں تم کو عطا کیں کیونکہ بقا اور زندگی رزق پر موقوف ہے کیا توحید کے ان دلائل واضحہ کے بعد بھی یہ لوگ بے حقیقت اور بے بنیاد چیز پر اعتقاد اور ایمان رکھتے ہیں باطل سے مراد شرک اور بت پرستی ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "یعنی بتوں کا احسان مانتے ہیں کہ بیماری سے چنگا کیا۔ یا بیٹا دیا یا روزی دی اور یہ سب جھوٹ ہے وہ جو سچ دینے والا ہے اس کے شکر گزار نہیں" اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو آسمان اور زمین سے ذرہ برابر رزق پہنچانے کی مالک نہیں نہ آسمان سے مینہ برسا سکتے ہیں اور نہ زمین سے کوئی چیز اگا سکتے ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ان کو کچھ اختیار ہے اور نہ قدرت ہے عاجز محض ہیں کسی قسم کی استطاعت نہیں رکھتے پھر کس لیے ان کی پرستش کرتے ہیں پس تم اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو اس کا نہ کوئی مثل ہے اور نہ کوئی شبیہ اور مثیل ہے۔

شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں مشرک کہتے ہیں کہ مالک تو اللہ ہی ہے یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار ہیں اس واسطے ان کو پوجتے ہیں کہ (بڑی سرکار تک ان کے ذریعے ہماری رسائی ہو جائے) سو یہ مثال غلط ہے (اللہ پاک پرچسپاں نہیں) اللہ تعالےٰ ہر چیز آپ کرتا ہے کسی کے سپرد نہیں کر رکھا اور اگر صحیح مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائیں"۔ (موضح القرآن)

مشرکین یہ کہتے تھے کہ خدائے تعالےٰ بادشاہ ہے اور ہم بلا واسطہ بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتے لہٰذا یہ ہمارے لیے وسائل اور ذرائع ہیں ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں گے جس طرح بادشاہ وزیروں کو مختار کار بنا دیتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ یہ مثال غلط ہے اللہ تعالےٰ پرچسپاں نہیں کارخانۂ عالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اس

www.ahlehaq.org

کے علم اور ارادہ اور مشیّت سے ہو رہا ہے. سلاطین دنیا کی طرح نہیں کہ وہ اپنے ماتحت حکام کو اختیارات تفویض اور سپرد کر دیتے ہیں کہ تفویض تو ارادہ اور اختیار سے کیا لیکن تفویض کے بعد وہ ماتحت حکّام ان اختیارات کے استعمال میں آزاد ہیں بغیر بادشاہ کے علم اور بغیر اس کے ارادہ اور بغیر اس کی اجازت کے بہت سے کام کر گزرتے ہیں جیسے بسا اوقات وزراء کوئی فیصلہ کر گزرتے ہیں اور بادشاہ کو اس فیصلہ کا مطلق علم نہیں ہوتا اور بادشاہ کے ارادہ اور مشیّت کو اس فیصلہ کے صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں ہوتا سو بارگاہِ خداوندی میں یہ بات ممکن نہیں اس لیے کہ عقلاً یہ محال ہے کہ خدا اپنی قدرت اور اختیار کو کسی کے تفویض کر دے بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے کوئی شئ اس کے دائرۂ علم اور ارادہ اور مشیّت سے باہر نہیں۔ عالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے خواہ بواسطۂ اسباب ہو یا بلا واسطۂ اسباب ہو وہ سب اس کے علم محیط اور اس کے ارادہ اور مشیّت سے وقوع پذیر ہو رہا ہے لہٰذا ہر کلی اور جزئی میں اسی کو فاعل حقیقی سمجھ کر اسی کو اپنا معبود اور مستعان سمجھو بلا واسطہ سب تمہاری سُنتا ہے اور بغیر کسی کے خبر دیئے ہوئے تمہارا سب حال جانتا ہے بادشاہوں کو وزیر اور پیش کار کی اس لیے ضرورت ہے کہ انہیں بیٹھے پیچھے کی خبر نہیں اور سارے کام خود انجام نہیں دے سکتے۔ اس لیے معین اور مددگار کے محتاج بنے اور خدا تعالیٰ علیم و خبیر اور مالک و قدیر ہے وہ غنی اور بے نیاز ہے اسے کسی وزیر اور مشیر کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے کارخانۂ ربوبیت میں کوئی دخیل ہے اور نہ وہاں کسی کا زور ہے لہٰذا خداوندِ ذوالجلال کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے معلوم ہوا کہ جو مثال تم نے بیان کی وہ غلط ہے اگر صحیح مثال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لیے دو مثالیں بیان کرتے ہیں غور سے ان کو سنو۔

مثالِ اوّل اللہ تعالےٰ نے شرک کے بطلان ظاہر کرنے کے لیے ایک مثال بیان فرمائی فرض کرو کہ ایک غلام ہے جو دوسرے کا مملوک ہے اور ایسا غلام ہے کہ وہ کسی تصرّف پر قادر نہیں۔ کیونکہ بعضے غلام ایسے ہوتے ہیں کہ آقا ان کو تصرفات کی اجازت دیدیتا ہے جیسے عبد ماذون اور جیسے مکاتب کہ آقا نے اس کو نوشتہ دے دیا کہ اس قدر روپیہ کما کر دے دے تو آزاد ہے پس ان کو کچھ تصرّف کی اجازت نہ ہو۔ پس ایک تو ایسا ہے کہ عبد مملوک ہے کسی تصرف پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور ایک شخص وہ ہے کہ جس کو ہم نے اپنے پاس سے اور اپنے فضل سے عمدہ روزی دی یعنی وسعت اور کثرت سے اس کو ایسا رزق دیا جو لوگوں کی نظروں میں اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس کو اس کا مالک اور مختار بنایا پس وہ شخص ہمارے دیئے ہوئے رزق حسن میں سے خیرات کی راہوں میں اور طرح طرح کی نیکیوں میں پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتا ہے یعنی جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور کسی سے نہیں ڈرتا کیا یہ دو شخص برابر ہو سکتے ہیں یعنی بے اختیار، صاحبِ اختیار آقا کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تو بت تو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عاجز ہیں وہ قادر مطلق کے کیسے شریک ہو سکتے ہیں اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ جب مالک مجازی اور مملوک برابر نہیں ہو سکتے تو مالک حقیقی اور مملوک حقیقی کب برابر ہو سکتے ہیں حالانکہ آقا اور غلام تو نفس خلقت اور صورت بشری میں دونوں مساوی

www.ahlehaq.org

ہیں۔ مگر بایں ہمہ دونوں برابر نہیں تو اللہ جو کہ قادر مطلق اور مالک مطلق ہے اس میں اور بتوں کے درمیان مساوات کیونکر ہو سکتی ہے جو نہ کسی شئ کے مالک ہیں اور نہ کسی شئ پر قادر ہیں اور دنیا کا کوئی عاقل، قادر اور عاجز کے درمیان مساوات کا قائل نہیں۔

اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ مثال مؤمن اور کافر کی ہے کافر عبد مملوک ہے جو کسی شئے پر قادر نہیں کیونکہ جب وہ اللہ کی عبادت سے اور اس کی توفیق سے محروم ہے اور اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے محروم ہے تو گویا وہ ایک غلام حقیر و ذلیل ہے اور عاجز ہے جو کسی شئے پر قادر نہیں خدا تعالے نے اس کو تصرّف سے روک رکھا ہے اور مؤمن وہ شخص ہے کہ جس کو اللہ نے اپنے پاس سے رزق حسن۔ یعنی حلال روزی دی اور وہ دن رات اللہ کی عبادت میں لگا ہوا ہے اور اپنے مال کو راہِ خدا میں پوشیدہ اور علانیہ طور پر جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے تو یہ دونوں شخص برابر نہیں نہ آزاد اور غلام برابر ہے نہ بخیل اور سخی برابر ہے اور نہ نافرمان (کافر) اور فرماں بردار (مؤمن) برابر ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب کا خالق اور تمام کائنات کا مالک مطلق اور مختار مطلق ہے اور تمام کائنات اسی کی مملوک اور غلام ہے لیکن باوجود اس کے یہ لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نادان اور بے عقل ہیں کہ صاف اور واضح بات کو بھی نہیں سمجھتے اور بایں ہمہ بتوں کو مستحق تعریف سمجھتے ہیں۔

دوسری مثال

اور اگر اس مثال سے ان پر حق واضح نہ ہو تو اللہ نے ان کے لیے ایک دوسری مثال بیان فرمائی۔ فرض کرو کہ دو شخص ہیں ان میں کا ایک تو گونگا غلام ہے اور بہرا بھی ہے کیونکہ جو پیدائشی گونگا ہوتا ہے وہ بہرا بھی ہوتا ہے کہ کسی بات پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے یعنی وہ کسی کام کا نہیں اور نہ اس سے کسی بھلائی کی توقع ہے۔ وہ آقا اس کو جہاں بھیجے وہاں سے کوئی خیر اور بھلائی لے کر واپس نہ آئے کیا ایسا منحوس غلام اس مبارک شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم کرتا اور خود سیدھی راہ پر ہے یعنی اس کے ہوش و حواس درست ہیں نہایت عقلمند اور دیانت دار اور نیک کردار ہے جو شخص خود صاحب فہم و فراست نہ ہو وہ دوسروں کو انصاف اور نیکی کی کیسے ہدایت کر سکتا ہے پس جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو یہ گونگے اور بہرے بُت خداوند پروردگار کے کیسے برابر ہو سکتے ہیں اور بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ یہ کافر اور مؤمن کی مثال ہے کافر اندھے اور بہرے اور گونگے غلام کی طرح ہے نہ حق کو دیکھتا ہے اور نہ حق کو سنتا ہے اور ناکارہ اور نکمّا ہے آقا کا کوئی کام نہیں کرتا۔ اور مؤمن قانت، سیدھی راہ پر جا رہا ہے اور دوسروں کو بھی اس راہ پر لے جانا چاہتا ہے یہ دونوں شخص کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں" یعنی خدا کے دو بندے ایک بہت نکمّا نہ ہل سکے اور نہ چل سکے جیسے گونگا غلام۔ دوسرا رسول ہے جو اللہ کی راہ بتادے ہزاروں کو اور بندگی پر قائم ہے اس کے تابع ہونا بہتر ہے یا اس کے" (انتہی) حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں حاصل ایں دو مثل آنست کہ

www.ahlehaq.org

آں چہ در عالم تصرف ندارد باخدا برابر نیست چنانچہ مملوک ناتواں با مالک توانا برابر نیست و چناں کہ گنگ بے تمیز با صاحب ہدایت برابر نیست" (انتہیٰ)

حق تعالیٰ نے ابطال شرک کے لیے دو مثالیں بیان فرمائیں اب مزید دلائل توحید بیان کرتے ہیں۔

دلیل ہشتم۔ کمال علم و کمال قُدرت

اور من جملہ دلائل الوہیت کے اس کا کمال علم اور کمال قدرت ہے اس لیے کہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں اللہ ہی کو معلوم ہیں اس سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں ہو یہ اس کا کمال علم ہوا۔ اور منجملہ غیب کے قیامت بھی ہے اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں اور نہیں ہے قیامت کا کام مگر ایسا جیسے پلک جھپکنا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک مطلب یہ کہ مردوں کا دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں جب اللہ چاہے گا آناً فاناً ہو جائے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس کام کا وہ ارادہ کرتا ہے وہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے ہو جاتا ہے یہ اس کے کمال قدرت کی دلیل ہے خلاصۂ کلام یہ کہ جس کا علم اور قدرت عالم کے ذرّہ ذرّہ کو محیط ہو کون اس کا ہمسر ہو سکتا ہے۔

دلیل نہم

اور منجملہ دلائل قدرت و وجوہ نعمت یہ امر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم اس وقت کچھ نہیں جانتے تھے نو ماہ سے ماں کے پیٹ میں محبوس تھے اور خون وحیض تمہاری غذا تھی ولادت کے بعد تم جیل خانہ سے باہر نکلے اور آنکھ کھولی اور اس عالم کو دیکھا دیکھ کر حیران رہ گئے سمجھ میں کچھ نہ آیا اور بعد ازاں اللہ نے بنا دیئے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ آنکھ اور کان سے محسوسات کا ادراک کرو اور دل سے معقولات کا ادراک کرو اور عقل سے خیر و شر اور ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کا فرق سمجھو اور غور کرو کہ آنکھ اور کان اور دل کیسی نعمتیں ہیں شاید تم ہمارا احسان مانو اور ہمارے عطا فرمودہ حواسِ ظاہرہ و باطنہ کو ہماری معرفت اور محبت میں لگا ڈالو۔ اور اپنے منعم و محسن کا شکر کرو کہ تم کو کیسی تاریک اور گندی جگہ سے نکال کر کہاں پہنچا دیا۔ تمام دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہونے کا ذریعہ آنکھ اور کان اور عقل ہیں اور اگر وہ اپنی رحمت سے تم کو آنکھ اور کان اور عقل نہ دیتا تو ذرا غور کرو کہ پھر تم کیا ہوتے "شُکر" کی حقیقت یہ ہے کہ منعم کی دی ہوئی نعمت کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرو اور اس کی نعمت کو امانت سمجھو معصیت سے بچاؤ۔ نِعَم کو خلاف حکم صرف کرنا یہ خیانت ہے بہرحال تمہارا اس طرح پیدا ہونا یہ اس کی دلیل ہے کہ تم خود بخود پیدا نہیں ہو گئے بلکہ کسی علیم و قدیر نے تم کو پیدا کیا ہے۔

دلیل دہم

اور من جملہ دلائل قدرت کے خلا میں اڑنے والے پرند بھی ہیں کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نظر نہیں کی جو بحکم خداوندی آسمان کے خلاء یعنی ہوا میں معلق ہیں۔ کعبِ احبارؓ کہتے ہیں کہ پرندہ بلندی میں بارہ میل تک اڑ سکتا ہے اس سے اوپر نہیں جا سکتا اللہ کے سوا ان کو اور کوئی اس خلا میں تھامے ہوئے نہیں بے شک اس تسخیر میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

www.ahlehaq.org

جو اللہ کو مانتے ہیں وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور وحدانیت کو سمجھ جاتے ہیں اور جو مؤمن نہیں وہ ان نشانیوں پر نظر نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پرندوں کو عجیب طور سے پیدا کیا کہ ان کے دو بازو ہیں ان کو پھیلا کر ہوا میں اڑتے ہیں اور ان میں اڑنے کی قوت پیدا کی وہ پَر پھیلا کر ہوا میں اس طرح اڑتے ہیں جیسے کوئی پانی میں تیرتا ہے اور سوائے اللہ کے کوئی چیز ان کو ہوا میں روکنے اور تھامنے والی نہیں نہ اوپر سے کوئی چیز پکڑے ہوئے ہے اور نہ نیچے سے ان کو کوئی چیز تھامے ہوئے اور سہارا دیئے ہوئے ہے ورنہ ان کے ثقلِ جسمانی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اُوپر سے نیچے گر پڑتے اور ان کا جسمِ ثقیل ہوائے لطیف کو چیرتے ہوئے اوپر چڑھتا ہے اور اڑتا ہے اور پھر ہوا کو چیرتا ہوا نیچے اترتا ہے اس عجیب و غریب تسخیر میں اللہ کی قدرت اور وحدانیت کی کھلی نشانیاں ہیں غرض یہ کہ پرندوں کا ہوا میں معلق روکنا یہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے شیفتگان اسباب و علل و دلدادگان فلسفہ ان چیزوں کے جو اسباب طبعی بیان کرتے ہیں وہ سب پادر ہوا ہیں اور انکی کوتاہ نظری اور کج عقلی کی نشانیاں ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"یعنی ایمان لانے میں بعض اٹکتے ہیں۔ معاش کی فکر سے سو فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لایا اسباب کمائی کے۔ آنکھ۔ کان دل اللہ ہی دیتا ہے اڑتے جانور اَدھر میں کس کے سہارے رہتے ہیں"۔

(موضح القرآن)

دلیل یازدھم اور من جملہ دلائل قدرت الوہیت یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے حالت حضر میں تمہارے گھروں میں سے جائے سکونت بنائی جہاں تم آرام کر سکو انسان معاش کے لیے حرکت کرتا ہے اور حرکت کے بعد اس کو سکون کی حاجت ہوتی ہے تو اس نے تمہارے لیے بُیوت اور مساکن بنا دیئے اور حالت سفر میں چوپایوں کی کھالوں سے اس نے تمہارے لیے گھر بنا دیئے یعنی خیمے تم ان کو اپنے سفر کے دن اور حالت سفر میں ہلکا پاتے ہو اور بے تکلف اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے ہو۔ مٹی اور پتھر کے گھروں میں یہ بات حاصل نہیں خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و حسان سے ہماری آسائش کے لیے ہمیں رہنے کو دو گھر دیئے ایک تو وہ جو مٹی اور پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں اور اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے دوسرے وہ گھر جنہیں جہاں چاہیں لے جائیں جیسے خیمے جو سفر اور حضر دونوں حال میں آسان اور ہلکے ہیں یہ سب اللہ کا فضل ہے اور احسان ہے اور اللہ نے تمہاری آسائش کے لیے بھیڑوں کے بالوں اور اونٹوں کے بالوں اور بکریوں کے بالوں سے اثاثہ اور سامان منفعت بنایا جس سے تم ایک وقت اور مدت تک نفع اٹھاؤ یعنی ان کے کہنہ ہونے تک یا وقت موت تک اس سامان سے نفع اٹھاؤ۔

دلیل دوازدھم اور من جملہ دلائل قدرت والوہیت یہ امر ہے کہ اللہ نے تمہاری راحت اور محافظت کی چیزوں کو پیدا کیا چنانچہ تمہارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں

www.ahlehaq.org

میں سے بعض سے تمہارے لیے سایہ بنا دیا جس سے تم گرمی اور سردی اور برف و باراں وغیرہ کی تکلیف سے بچتے ہو۔ سایہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے سایہ میں آدمی رہتا ہے جیسے مکان اور دیوار اور درخت وغیرہ اگر وہ اپنی رحمت سے سایہ دار چیزیں نہ پیدا کرتا تو سردی اور گرمی سے حفاظت مشکل ہو جاتی۔

دلیل سیزدھم اور من جملہ دلائلِ قدرت والوہیّت یہ امر ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپ رہنے کو جگہیں بنائی ہیں۔ یعنی غار وغیرہ بنائے جہاں سردی اور گرمی اور بارش اور دشمن اور موذی جانور سے محفوظ رہ سکے اور جس میں گھر بنانے کی استطاعت نہ ہو وہ وہاں پناہ لے سکے یہ سامان حفاظت بھی اسی کی قدرت اور نعمت کا کرشمہ ہے۔

دلیل چہاردھم اور من جملہ دلائلِ قدرت و وجوہِ نعمت یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں۔ سرابیل سے مطلق لباس مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تم کو گرمی سے بچاتا ہے اور سردی سے بھی بچاتا ہے۔ مگر آیت میں ایک شِق کو بیان کر دیا تو دوسری شِق کو اس پر قیاس کر لیا جائے چونکہ عرب میں گرمی کی شدّت تھی اس لیے آیت میں صرف حَرّ کا ذکر فرمایا اور برد کا ذکر نہیں فرمایا۔ نیز اللہ تعالےٰ نے مختلف مواضع میں اپنی مختلف نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کسی جگہ گرمی سے حفاظت کا ذکر فرمایا اور کسی جگہ سردی کے سامانِ حفاظت کا ذکر فرمایا ——— نیز گرمی سے حفاظت اور بچاؤ کا سامان برودت ہی کے حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے اس لیے تَقِیْکُمُ الْحَرَّ میں حَرّ کے ذکر پر اکتفاء کیا اور اس طرح نہیں فرمایا کہ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ، اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے ایسے کُرتے بھی بنائے جو تم کو آپس کی لڑائی کی زد سے بچائیں جیسے زرہیں اور جو ہتھیار جنگ میں بچاؤ کے لیے پہنے جاتے ہیں۔

امتنان بر اتمامِ احسان

اب ان دلائل قدرت و وجوہ نعمت کے بیان کے بعد فرماتے ہیں اسی طرح اللہ تعالےٰ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم اس منعم حقیقی کے سامنے گردن جھکا دو اور ہر بُنِ مُو سے زبان شکر بن جاؤ پس اگر یہ ناقدرے اور ناشکرے منعم حقیقی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے اعراض کریں تو آپؐ کوئی غم نہ کریں کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ صرف صاف کھول کر اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے ان کے اعراض کا وبال ان کی گردن پر ہے۔ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو خوب پہچانتے ہیں پھر باوجود اس علم یقینی کے ان نعمتوں کے منکر ہو جاتے ہیں ان میں سے بعض اگرچہ شکر گزار بھی ہیں لیکن ان میں کے اکثر ناشکرے ہیں۔ اللہ کے انعامات کو دیکھتے ہیں اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں اور دل سے

www.ahlehaq.org

مانتے ہیں مگر عناد اور ضد کی بناء پر ان کا انکار کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا

اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقے میں ایک بتانے والا پھر

يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾

حکم نہ ملے منکروں کو اور نہ ان سے توبہ مانگیے۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ

اور جب دیکھیں بے انصاف مار پھر ہلکی نہ ہو

عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

ان سے اور نہ ان کو ڈھیل ملے۔ اور جب دیکھیں شریک

أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا

پکڑنے والے اپنے شریکوں کو، بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں

الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۚ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ

جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوا۔ تب وہ ان پر ڈالیں

الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ ۚ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ

بات کہ تم جھوٹے ہو۔ اور آپڑیں اللہ کے آگے اس دن

السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾

عاجز ہو کر، اور بھول جاوے انکو جو جھوٹ باندھتے تھے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ

جو منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے انکو ہم نے بڑھائی

www.ahlehaq.org

عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

مار پر مار ، بدلہ اس کا جو شرارت کرتے تھے ۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ

اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقے میں ایک بتانے والا ان پر انہی

اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَ

میں کا اور تجھ کو لاویں بتانے کو ان لوگوں پر ۔ اور

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ

اُتاری ہم نے تجھ پر کتاب بیورا (کھول سنانے والی) ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ

رَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۲ ۶ ۱۸

اور مہر اور خوشخبری حکمبرداروں کو ۔

ذکرِ قیامت

قال اللہ تعالیٰ ۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

(ربط) یہاں تک حق تعالیٰ نے اپنے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا اور یہ فرمایا کہ بہت سے لوگ اللہ کی نعمت کو خوب پہچانتے ہیں۔ پھر اللہ کی نعمت کے منکر بنے ہوئے ہیں اب قیامت کا ذکر فرماتے ہیں کہ اس دن ان کافروں کو جنہوں نے دیدہ دانستہ حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا کفر کیا اور انکار کیا کیا حال اور مآل ہوگا اس دن سب کا حساب وکتاب ہوگا اور سب سے باز پُرس ہوگی۔ اور سب ذلیل وخوار ہوں گے اور انبیاء کی گواہی سے ان کا جرم ثابت ہوگا۔ گواہی کے بعد کفار اجازت چاہیں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو یہ درخواست منظور نہ ہوگی اور ان کے فرضی معبود ان کی تکذیب کر دیں گے غرض یہ کہ ان آیات میں کفّار کی دار آخرت میں ذلّت ورسوائی کا بیان ہے کہ یہ لوگ اس دن ذلیل وخوار ہوں گے اور ان کو عذر کا موقع بھی نہیں ملے گا کیونکہ اتمام حجّت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب مبین نازل فرمادی ہے جس میں دین و دنیا کے تمام امور کو بتلا دیا گیا ہے ۔

www.ahlehaq.org

چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہ جو ان منکرینِ نعمت کے انکار کا پردہ چاک کرے گا اور ان کے کفر و شرک پر گواہی دے گا کہ ہم نے ان کو خدا کا حکم پہنچا دیا تھا مگر پھر بھی یہ نہ مانے یہ گواہ انبیاء کرامؑ ہوں گے جو اپنی امّت پر ان کے اچھے اور بُرے اعمال پر گواہی دیں گے اور ان کی گواہی پر نہ کوئی جرح کر سکے گا اور نہ قدح جو وہ کہہ دیں گے اسی کے مطابق فیصلہ ہو گا۔ پھر انبیاء کرام کی شہادت کے بعد ان کافروں کو کچھ بولنے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ان سے کوئی معذرت اور توبہ طلب کی جائے گی۔ یعنی ان کا کوئی عذر مسموع نہ ہو گا اس لیے کہ عذر اور توبہ کا وقت گزر چکا ہے۔ آخرت تو دار الجزاء ہے نہ کہ دار العمل۔ اب وقت سزا کا ہے نہ کہ کسی عمل کا۔ اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر اور شرک اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور گواہوں کی گواہی کے بعد ان کے حق میں عذاب کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ لوگ جب عذاب دوزخ کو دیکھیں گے اور دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے تو بلبلائیں گے اور چلائیں گے اور مالک (دوزخ کے مہتمم) سے تخفیفِ عذاب کی درخواست کریں گے تو ان سے نہ عذاب میں تخفیف کی جائے گی کہ ان سے عذاب کچھ ہلکا اور کم کر دیا جائے اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔ کہ چند روز کے وقفہ کے بعد عذاب شروع ہو مطلب یہ ہے کہ گواہوں کی گواہی کے بعد عذاب شدید کا فیصلہ ہو چکا ہے اب اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں کر سکتا اور جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا قیامت کے دن اپنے مقرر کیے ہوئے شریکوں یعنی بتوں اور معبودوں کو دیکھیں گے جنہیں خدا کا شریک کہتے تھے تو بطور اقرار جرم و خطا اپنے اوپر سے الزام اٹھانے کے لیے یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہ ہمارے مقرر کیے ہوئے شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا معبود کہہ کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارا کرتے تھے انہیں کی وجہ سے ہم گمراہ ہوئے اور انھیں کی وجہ سے ہم مارے گئے۔ ورنہ ہم تو بے قصور ہیں۔ شاید یہ کہنا اس غرض سے ہو گا کہ اس بہانہ سے عذاب میں کچھ کمی واقع ہو جائے یا عذاب تقسیم ہو جائے۔ ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور اپنی خفت اور ندامت دور کرنے کے لیے اس قسم کی باتیں کرتا ہے تو وہ شرکاء ڈر جائیں گے کہ ہم سے باز پرس نہ ہونے لگے۔ اپنی بے تعلقی ظاہر کرنے کی غرض سے بات انہیں کی طرف ڈال دیں گے اور فوراً ان کے جواب میں کہیں گے بلاشبہ تم جھوٹے ہو اور تمہارا ہم پر گناہ کا حوالہ کرنا اور اپنے جرم کا ہم کو سبب قرار دینا سب جھوٹ ہے ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ ہم خدا کے شریک اور تمہارے حاجت روا ہیں تم ہماری پرستش کرو تم ہماری پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشوں کی پرستش کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "جو لوگ پوجتے ہیں بزرگوں کو وہ بزرگ بے گناہ ہیں ایک شیطان اپنا وہی نام رکھ کر آپ کو پُجواتا ہے اسی سے ان کو کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو"۔

غرض یہ کہ معبود۔ عابدوں کی تکذیب کریں گے اور اپنی برات اور بے تعلقی کا اظہار کریں گے تا کہ ہم پر کوئی آفت اور مصیبت نہ آئے۔ انبیاء اور ملائکہ اور شیاطین جن کو مشرکین نے معبود بنایا ہوا تھا۔

www.ahlehaq.org

وہ تو ان کی تکذیب کردیں گے اور کہہ دیں گے کہ تم جھوٹے ہو اور بُت اگرچہ دنیا میں نہیں بول سکتے مگر قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ان کو گویائی عطا کردے گا تاکہ کفار اور مشرکین پشیمان ہوں کہ ہمارے معبود خود ہم کو جھوٹا بتلا رہے ہیں اور جب پیغمبروں اور فرشتوں کی تکذیب سے یہ بدنصیب ذلیل وخوار ہوجائیں گے۔ اور ان پر اللہ کا الزام قائم ہوجائے گا تو دوسری فکر کریں گے اور وہ یہ کہ اللہ کی طرف اطاعت اور فرمانبرداری کو ڈالیں گے یعنی جب اپنے معبودوں کی شفاعت سے ناامید ہوجائیں گے تو اپنے گناہ کا اقرار کرکے حکم الٰہی کے سامنے گردن ڈال دیں گے مگر اس وقت کی اطاعت اور انقیاد کچھ نفع نہ دے گی۔

ع چوں کار ز دست رفت فریاد چہ سود

اور ان کی ساری افتراء پردازی جاتی رہے گی۔ یعنی دنیا میں جو افتراء کرتے تھے کہ بت ہماری شفاعت اور دستگیری کریں گے۔ وہ سب بیکار ثابت ہوگا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ ان کی تکذیب کریں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ سب جھوٹے ہیں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں یہ تو کمبخت خود ہی کافر ہوئے اور دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے باز رکھا ہم ان پر عنقریب عذاب زیادہ کریں گے ایک عذاب تو ان کے ذاتی کفر کے مقابلہ میں ہوگا اور دوسرا عذاب بمقابلہ ان کے فساد کے ہوگا کہ دوسروں کو اسلام لانے سے روکتے تھے خود بھی طریقِ حق کو اختیار نہ کیا اور دوسروں کو بھی اس راہ پر چلنے سے روکا اس لیے دوہرے عذاب کے مستحق ہوئے کفر کرنا اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکنا اور مسلمان کو ستانا اور اس کی تحقیر کرنا اور احکام شریعت کے اجراء وتنفیذ میں مزاحمت کرنا یہی سب سے بڑا فساد ہے کفر اور شرک سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں غرض یہ کہ ہر نبی اپنی امت کے اعمال اور احوال پر گواہ ہوں گے۔

اب آئندہ آیت میں مضمون ہٰذا کی تاکید ہے البتہ اتنی بات زیادہ ہے کہ آئندہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کا ذکر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو جس دن ہر امت میں سے ان پر ایک گواہ کھڑا کریں گے یعنی اس امت کا پیغمبر جو ان پر گواہی دے گا اور وہ گواہ ان ہی میں سے ہوگا یعنی انہی کی قوم میں سے ہوگا تاکہ ان پر حجت پوری ہوجائے اور عذر ومعذرت کی گنجائش نہ رہے اس دن کافروں کی مٹی بہت خراب ہوگی۔ اور ہم لائیں گے تجھ کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں پر یعنی تیری امت پر گواہ کہ تو مؤمنوں کے ایمان کی اور کافروں کے کفر کی گواہی دے اور بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ هٰٓؤُلَآءِ سے انبیاء سابقینؑ مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب امتیں اپنے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کریں گی اور یہ کہیں گی کہ ہم کو اللہ کا پیغام نہیں پہنچا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ تمام احکام کو صاف صاف اور اچھی طرح پہنچا دیا۔ اور یہ کفار اور منکرین جھوٹے ہیں اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بلکہ افضلیت اور کافروں کی فضیحت ظاہر ہوگی بہرحال یہ قیامت کے دن تمام انبیاءؑ اور امم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اور آپؐ کی سیادت وافضلیّت کی دلیل ہے۔

اور علاوہ ازیں آپؐ کی نبوت ورسالت اور آپ کی سیادت وافضلیّت کی ایک دلیل یہ ہے کہ

www.ahlehaq.org

ہم نے آپؐ پر یہ کتاب یعنی قرآن اتارا جس میں دنیا و دین کی سب چیزوں کا بیان ہے یعنی تمام علوم و ہدایت اور اصولِ دین اس جامع کتاب میں صراحۃً یا اشارۃً اور کنایۃً یا بطور حوالہ اس میں موجود ہیں بعض چیزیں صراحۃً قرآنِ کریم میں مذکور ہیں اور بعض چیزیں قرآن کریم میں اجمالاً اور اشارۃً مذکور ہیں لیکن ان کی تفصیل و تشریح کو خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کے حوالہ کیا مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور حکم دیا کہ ہمارے نبی کا اتباع کرو وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اگر سنّت نبویؐ میں کوئی اشتباہ پیش آئے تو علماء ربّانیین اور راسخین فی العلم کا جس چیز پر اجماع اور اتفاق ہو جائے اس کا اتباع کرو جیسا کہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ میں سبیل المؤمنین سے اہل علم کا اجماع اور اتفاق مراد ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنّت کے اتباع کا حکم دیا ہے اور خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے ان امور میں جن کا حکم صراحۃً کتاب و سنت میں نہ پایا وہاں قیاس اور اجتہاد سے کام لیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ اسی طرح سے اجماع اور قیاس بھی علوم قرآنیہ سے ہوگا جس طرح حدیث نبویؐ قرآن کریم کی تفسیر ہے اسکا غیر نہیں اسی طرح اجماع صحابہؓ اور قیاس صحابہؓ حدیث نبویؐ کی شرح اور اس کی توضیح ہے اور تلویح ہے اس کا غیر نہیں اس طرح سے تمام چیزوں کا بیان قرآن میں ہے اور یہ جامع کتاب یعنی قرآن خدا کے فرمانبردار بندوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے اور بشارت ہے۔ یعنی یہ کتاب مستطاب سارے عالم کے لیے مشعلِ ہدایت ہے راہ حق دکھاتی ہے اور فرماں برداروں کے لیے باران رحمت اور جنّت کی بشارت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو، اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے

الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ

کے، اور منع کرتا ہے بے حیائی کو اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ

تم کو سمجھاتا ہے شاید تم یاد رکھو۔ اور پورا کرو اقرار اللہ کا

اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

جب آپس میں اقرار دو، اور نہ توڑو قسمیں پکی کیے پیچھے اور کرکر

www.ahlehaq.org

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ کو اپنا ضامن ۔ اللہ جانتا

يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ

ہے جو کرتے ہو ۔ اور نہ ہو جیسے وہ عورت کہ توڑا

غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ

اپنا سوت کاتا محنت کیے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ۔ کہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں بیٹھنے

دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ

کا بہانہ ایک دوسرے میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو کر زیادہ چڑھ رہا

اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ

دوسرے سے، تو یہ اللہ پرکھتا ہے تم کو اس سے۔ اور آگے کھول دے گا اللہ تم

الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

کو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے ۔ اللہ چاہتا تو

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ

تم سب کو ایک ہی فرقہ کرتا ، لیکن بہکاتا ہے جس کو چاہے اور

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

سوجھاتا ہے جس کو چاہے اور تم سے پوچھ ہونی ہے جو کام تم کرتے تھے۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ

اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں رکنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جائے

بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ

کسی کا پاؤں جمے پیچھے اور تم چکھو سزا اس پر کہ تم نے روکا

www.ahlehaq.org

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا

اللہ کی راہ سے۔ اور تم کو بڑی مار ہو ، اور نہ

تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ

لو اللہ کے اقرار پر مول تھوڑا ۔ بے شک جو اللہ کے

هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ

ہاں ہے وہی بہتر ہے تم کو اگر تم جانتے ہو ۔ جو تم پاس ہے

يَنْفَدُ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ

نبڑ جائے گا اور جو اللہ پاس ہے سو رہتا ہے ، اور ہم بدلے میں دیں گے

صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ٹھہرنے والوں کا حق ، بہتر کاموں پر جو کرتے تھے ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ

جس نے کیا نیک کام ، مرد ہو یا عورت اور وہ

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

یقین پر ہے تو اس کو ہم جلاویں گے اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ

ان کو حق ان کا بہتر کاموں پر جو کرتے تھے ۔ سو جب تو پڑھنے

الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾

لگے قرآن ، تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے ۔

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

اس کا زور نہیں چلتا ان پر جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے

www.ahlehaq.org

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ

رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور انہی پر ہے جو اس کو رفیق

يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۱ ۱۳ ۱۹

سمجھتے ہیں، اور جو اس کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

تلقین مکارم اخلاق ومحاسن اعمال وآداب

قال اللہ تعالیٰ۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ... الیٰ... وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ہ

(ربط) گزشتہ آیت میں یہ بتلایا تھا کہ یہ قرآن ہر شئے کا بیان ہے اور وہ ایک جامع کتاب ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور اہل ایمان کے لیے بشارت ہے اب ان آیات میں بتلاتے ہیں کہ یہ قرآن جو اللہ نے آپؐ پر نازل کیا ہے وہ تمام مکارم اخلاق اور محاسن آداب اور اعمال خیر کا حکم دیتا ہے اور تمام برائیوں اور بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے منع کرتا ہے اور قوت غضبیہ اور قوت شہویہ کی اصلاح کرتا ہے کہ نہ کوئی فحش بات زبان سے نکالو اور نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ قسم کھا کر توڑو اور نہ خدا سے بدعہدی کرو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ یہ دنیا دارِ فانی ہے اور قیامت آنے والی ہے۔ جس دن ذرّہ ذرّہ کا حساب دینا ہوگا ایسی کتاب کے کتابِ ہدایت اور کتابِ رحمت اور کتابِ بشارت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور ایسی کتاب کی جامعیت اور کاملیت میں کیا تردّد ہو سکتا ہے گویا کہ گزشتہ آیت (تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ الخ) کی دلیل اور برہان ہے اور چونکہ یہ آیت اجمالاً تمام عقائدِ حقہ اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کے حکم پر اور تمام فواحش اور منکرات اور اعمالِ بد کی ممانعت پر مشتمل ہے تو عجب نہیں کہ شاید اسی جامعیت کے لحاظ سے خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ نے خطبۂ جمعہ کے اخیر میں اس کو درج کرنے کا حکم دیا کہ اس میں تمام اچھی باتوں کا حکم اور تمام بُری باتوں سے ممانعت کا حکم اجمالاً مذکور ہے لہٰذا ایسی کتاب مستطاب پر دوڑ کر ایمان لانا چاہیئے۔ بعد ازاں یہ بتلایا کہ ہدایت اور ضلالت سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے اور اخیر میں یہ بتلایا کہ شیطان کے پنجہ سے رہائی کا طریقہ یہ ہے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو اور اللہ پر بھروسہ رکھو چنانچہ فرماتے ہیں۔

تحقیق اللہ تعالیٰ اس کتاب مستطاب (قرآن) میں جو اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی ہے اور جس میں ہر شئے کا بیان ہے اور جو مسلمانوں کے لیے خاص طور پر ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے خاص طور پر تم کو تین باتوں کا حکم دیتا ہے اوّل عدل اور انصاف کا یعنی بلا کم وبیش سب کے حقوق

www.ahlehaq.org

ادا کرو اور سب چیزوں میں خواہ وہ اعتقاد سے متعلق ہوں اعتدال اور توسط اور میانہ روی کو ملحوظ رکھو ٹھیک افراط اور تفریط کے درمیان چلو۔ ترازو کا کوئی پلہ اِدھر اُدھر جھکنے نہ پائے اور نہ اٹھنے پائے "عدل" کے معنی لغت میں توسط کے ہیں یعنی دونوں جانبیں برابر رہیں نہ حد سے بڑھے اور نہ گھٹے اور آیت میں عدل سے اعتدال کے معنی مراد ہیں یعنی اعتقاد اور اقوال اور افعال سب میں درجۂ اعتدال پر قائم رہو یعنی ہر ایک چیز کو اس کی حد پہ رکھو اور اس سے تجاوز نہ کرو توحید عدل ہے اور شرک ظلم ہے عبادت خالق کا حق ہے نہ کہ مخلوق کا کسی کا حق ادا کرنا یہ عدل ہے اور کسی کا حق دوسرے کو دیدینا یہ ظلم ہے۔

اور دوم یہ کہ اللہ حکم دیتا ہے تم کو احسان اور بھلائی کا یعنی بذاتِ خود لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو مطلب یہ ہے کہ غیر کے مقدمہ میں عدل وانصاف یعنی برابری چاہے اور اپنی طرف سے احسان اور بھلائی چاہے۔ مقامِ احسان۔ مقامِ عدل سے ذرا بلند ہے۔ عدل فرض ہے اور احسان نفل ہے۔ کیونکہ "احسان" ایسے ثواب کو کہتے ہیں جو واجب نہ ہو جیسے صدقۂ نافلہ۔ مقدار واجب پر کمیّت اور کیفیّت کے اعتبار سے زیادتی کا نام احسان ہے اور عبادت میں احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کرے۔ گویا کہ خدا دیکھ رہا ہے اس طرح کی عبادت اپنے ساتھ بھلائی اور نیکو ئی ہے۔ اور معاملات میں احسان یہ ہے کہ اپنے حقوق اور انتقام سے درگزر کرے اور دوسرے کو اس کے استحقاق سے زیادہ نفع پہنچا وے۔ اور سوم یہ کہ اللہ تعالےٰ تم کو حکم دیتا ہے خویش و اقارب کو دینے کا یعنی صلہ رحمی کا کیونکہ اقارب کا حق اجانب سے زائد ہے۔ عدل وانصاف تو دوست دشمن سب کے لیے برابر اور یکساں ہے اور احسان اور مروّت میں بسا اوقات خصوصیت اور رعایت بھی ملحوظ ہوتی ہے یہ صلہ رحمی اگرچہ عدل میں یا احسان میں داخل ہے۔ لیکن صلہ رحمی اور حق قرابت کا لحاظ اور پاسداری ایک مستقل نیکی اور بھلائی ہے اور عظیم احسان ہے اس خصوصیّت کے ساتھ وَ اِیْتَآیِٕ ذِی الْقُرْبٰی کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ کیونکہ قرآن اور حدیث صلہ رحمی سے بھرے پڑے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ لفظ رحم بمعنی قرابت اللہ کے نام پاک رحمٰن سے مشتق ہے۔ جو رحم (قرابت) کو وصل کرے یعنی ملادے اللہ اس کو ملاوے اور جو رحم یعنی قرابت کو قطع کرے اللہ اس کو اپنی رحمت سے منقطع کرے یہی وجہ ہے کہ بعض صورتوں میں قریبی حاجتمند رشتہ دار کا نان ونفقہ واجب ہو جاتا ہے اور بعض صلہ رحمی مستحب ہے جیسے رشتہ دار کو ہدیہ اور تحفہ دینا تاکہ باہمی محبّت اور الفت قائم رہے۔ بہرحال صِلہ رحمی احسان کا فرد اکمل ہے اس لیے خاص طور پر اس کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ کیونکہ قرابت داروں کی روپیہ پیسہ سے مدد کرنا اور ان کے ساتھ احسان کرنا عظیم عبادت ہے جس میں یہ تین صفتیں۔ عدل۔ اور احسان اور صلہ رحمی جمع ہوگئیں اس کی قوت عقلیہ اور ملکیہ مکمل اور مہذب ہوگئی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالےٰ نے جو کتاب ہدایت اور شریعت نازل کی اس میں خاص طور پر تین حکم دیئے ایک عدل وانصاف کا دوم احسان اور مروّت کا۔ سوم صلہ رحمی کا۔ اب آگے ان چیزوں کو

www.ahlehaq.org

بیان کرتے ہیں جن کو خاص طور پر اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے وہ بھی تین چیزیں ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے تین چیزوں سے۔

(۱) بے حیائی سے یعنی ان بُرے کاموں سے جو شہوانی اور نفسانی قوت کے اشارہ پر کیے جائیں جیسے زنا اور لواطت۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۲) اور دوم منع فرماتا ہے اللہ تعالےٰ تم کو اس کام سے جو نامعقول اور ناپسندیدہ ہو جس کے کرنے والے کو لوگ بُرا کہیں۔ "منکر" کے معنی نامعقول اور ناپسندیدہ کے ہیں منکر سے وہ امور مراد ہیں جو شریعت کے نزدیک نامعقول اور ناپسندیدہ ہوں اور قوت غضبیہ اور سبعیہ کے اشارہ سے سرزد ہو رہے ہوں جیسے کسی کو قتل کر دینا یا کسی کا مال غصب کر لینا۔ قوت غضبیہ اور سبعیہ ہی انسان کو ایذا رسانی پر آمادہ کرتی ہے اور یہ امر تمام عقلاء کے نزدیک "منکر" یعنی ناپسندیدہ ہے۔

(۳) اور سوم یہ کہ اللہ تعالےٰ منع کرتا ہے تم کو ظلم اور تعدی سے یعنی اپنی حد سے تجاوز کر کے دوسروں پر غلبہ اور فوقیت کا خواہاں ہونا جسے تکبّر اور تجبّر کہتے ہیں۔ انسان میں جو قوت شیطانیہ اور قوتِ وہمیہ کا مادہ موجود ہے اس سے ظلم و تعدی اور سرکشی نمودار ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں تنبیہ فرما دی کہ ان تینوں قوتوں کو یعنی قوت شہویہ قوّت غضبیہ اور قوّت شیطانیہ کو قابو میں رکھو اور قوت عقلیہ کو ان پر حاکم بناؤ تو تمہاری دنیا اور دین سب درست ہو جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان اوامر و نواہی کے ذریعے تم کو نصیحت کرتا ہے اسی میں تمہاری دنیا اور آخرت کی صلاح و فلاح ہے۔

اوّل کی تین باتیں ہر خیر کی اصل ہیں۔ کسی عارف کا قول ہے کہ ملک اور سلطنت کی بقاء اور استقامت کا دار و مدار انہی چھ چیزوں پر ہے عدل کا ثمرہ فتح و نصرت اور احسان کا نتیجہ حسن ثناء اور نیک نامی ہے اور صلہ رحمی کا فائدہ انس اور الفت ہے اور فحشاء کا نتیجہ دین اور دنیا کی تباہی اور بربادی ہے اور منکر (نامعقول اور ناپسندیدہ) امور کا ثمرہ دشمنوں کو مقابلہ کے لیے آمادہ کرنا ہے اور بغی (یعنی ظلم اور زیادتی) کا نتیجہ مقاصد سے محرومی ہے۔

نکتہ اور اخیر کی تین چیزیں اوّل کی تین چیزوں کے مقابلہ میں ہیں۔ فحشاء عدل کے مقابلہ میں ہے اور منکر احسان کے مقابلہ میں ہے اور بغی ظلم اور زیادتی اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی کے مقابلہ میں ہے۔

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ خیر و شر کی سب سے زیادہ جامع آیت یہ ہے جو سورۂ نحل میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۝ الخ اخرجہ البخاری فی الادب والبیھقی فی شعب الایمان والحاکم وصححہ (روح المعانی ص ۲۰۰ جلد ۱۴)

اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ اعظم اور بزرگ ترین آیت، آیت الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اور خیر و شر کے بارہ میں سب سے زیادہ

www.ahlehaq.org

جامع آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ اور دربارۂ تفویض وتسلیم یعنی سب کاموں کو اللہ کو سونپ دینے اور اس پر بھروسہ کرنے کے بارہ میں سب سے بڑھ کر یہ آیت ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ الخ اور گنہگاروں کے لیے سب سے زیادہ امید دلانے والی یہ آیت ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ، الخ

عثمان بن مظعونؓ اور اکثم بن صیفیؓ وغیرہ اسی آیت کو سُن کر مشرف باسلام ہوئے کہ یہ آیت اعلیٰ ترین مکارم اخلاق کا حکم دیتی ہے اور تمام بے حیائیوں اور برائیوں سے منع کرتی ہے امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ بعض بنو امیہ اپنے خطبوں کے اخیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا غیر مناسب الفاظ سے ذکر کرتے تھے۔ جب عمر بن عبدالعزیزؒ رضی اللہ عنہ رجب ۹۹ھ ہجری میں خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو ممنوع قرار دیا اور حکم دیا کہ خطبے کے اخیر میں یہ آیت پڑھی جائے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ۔ اور سب سے پہلے خود عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس آیت کو خطبہ میں پڑھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ آج بھی یہ سنّتِ حسنہ جاری ہے۔

اور سب سے پہلے خطبہ میں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ الخ خلیفہ مہدی عباسیؒ نے پڑھا۔ بحمد للہ آج تک اس سنّت پر بھی عمل جاری ہے۔ (روح البیان ص۵۳ ج۵، روح المعانی ص۲۰۰ ج۱۴)

ایفائے عہد کی تاکید اکید اور غدر اور بدعہدی سے ممانعت اور تہدید

گزشتہ آیت میں اجمالی طور پر مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا ذکر تھا اب ان میں سے بعض اہم امور کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں یعنی عہد کی پابندی کی تاکید فرماتے ہیں جس پر تمام دینی اور دنیوی کاموں کا دار و مدار ہے۔

یا یوں کہو کہ گزشتہ آیت میں عدل وانصاف کا حکم تھا جس میں ایفاء عہد بھی داخل تھا اور غدر اور بدعہدی مُنکَرْ اور بغی میں داخل تھی۔

اب آگے خاص طور پر ایفائے عہد کی تاکید اور غدر اور بدعہدی کی ممانعت کا ذکر فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں عام طور پر ان چیزوں کا اہتمام نہ تھا اور عہد و پیمان کی کوئی پرواہ نہ تھی جدھر قوّت وکثرت دیکھی ادھر جُھک گئے اور کمزور جماعت کے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال دیا جیسا کہ آج کل مغربی اقوام کا شیوہ ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور تم پورا کرو اللہ کے عہد کو جب عہد کرلو۔ سب سے پہلا عہد جو بندوں نے

www.ahlehaq.org

خدا کے ساتھ کیا وہ عہدِ اَلَسْتُ ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر عہد ہیں خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے وہ سب اس حکم میں داخل ہیں اور ان کا ایفاء واجب اور لازم ہے اور مت توڑو قسموں کو پختہ کرنے کے بعد اللہ کا نام لینے سے قسم پختہ ہو جاتی ہے اور حالانکہ تم عہد کرتے وقت اور قسم کھاتے وقت اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو اس کے بعد اگر تم نے عہد شکنی کی اور قسم کو توڑا تو معلوم ہوا کہ تمہیں اللہ کی پرواہ نہیں تو خوب سمجھ لو کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو قیامت کے دن تمہارے ایفاء اور عہد شکنی کی جزاء و سزا دے گا۔ اور عہد شکنی کر کے تم اس عورت کی مانند نہ بنو۔ جس نے اپنا سوت کاتنے کے بعد توڑ ڈالا اور بوٹی بوٹی کر کے اس نے نوچ ڈالا۔ قریش میں ایک عورت تھی جس کا نام ریطہ تھا وہ بڑی بے وقوف اور احمق تھی۔ صبح سے لے کر دوپہر تک خود بھی سوت کاتتی اور اپنی لڑکیوں سے بھی کتواتی۔ جب دوپہر ہو جاتی تو وہ عورت ان کو حکم دیتی کہ جس قدر سوت تم نے کاتا ہے سب توڑ ڈالو۔ ہمیشہ ہی اس کی عادت تھی۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ محض تمثیل ہے کسی عورت کی طرف اشارہ نہیں اس سے فقط مثال دینا مقصود ہے کہ عہد کا توڑنا ایسا ہی ہے۔ جیسے سوت کات کر اس کو توڑ ڈالنا۔ حق تعالیٰ نے عہد کے توڑنے کو ناگا توڑنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جس طرح وہ احمق عورت اپنے تاگے کو توڑ دیتی تھی تم اس کی طرح اپنے عہد کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو کیا[1] تم اپنی قسموں کو آپس میں دھوکہ اور فریب اور دغل کا ذریعہ اور بہانہ بنانا چاہتے ہو کہ تمہاری قسم سے مطمئن ہو کر دوسرا دھوکہ کھا جائے اور تمہارا یہ قسم توڑنا محض اس بنا پر ہے کہ ایک گروہ مال و دولت اور عددی کثرت میں دوسرے گروہ سے بڑھا ہوا ہے عرب کے لوگ ایک قوم کے ساتھ عہد کر لیتے اور وہ قوم ان کی طرف سے اطمینان کر لیتی۔ پھر جب دوسری قوم کو ان سے مال و دولت اور قوت اور عددی کثرت میں زیادہ دیکھتے تو ان سے عہد کر لیتے اور کمزور قوم کا عہد توڑ دیتے اور حیلے اور بہانے بنا کر ان سے عذر کر دیتے جیسے آج کل مغربی اقوام کا یہی شیوہ بنا ہوا ہے خدا تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور وفاء عہد کا حکم دیا۔

جزایں نیست کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس حکم سے آزماتا ہے کہ دیکھیں عہد پورا کرتے ہیں یا جس کا پلہ قوت اور کثرت میں جھکا ہوا دیکھا ادھر جھک جاتے ہیں اور بے شک اللہ قیامت کے دن اس چیز کی حقیقت

[1] اشارہ اس طرف ہے کہ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ جملہ مستانفہ ہے اور حرف استفہام مقدر ہے امام رازیؒ نے اسی کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں فقولہ تعالیٰ۔ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ۔ استفہام علی سبیل الانکار۔ والمعنی اَتَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ۔ بسبب ان تکون امۃ ازید فی القوۃ والکثرۃ من امۃ الاخریٰ۔ (تفسیر کبیر ص ۳۵۹ جلد ۵) اور بعض مفسرین کرام یہ فرماتے ہیں کہ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ۔ جملہ حالیہ ہے لَا تَکُوْنُوْا کی ضمیر مستتر سے حال ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم عہد توڑ کر اس احمق عورت کے مشابہ نہ بنو۔ درآنحالیکہ تم قسموں کو آپس میں دھوکہ کا ذریعہ بناؤ۔

www.ahlehaq.org

کو ظاہر کر دے گا۔ جس میں تم اختلاف کرتے تھے تم نے عہد توڑتے وقت یہ خیال کیا کہ جو جماعت زبردست اور کثیر التعداد ہے اس کے ساتھ ملنے میں عزت ہے سو خوب سمجھ لو کہ یہ عزّت نہیں بلکہ ذلّت ہے اور دنیا و آخرت میں فضیحت اور رسوائی کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ تمہاری اس عہد شکنی کی حقیقت کو ظاہر کر دے گا۔ اور سب کے سامنے تم کو فضیحت کرے گا اور یہ دنیا دارِ ابتلاء اور دارِ امتحان ہے اس لیے اس نے تم کو دنیا میں مختلف بنایا ہے کہ تمہارا امتحان کرے اگر وہ چاہتا کہ تم کو ابتلاء اور آزمائش میں نہ ڈالے تو البتہ وہ کر دیتا تم سب کو ایک گروہ کہ سب اسلام پر متفق ہوتے ولیکن اس کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ باہم رہیں اور ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن بنے رہیں وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور ظالم بنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور دنیا میں اس کو مظلوم بنا دیتا ہے اسی وجہ سے دنیا میں بعض مؤمن اور اکثر کافر ہیں اور دونوں امتحان کے میدان میں ہیں۔

قالَ اللہ تعالیٰ وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس باہمی اختلاف اور باہمی عداوت کے لیے سب کو پیدا کیا مگر جن پر اللہ تعالےٰ کا رحم ہوا انہوں نے حق سے اختلاف نہیں کیا اور نہ اہلِ حق کے دشمن بنے۔ بہر حال اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو سب کو ایک دین پر کر دیتا لیکن اس کی مشیت اور حکمت یہ ہے کہ لوگ اس دار ابتلاء (دنیا) میں باہم مختلف رہیں کوئی ہادی اور مہتدی ہو اور کوئی ضالّ اور مضل ہو کوئی ظالم ہو اور کوئی مظلوم ہو اور کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کے ارادہ اور مشیّت کی علّت اور حکمت پوچھ سکے وہ مالک مطلق ہے اس سے کوئی سوال اور باز پرس نہیں ہو سکتی۔ البتہ تم اس کے بندے ہو۔ اس لیے قیامت کے دن تم سے ضرور ان باتوں کی باز پرس ہو گی جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ پھر اس محاسبہ اور مؤاخذہ کے بعد تم میں سے نیکو کار کو جزاء ملے گی اور گنہگار کو سزا ملے گی اور قیامت کے دن جن چیزوں پر باز پرس ہو گی اس میں تمہارا نقض عہد بھی ہو گا اور عہد شکنی پر خاص طور پر محاسبہ اور مؤاخذہ ہو گا۔

اب آگے پھر اپنے عہد پر قائم رہنے کی تاکید اور بدعہدی پر تہدید فرماتے ہیں۔ اور مت بناؤ اپنی قسموں کو آپس میں دغا اور دخل اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا قدم جم جانے کے بعد پھسل جائے گا۔ یہ ایک مثل ہے ایسے شخص کی جو سیدھی راہ پر تھا پھر اس کا قدم ڈگمگا گیا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی قسموں کو مکر و فریب کا ذریعہ بنا کر راہ راست سے نہ ہٹو۔ استقامت کے بعد طریق ہدایت سے ہٹنا بہت بُرا ہے اور تم چکھو دنیا میں سزا اس بات کی کہ تم نے عہد شکنی کر کے لوگوں کو راہِ خدا سے روکا کیونکہ تمہیں دیکھ کر دوسرے بھی عہد شکنی کریں گے اور غیر مسلم سمجھیں گے کہ جب مسلمان عہد شکن ہیں تو ان کا مذہب بھی عہد شکنی کی تعلیم دیتا ہو گا۔ یا کم از کم ان کے مذہب میں عہد شکنی کی ممانعت نہ ہو گی یہ دیکھ کر غیر مسلم اسلام سے متنفر ہو جائیں گے اور جس کا اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ بھی ہو گا وہ اسلام میں داخل نہ ہو گا اس طرح

www.ahlehaq.org

تم لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے کا ذریعہ بنو گے۔ اور تم کو دنیا میں اس کی برائی چکھنی ہوگی اور آخرت میں تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ جو دنیا کے عذاب سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ اور چونکہ انسان بعض مرتبہ مال و منال اور جاہ و جلال کو دیکھ کر حرص و طمع میں عہد شکنی کرتا ہے اس لیے آئندہ آیت میں اس کی ممانعت فرماتے ہیں۔

اور اللہ کے عہد کے عوض میں دنیا کا تھوڑا سا مول نہ لو یعنی دنیوی مال و منال کے حصول کی غرض سے عہد شکنی نہ کرو اور اللہ کے نزدیک ساری دنیا ہی متاع قلیل ہے بے شک جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے عہد پورا کرنے کے لیے وہ کہیں بہتر ہے اس مال و متاع سے جو تم کو عہد شکنی پر حاصل ہو اگر ہو تم جانتے۔ خوب سمجھ لو کہ دنیا کا جو عارضی مال و منال ہے وہ نبڑ جائے گا اور ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو اجر و ثواب دار آخرت میں اللہ کے پاس تمہارے لیے ذخیرہ ہے وہ باقی رہے گا اس کے لیے فناء اور زوال نہیں باقی کے بدلہ میں فانی کو اختیار کرنا نادانی ہے مگر باقی کی امید پر اس دارِ فانی کے فانی مال و متاع کو ترک کرنے کے لیے صبرِ عظیم چاہیئے اور یہ خیال نہ کرو کہ اس صبر کا اجر مشکوک اور موہوم ہوگا۔ بلکہ قطعی اور یقینی ہے ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو جنہوں نے ایفائے عہد اور دیگر احکامِ دین کی بجا آوری میں جو تکلیف اور مصائب پیش آئیں ان پر صبر کیا۔ یعنی باوجود کفار کے جور و ستم کے صبر سے کام لیا اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے ہم ضرور ان کو اجر دیں گے اور ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ دیں گے کہ ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس دیں گے جو ہر حال میں ان کے عمل سے بہتر ہوگا یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے ایسے بہترین عمل یعنی صبر کا اجر دیں گے۔ اور صبر کا اجر بے حساب ہوگا اور صبر کو احسنِ اعمال اس لیے فرمایا کہ تمام اعمال صالحہ کی جڑ اور بنیاد صبر ہے یا یہ معنی ہیں کہ ہم ان کو بہترین اعمال کے اعتبار سے اجر و ثواب دیں گے یعنی ادنیٰ عمل کے مقابلہ میں وہی اجر و ثواب دیں گے جو اعلیٰ اور بہترین عمل کے مقابلہ میں دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے سارے اعمال قبول کریں گے اور کمتر کا ثواب بہتر دینگے (روح المعانی ص۲۰۵ ج۱۴) یہاں تک ایفاء عہد کی تاکید اور نقض عہد پر تہدید تھی اب آئندہ آیت میں تمام اعمال صالحہ کے متعلق ایک عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں جس نے نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہو اس لیے کہ بغیر ایمان کے اعمال صالحہ مقبول نہیں تو ہم ایسے شخص کو دنیا میں پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ یعنی اس کو حلال روزی اور قناعت اور بھلائی کی توفیق دیں گے یہ پاکیزہ زندگی ہے جو شخص کفاف یعنی بقدر کفایت رزق پر قناعت کرے اور حرص و طمع میں نہ پڑے اس کی زندگی پاکیزہ ہے اور جو حرص و طمع میں پڑا اس کی زندگی بڑی گندی ہے اور ہم ان کو ان کے اعمال کا بہترین ثواب دیں گے جو ان کے اعمال سے کہیں بہتر اور برتر ہوگا حیاتِ طیبہ سے سکون اور اطمینان کی زندگی مراد ہے اور یہ زندگی مطیعین اور صالحین کو حاصل ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء اور اولیاء کو مصائب اور تکالیف ضرور پیش آتی ہیں رنج و غم بھی لاحق ہوتا ہے لیکن پریشانی نہیں ہوتی۔ جو حیات طیبہ کے منافی ہو۔ ہر چہ از دوست می رسد نیکو است بلکہ ایلام دوست بہ از انعام دوست کا مضمون ہوتا ہے۔ مصائب پیش نہ آئیں تو صبر کی فضیلت کہاں سے حاصل ہو دوا اگر تلخ

www.ahlehaq.org

بھی ہو تو بہزار رضا و رغبت اس کو استعمال کرتے ہیں کیونکہ نظر اسکے فوائد و منافع پر ہوتی ہے بہرحال ایمان اور عمل صالح سے قلب میں حق تعالےٰ کی محبّت اور عظمت اور قناعت اور رضا و تسلیم کی کیفیّت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ایسی راحت بخش اور پُر لطف و پر سکون زندگی گذرتی ہے جہاں فقیری اور درویشی میں امیری بھی ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے دوا اگرچہ طبعًا تلخ ہوتی ہے مگر عقلاً شیریں اور خوشگوار ہوتی ہے کیونکہ عقل کی نظر دوا کے فوائد پر ہوتی ہے اسی طرح مصائب و آلام میں صاحب بصیرت کی نظر مصائب کے اجر اور ثمر پر ہوتی ہے کہ ان مصائب کا ثمرہ رضاء خداوندی اور تکفیر سیئات اور رفع درجات ہے ایسی حالت میں رنج و غم مسرت اور فرحت سے بدل جاتا ہے۔ دنیاوی زندگی میں اگرچہ راحت اور آرام کے کتنے ہی سامان کیوں نہ ہوں مگر تفکّرات اور ترددات بھی ساتھ لگے ہوتے ہیں اور بقدر کفایت حلال روزی اور قناعت اور رضا بالقضاء اللہ کی عجیب نعمت ہے جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے قناعت کی دولت عطا کی ہے وہ تنگ دستی اور قلت معیشت کے حالات میں بھی پریشان نہیں ہوتے ان کے دِل حرص و حسد اور طمع اور غرض سے پاک و صاف ہوتے ہیں ان کے اخلاق و عادات ایسے شائستہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص ان سے محبت کرنے لگتا ہے کوئی ان کا دشمن نہیں ہوتا ایسی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے۔

خوش آنانیکہ از غم رستگارند — بہ کنج بے خودی بنشستگانند
چو شب خسپند بے کین و ستیزند — سحر ز آنسان کہ می خسپند و خیزند
نہ زیشاں بر دل مردم غبارے — نہ از مردم بریشاں ہیچ بارے

تعلیم طریقۂ حفاظت از شر شیطانی

اوپر کی آیت میں نیک کام کرنے والوں کی بشارت کا ذکر تھا اور ظاہر ہے کہ عمل صالح کی صلاح اور درستی اس پر موقوف ہے کہ وہ شیطان کے وسوسے سے محفوظ رہے اس لیے آئندہ آیت میں وہ تعلیم فرماتے ہیں جس سے اعمال وساوس شیطانی سے محفوظ رہیں اور وہ تعوذ ہے یعنی اللہ سے پناہ مانگنا۔

یا یوں کہو کہ گزشتہ آیت میں عمل صالح کا ذکر تھا اور قرآن کی تلاوت بہترین عمل صالح ہے اور قرب خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے اس لیے آیت آئندہ میں قراءت قرآن کا ادب بیان فرماتے ہیں۔ پس اے بندہ اگر تو اعمال صالحہ میں سے قراءت قرآن جیسے عمل صالح کا ارادہ کرے تو اللہ کی پناہ ڈھونڈھ راندے ہوئے شیطان سے کیونکہ استعاذہ بھی عمل صالح ہے جو شیطان سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے تحقیق شیطان کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لے آئے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسے دوست بنائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے اشاروں پر چلتے ہیں جس طرح چاہتا ہے

www.ahlehaq.org

شیطان ان کو انگلیوں پر نچاتا ہے اور اس کا قابو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ اگرچہ اہل ایمان بھی شیطان کے بہکانے سے گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ اور دھوکہ کھا جاتے ہیں مگر اہل ایمان شیطان کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں جب شیطان ان کو بہکاتا ہے تو حتی الوسع اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اگر کسی وقت پٹخنی کھا جاتے ہیں تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور توبہ و استغفار کرنے لگتے ہیں کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ شیطان کے زور کے معنی یہ ہیں کہ بے دھڑک گناہ کرتے ہیں اور شرماتے نہیں اور توبہ نہیں کرتے۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ

اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری، اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

تو کہتے ہیں تُو تو بنا لاتا ہے یوں نہیں، پر ان بہتوں کو خبر نہیں۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ

تُو کہہ، اس کو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق

لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًی وَّبُشْرٰی

تا ثابت کرے ایمان والوں کو اور راہ کی سوجھ اور خوشخبری

لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا

مسلمانوں کو۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کو

یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ

تو سکھاتا ہے آدمی۔ جس پر تعریض کرتے ہیں اس کی زبان ہے اوپری،

وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا

اور یہ زبان عربی صاف۔ جن کو اللہ کی باتیں

www.ahlehaq.org

يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ

یقین نہیں آتیں ، ان کو اللہ راہ نہیں دیتا ، اور ان کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا

دُکھ کی مار ہے ۔ جھوٹ بناتے وہ ہیں جن کو

يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں ۔

منکرین نبوّت کے چند شبہات اور ان کے جوابات

قال اللہ تعالیٰ ۔ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

(ربط) اب یہاں سے منکرین نبوّت کے چند شبہات نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ اصول دین میں پہلی اصل توحید ہے اور دوسری اصل نبوّت ہے دلائل توحید کے بعد نبوّت کے متعلق چند شبہات کا جواب دیتے ہیں۔ قرآن مجید کا جب کوئی حکم منسوخ ہو جاتا تو کفّار کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے مسخرہ پن کرتے ہیں کبھی ایک چیز کا حکم دیتے ہیں اور پھر اس سے منع کر دیتے ہیں ۔ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ میں اس شبہ کا ذکر فرمایا اور بتلا دیا کہ نسخِ احکام کے مصالح کو ہم خوب جانتے ہیں تم نہیں جانتے ۔ اللہ کا ہر حکم مصلحت پر مبنی ہوتا ہے ۔

اور منکرین نبوت دوسرا شبہ یہ کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین اور امم سابقہ کے حالات کسی سے سُن کر اور سیکھ کر آتے ہیں اور ان سُنی سُنائی اور سیکھی سکھائی باتوں کو اللہ کا کلام کہہ کر لوگوں کے سامنے آکر بیان کر دیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۔

اس آیت کریمہ میں ان کے اس شبہ کا یہ جواب دیا کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپؐ کسی سے سُن کر یہ قصّے بیان کرتے ہیں تو یہ بتلاؤ کہ ایسی فصیح و بلیغ عبارت آپؐ نے کیسے بنالی جس کے معارضہ اور مقابلہ سے تمام بلغاء عرب عاجز و درماندہ ہیں کیا یہ عربی عبارت بھی اسی غلام نے آپ کو سکھائی ہے وہ غلام تو عجمی ہے ۔ عربی زبان میں بات بھی نہیں کر سکتا ۔ یہ فصاحت و بلاغت تو درکنار اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جائے تو تم بھی اس عجمی غلام سے قرآن جیسی ایک سورت بنوالاؤ ۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔

www.ahlehaq.org

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور ایک آیت اور حکم منسوخ کر کے دوسری آیت اور دوسرا حکم نازل کرتے ہیں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے اور جو حکم اس نے پہلے نازل کیا اور جو بعد میں نازل کیا اس کی حکمت اور مصلحت وہی خوب جانتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ بس تو تو مفتری ہے اپنی طرف سے ایک حکم بناتا ہے اور اپنے ساختہ اور پرداختہ کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اللہ کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ ایک حکم کو نازل کرے اور پھر اسے منسوخ کر دے اللہ تعالےٰ نے اس اعتراض کا یہ جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ جو حکم نازل کرتا ہے وہ اس کی حکمت اور مصلحت کو خوب سمجھتا ہے جس وقت جو حکم مناسب معلوم ہوتا ہے وہی حکم دیتا ہے اس کی مثال طبیب کا نسخہ بدلنے کی ہے طبیب کا نسخہ نہ پہلا غلط ہے نہ پچھلا۔ طبیب مرض کے حال کے مطابق نسخہ تجویز کرتا ہے پس اِس پر اعتراض کرنا حماقت ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ آپؐ تو مفتری نہیں بلکہ ان میں کے اکثر جاہل اور نادان ہیں نسخ احکام کی حکمت اور مصلحت کو نہیں سمجھتے۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ یہ میرا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام اور اس کا پیغام ہے جس کو پاک روح یعنی جبرئیل امینؑ تیرے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ لے کر نازل ہوئے اس میں کذب اور افتراء کو ذرہ برابر دخل نہیں۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے مرتبۂ اعجاز کو پہنچا ہوا ہے اور معنوی انوار و برکات کے لحاظ سے قلب کو منوّر اور مطمئن کرتا ہے پروردگار عالم نے یہ کلام بندوں کی تربیت کے لیے نازل فرمایا ہے تاکہ اہل ایمان کو دین پر ثابت قدم رکھے اور ان کی نورانیت اور قوت اور سکینت اور طمانینت میں زیادتی کرے تاکہ ان کے پائے استقامت میں تزلزل نہ آنے پائے اور سمجھ جائیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے احوال سے خبردار ہے۔ اور اطاعت شعاروں کے لیے ہدایت اور بشارت بنے۔ ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ ظلمت و تاریکی میں ان کی راہ نمائی کرے اور راہ حق ان کو سمجھا دے اور بتلا دے۔ اور بشارت کا مطلب یہ ہے کہ فرمانبرداروں کو جنّت کی خوشخبری دے تاکہ یہ مسلمین، مؤمنین، مخلصین کے درجے کو پہنچ جائیں۔

کافروں کا دوسرا اعتراض اور اُس کا جواب

اور البتہ تحقیق ہم خوب جانتے ہیں کہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن نہ اللہ کا کلام ہے اور نہ کوئی فرشتہ اس کو لے کر نازل ہوا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو ان کو ایک آدمی سکھلاتا ہے۔

مکّہ میں بلعام نامی ایک نصرانی لوہار تھا اس کی زبان عجمی تھی۔ مشرک کہتے تھے کہ محمدؐ کو قرآن بلعام سکھاتا ہے خدا تعالےٰ نے ان کے اس بہتان کا یہ جواب دیا کہ زبان اس شخص کی جس کی طرف وہ قرآن کے سکھانے کو منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور غیر فصیح ہے اور یہ قرآن صاف اور فصیح عربی ہے اور ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ فصحاء و بلغاء اس کے معارضہ سے عاجز اور درماندہ ہیں پس جو شخص صاف عربی بولنے پر

www.ahlehaq.org

بھی قادر نہ ہو وہ دوسرے کو ایسا فصیح و بلیغ کلام کیونکر سکھا سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ قرآن نہ تعلیم بشری ہے اور نہ خود آپؐ کا ساختہ اور پرداختہ ہے بلکہ وحی ربّانی اور تنزیل سبحانی ہے ایسے علوم و معارف اور مکارم اخلاق اور محاسن آداب اور ایسی فصاحت و بلاغت ایک عجمی لوہار کے پاس کہاں سے آئی بفرض محال اگر یہ فضل و کمال کسی لوہار کے پاس ہوتا تو دنیا اس کے قدموں میں گرتی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نام بھی نہ لیتا بہرحال ایسی مہمل بات سوائے کور باطن کے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ عقلاً یہ بات ناممکن ہے کہ ایسا فاضل معلّم جس نے آپؐ کو ایسے عجیب و غریب علوم کی تعلیم دی کہ دنیا اس کے نام سے بھی واقف نہ ہو حتیٰ کہ مکہ کے لوگ بھی اس سے واقف نہ ہوں اگر آپؐ نے کسی معلم سے تعلیم پائی ہوتی تو کم از کم حضور پُر نورؐ کے برابر تو تاریخ میں اس کا نام و نشان ملتا۔

بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ اور باوجود دلائلِ اعجاز کے اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ اللہ ان کو دنیا میں راہ راست نہیں دکھلاتا اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے اور معاذ اللہ یہ لوگ جو آپؐ کو مفتری بتلاتے ہیں آپؐ مفتری نہیں مفتری اور جھوٹ بنانے والے وہ لوگ ہیں جو دیدہ دانستہ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے اور حقیقت میں ایسے ہی لوگ جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ اور دیدہ دانستہ جھوٹ بولتے ہوئے نہیں جھجکتے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ

جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لائے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی

وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ

کی اور اس کا دل برقرار رہے ایمان پر ، لیکن جو کوئی دل کھول کر

بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ

منکر ہوا ، سو ان پر غضب ہے اللہ کا ، اور ان کو

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ

بڑی مار ہے ۔ یہ اس واسطے کہ انہوں نے عزیز رکھی

الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

دنیا کی زندگی آخرت سے ، اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں

www.ahlehaq.org

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

کو - وہی ہیں کہ مُہر کردی اللہ نے ان کے دل پر

وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور کانوں پر اور آنکھوں پر - اور وہی ہیں بے ہوش -

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں -

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

پھر یوں ہے، کہ تیرا رب، ان لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اس

فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ

کے کہ بچلائے (آزمائے) گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے، تیرا رب ان

بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۴ ۱۰ ۲۰

باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

حُکمِ مُرتد

قال اللہ تعالیٰ - مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ الیٰ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(ربط) گزشتہ آیت میں ان مجرمین کا ذکر تھا جو شواہد نبوت اور دلائل رسالت دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر مجرم وہ لوگ ہیں کہ جو ایمان لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطانی شبہات اور نفسانی وساوس سے متاثر ہوکر حق سے منحرف اور برگشتہ ہوجائیں۔ یعنی ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جائیں۔ ان آیات میں مرتد کے عذاب اور اسکی سزا کا بیان ہے مگر اس عذاب سے وہ شخص مستثنیٰ ہے کہ جو بحالت مجبوری اپنی جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر محض زبان سے بول دے اور دل اس کا ایمان پر قائم اور مستحکم ہو تو ایسا شخص گنہ گار نہ ہوگا۔ صحابہ کرامؓ سے اس قسم کے کچھ واقعات منقول

www.ahlehaq.org

ہیں۔ بعض نے تو جان جانی گوارا کی مگر کلمۂ کفر زبان سے نہ نکالا اور عزیمت پر عمل کیا اور بعض نے رخصت پر عمل کیا کہ زبان سے تو کہہ دیا مگر دل سے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

بعدازاں اللہ تعالےٰ نے مہاجرین کی فضیلت بیان کی جنہوں نے کفار کی ایذاء رسانی پر صبر کیا۔ اور ایمان پر قائم رہے اور اپنے گھروں کو اللہ کے لیے چھوڑ دیا۔ دنیا پر لات ماری اور آخرت کی راہ لی چنانچہ فرماتے ہیں اور جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرے اور کافروں کے مغالطہ دینے سے کہ یہ قرآن اللہ کی وحی نہیں بلکہ کسی بشر کی تعلیم ہے یا خود اس کا ساختہ، پرداختہ کلام ہے۔ کوئی شخص مرتد ہو جائے تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہے مگر وہ شخص جس پر زبردستی کی گئی اور اس نے بحالت مجبوری محض زبان سے لفظوں میں کافروں کی موافقت کر لی اور دل اس کا ایمان کے ساتھ مطمئن ہے دل کے اندر کوئی تزلزل اور تذبذب نہیں تو ایسے شخص پر مؤاخذہ نہیں لیکن جس نے دل کھول کر کفر کیا اور دِل سے اس پر راضی ہو گیا۔ تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے یہ بڑا عذاب اور غضب اس لیے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو عزیز اور محبوب رکھا اور بسبب اس بات کے اللہ ایسے کفار کو ہدایت اور توفیق نہیں دیتا کہ جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ ارتداد اور کفر پر اقدام اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے ان کو ایمان کی توفیق نہیں دی اور کفر سے ان کو نہیں بچایا چونکہ یہ لوگ دیدہ دانستہ اُلٹی راہ پر چلے اس لیے خدا نے ان کو اپنی ہدایت اور توفیق سے — محروم کر دیا بلکہ ایسے ہی لوگوں کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مہر کر دی کہ نہ حق کو سمجھ سکیں اور نہ سُن سکیں اور نہ دیکھ سکیں ان کے عناد اور سرکشی کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے ان کو حق سے اندھا اور بہرا اور احمق بنا دیا اور خدا تعالےٰ تو مالک مطلق ہے۔ بیوجہ بھی جس کو چاہے اندھا اور بہرا بنائے اور یہ لوگ تو حق سے بالکل ہی غافل ہیں ان کی غفلت تو انتہا کو پہنچ چکی ہے آخرت کی غفلت سے بڑھ کر کوئی غفلت نہیں۔ لامحالہ یہ لوگ آخرت میں بڑے خسارہ والے ہیں اس لیے کہ عمر عزیز کا سارا سرمایہ دنیا کے بازار میں لٹا دیا اور آخرت کے بازار میں مفلس اور قلاش اور خالی ہاتھ پہنچے اب سوائے حسرت کے کیا ہاتھ آئے گا۔

قیامت کہ بازار بینو نہند — منازل باعمال نیکو دہند
بضاعت بچند آنکہ آری بری — وگر مفلسی شرمساری بری
کہ بازار چند آنکہ آگندہ تر — تہیدست رادِل پراگندہ تر
کسے را کہ حسن عمل بیش تر — بدرگاہ حق منزلت پیش تر

از شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالےٰ نے ان آیات میں کافروں کے چھ وصف بیان کیے۔

اوّل ۔ وہ غضب الٰہی کے مستحق ہوئے۔
دوم ۔ عذاب عظیم کے مستحق ہوئے۔
سوم ۔ حیات دنیاوی کو اخروی حیات کے مقابلہ میں عزیز اور محبوب رکھا۔

www.ahlehaq.org

چہارم۔ حرمان از ہدایت خداوندی۔
پنجم ۔ دل اور آنکھ اور کان پر مہر لگنا۔
ششم ۔ غفلت میں انتہا درجہ کو پہنچ جانا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک کلّہٖ۔

یہ تو ان غافلین کا حال اور مآل ہوا پھر ان کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ ہے جو بجائے غضب اور عقوبت کے رضاء اور رحمت کے مورد بنے وہ مہاجرین اوّلین کا گروہ ہے ان کی بابت ارشاد ہے۔ بے شک تیرا پروردگار ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے کافروں کی ایذاء رسانی اور ستم رانی کے بعد ہجرت کی اور پھر کافروں سے جہاد بھی کیا یعنی فقط ترک وطن پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خدا کی راہ میں اپنی قوم کے کافروں سے جہاد بھی کیا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر ذلیل وخوار ہو اور اس راہ میں جو بھی مصائب پیش آئے ان پر صبر کیا اور ان مصائب میں اسلام پر ثابت قدم رہے پائے استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آیا تو بے شک آپ کا پروردگار ایسے اعمالِ فاضلہ ہجرت اور جہاد اور صبر کے بعد ان کے گناہوں کی مغفرت کرنے والا بڑا مہربان ہے ایسے لوگوں کی مغفرت اور رحمت میں کوئی شبہ نہیں۔

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ

جس دن آوے گا ہر جی ، جواب سوال کرتا اپنی طرف سے،

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا

اور پورا ملے گا ہر کسی کو جو اس نے کمایا، اور ان پر

يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ظلم نہ ہو گا۔

ذکر جزائے آخرت

قال اللہ تعالیٰ۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا... الیٰ... وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں اہل ایمان کے لیے وعدہ اور اہلِ کفر کے لیے وعید کا ذکر تھا اب اس آیت میں اس وعدہ اور وعید کے ظہور کا وقت بیان کرتے ہیں اصل عذاب اور ثواب تو مرنے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے مگر اس کا پورا ظہور قیامت کے دن ہو گا یعنی جس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک

www.ahlehaq.org

اپنی اپنی فکر میں ہوگا اور ہر نفس اپنی طرف سے مجادلہ کرے گا اور خویش و اقارب کو بھی بھول جائے گا. اور اپنی رہائی کے لیے جھوٹے سچے عذر کرے گا لیکن اس کی حجت اور ساری عذر معذرت بے سود ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا. نہ ثواب میں کمی ہوگی نہ عذاب میں زیادتی ہوگی۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً

اور بتائی اللہ نے کہاوت ، ایک بستی تھی چین امن سے

مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ

چلی آتی تھی اس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے ،

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ

پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی پھر چکھایا اس کو اللہ نے مزہ کہ

الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ

ان کے تن کے کپڑے ہوئے بھوک اور ڈر بدلہ اس کا جو کرتے تھے ۔ اور ان کو

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ

پہنچ چکا رسول انہی میں کا ، پھر اس کو جھٹلایا پھر پکڑا ان کو

الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ

عذاب نے اور وہ گنہگار تھے ۔ سو کھاؤ جو روزی دی تم کو

اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ

اللہ نے حلال اور پاک ، اور شکر کرو اللہ کے

اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا

احسان کا اگر تم اسی کو پوجتے ہو ۔ یہی

www.ahlehaq.org

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ

حرام کیا ہے تم پر مُردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جس

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا

پر نام پکارا اللہ کے سوائے کسی کا۔ پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے نہ

عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا

زور کرتا ہو نہ زیادتی، تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور مت کہو اپنی

تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا

زبانوں کے جھوٹ بتانے سے، کہ یہ حلال ہے اور یہ

حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ

حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ

جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بھلا نہیں پاتے۔ تھوڑا

قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ

سا برت لیں اور ان کو دُکھ کی مار ہے۔ اور جو لوگ

هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا

یہودی ہیں اُن پر ہم نے حرام کیا تھا جو تجھ کو سُنا چکے پہلے۔ اور ہم

ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ

نے ان پر ظلم نہیں کیا، پر اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے۔ پھر

اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا

یوں ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے، پھر توبہ

www.ahlehaq.org

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

کی اس کے پیچھے ، اور سنوار پکڑی ، تیرا رب ان باتوں کے پیچھے

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع ۱۵ ع ۹ ۲۱

بخشنے والا مہربان ہے ۔

تہدید بآفات دنیویہ بر معصیت و کفران نعمت

قال اللّٰہُ تعالٰے ۔ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ اٰمِنَۃً ۔۔ الٰی ۔۔۔ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں کفر اور معصیت پر عذاب اُخروی کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ بعض مرتبہ دنیا میں بھی کفر اور معصیت اور کفران نعمت پر طرح طرح کی آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں ۔ جیسے قحط سالی اور عام بیماری اور بسا اوقات کفر اور کفران نعمت دنیا ہی میں زوال نعمت کا سبب بن جاتا ہے ۔ جیسا کہ مکہ کے لوگ سات سال تک شدید قحط میں رہے یہاں تک کہ مرے ہوئے جانوروں کی ہڈیاں کھانے لگے اور ضعف اور ناطاقتی سے چلنا پھرنا دشوار ہوگیا بالآخر مجبور ہوکر سرداران قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی ۔ اور آپؐ کی دعا سے یہ مصیبت دور ہوئی ۔ بعد ازاں حق تعالٰے نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ سے یہ بتلایا کہ کونسی چیزوں کا کھانا حرام ہے کہ ان کے کھانے سے پرہیز ضروری ہے ۔

۳ ۔ اور پھر وَعَلَی الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا سے یہ بتلایا کہ یہود پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بعض پاکیزہ چیزیں دنیا ہی میں حرام کر دی گئی تھیں لہٰذا تم کو چاہیئے کہ حلال و حرام کے احکام کو پوری طرح ملحوظ رکھو اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال و حرام نہ بناؤ اور غلطی سے اگر کوئی گناہ ہوجائے تو توبہ کرلو ۔ اللہ پاک بخش دے گا ۔ مطلب یہ ہے کہ حلال کھاؤ ۔ اکل حلال سے روح کا مزاج درست رہتا ہے اور حرام سے بچو حرام سے انسان کا دِل اور روح فاسد اور خراب ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی کا شکر کرو ۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالٰے نے کفران نعمت کے وبال پر متنبہ کرنے کے لیے ایک بستی کی مثال بیان کی کہ وہ بستی امن و امان اور سکون والی تھی ۔ اس بستی کے لوگ آسودہ تھے اور ان کو کسی کی لوٹ مار اور غارت گری کا اندیشہ نہ تھا ۔ اس بستی میں بسنے والوں کا رزق فراغت اور کثرت کے ساتھ ہر جگہ سے یعنی اطراف و جوانب سے آتا تھا پس اس بستی والوں نے اللہ پاک کی نعمتوں کی ناشکری کی تب اللہ نے اس بستی والوں کو بھوک اور خوف کا لباس چکھایا یعنی امن اور سکون کی جگہ خوف و ہراس آگیا ۔ اور رزق کی وسعت اور کثرت کی بجائے بھوک اور قحط نے آپکڑا ۔ اللہ نے ان کو خوف اور

www.ahlehaq.org

بھوک کا مزہ بھی خوب چکھا دیا اور اس بھوک اور خوف نے ان کو ہر طرف سے پکڑ لیا جیسے کپڑا اپنے پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ سزا میں اس کی جو وہ کرتے تھے یعنی اللہ نے جو ان کو بھوک اور خوف کا لباس چکھایا یہ ان کے اعمال کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اوّل یہ کہ اس سے کوئی معین قریہ مراد ہے یعنی مکہ معظمہ مراد ہے جہاں کے باشندے متواتر سات برس تک قحط میں مبتلا رہے اور اطراف و جوانب سے جو غلہ آتا تھا اس کا آنا بند ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے جلی ہوئی ہڈیوں اور مردار اور کتوں کو کھایا اور وہ پہلا امن و اطمینان جاتا رہا۔ ہر وقت خوف میں رہنے لگے یہ خدا تعالےٰ نے بطور تمثیل اہلِ مکہ کی حالت بیان فرمائی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قریہ سے غیر معین بستی مراد ہے کیونکہ وہ نکرہ لایا گیا ہے۔

نکتہ اس آیت یعنی فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ میں یہ فرمایا کہ اللہ نے اس بستی والوں کو بھوک اور خوف کا لباس چکھایا اور یہ نہیں فرمایا کہ اس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنایا حالانکہ لباس تو پہنایا جاتا ہے چکھایا نہیں جاتا وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ آیت درحقیقت دو استعاروں کو متضمن ہے ایک اعتبار سے جوع اور خوف کی حالت مذوقات کے مشابہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کو دیکھ کر چکھ لیتا ہے تو اس کا ادراک اور احساس مکمل ہو جاتا ہے دیکھنے اور چھونے سے پورا احساس نہیں ہوتا۔ لہٰذا آیت میں لفظ اذاقت اس لیے استعمال فرمایا کہ ان کو بھوک اور خوف کا مزا چکھا کر بتلا دیا کہ بھوک اور خوف ایسی چیز ہے یہ تو دنیا میں ہوا کہ مصیبت کا مزہ چکھایا۔ بھوک اور خوف کا اصل کھانا تو جہنم میں ملے گا۔ کھانے کو زقوم اور پینے کو غسلین اور حمیم کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ کھانا اور پینا چونکہ انسان کے اندر پہنچتا ہے اور اندر ہی اندر اس کا اثر ظاہر ہوتا رہتا ہے اور لباس ایک ظاہری چیز ہے اس لیے بھوک اور خوف کا باطنی اور اندرونی اثر بیان کرنے کے لیے اذاقت کا استعارہ کیا اور ظاہری اثر بیان کرنے کے لیے لباس کا استعارہ کیا اور بھوک و خوف کے لیے لباس کا استعارہ اس لیے کیا کہ جس طرح لباس آدمی کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے اس طرح بھوک اور خوف نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور پوری طرح اپنے اندر چھپا لیا اور چونکہ لباس ایک ظاہری شئے ہے جو ظاہر میں نظر آتا ہے اسی طرح بھوک اور خوف کا اثر ان کے ظاہر سے دکھلائی دیتا ہے کہ چہرے زرد ہو گئے تھے اور بدن دبلے اور لاغر ہو گئے تھے اور اس ظاہری نعمت کے علاوہ بڑی بھاری نعمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے ان لوگوں نے اس نعمت عظمیٰ کی بھی ناشکری کی اور وہ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ البتہ تحقیق انہی کے پاس انہی میں سے منجانب اللہ ایک رسول آیا جس کی صداقت اور امانت سے وہ بخوبی واقف تھے پس ان کو جھٹلایا تب ان کو بھوک اور خوف کے عذاب نے آپکڑا درآں حالیکہ وہ ظلم پر کمر بستہ تھے پس کبھی قحط میں مبتلا ہوئے اور کبھی قتل اور اسیر ہوئے اور مہاجرین اور انصار جو خدا کے شکر گزار بندے تھے ان کو خوف کے بعد امن دیدیا اور تنگی کے بعد ان کو وسیع الرزق بنا دیا اور روئے زمین پر ان کو حکمران بنایا۔

www.ahlehaq.org

گزشتہ آیات میں شکر کا حکم اور کفران نعمت کی ممانعت کا ذکر تھا۔ اس لیے آئندہ آیات میں اکلِ حلال کا حکم دیتے ہیں کیونکہ اکلِ حلال ذریعۂ شکر ہے چنانچہ فرماتے ہیں پس اے مسلمانو! تم کفر اور شرک اور کفران نعمت سے دور رہو اور اللہ نے جو حلال اور پاک روزی تم کو دی ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو۔ شکر سے تم کو اللہ اور زیادہ نعمتیں دے گا اگر تم خالص خدا کا بندہ بننا چاہتے ہو تو اسکے حکموں پر چلو جس چیز کو اُسنے حلال کیا اُسکو کھاؤ اور جس چیز کو اُسنے حرام کیا اس سے پرہیز کرو اور اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال اور حرام نہ کرو۔ جزا یں نیست کہ حرام کیا ہے اللہ نے تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو جانور بقصد تقرب غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو اور پھر اسی نیت سے اس کو ذبح کر دیا گیا ہو گو بوقت ذبح اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو تو یہ جانور حرام ہے۔

اور بعض مفسرین نے مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تفسیر ذبح کے ساتھ کی ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت کے لوگ ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کا نام لیتے تھے اور ان کی نیت اور قصد بھی غیر اللہ کے تقرب کا ہوتا تھا یہ صورت باجماع امت حرام ہے اس کی حرمت میں کسی کو کلام نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ قرآن کریم میں لفظ "اہلال" آیا ہے اس کے معنی ذبح کے نہیں بلکہ اس کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں اور اس سے فقط آواز بلند کرنا مراد نہیں کیونکہ محض آواز بلند کرنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی بلکہ بقصد تقرب کسی کے نام زد کر دینے کے معنی مراد ہیں اور چونکہ مشرکین عرب اپنے بتوں کے نام لے کر آواز کے ساتھ ذبح کرتے تھے اس لیے بعض مفسرین نے حسب موقعہ ذبح کے ساتھ اس کی تفسیر کر دی ورنہ درحقیقت وہ حکم کی قید نہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو جانور بقصد تقرب غیر اللہ کے نام زد کر دیا جائے وہ حرام ہے خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے یا غیر اللہ کا نام لے، حرمت کی علت دراصل غیر اللہ کے تقرب کی نیت ہے اور یہ نیت ذبح کے وقت بھی موجود ہے جب تک اس نیت سے توبہ نہ کرے گا حرمت زائل نہ ہوگی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ نے بندوں پر مردار اور خون اور لحم خنزیر اور مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کو حرام کر دیا ہے پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر آسانی کر دی۔ پس جو شخص بھوک اور فاقہ سے لاچار اور بیقرار ہو جائے۔ بشرطیکہ وہ طالب لذت نہ ہو اور نہ مقدار ضرورت اور حد حاجت سے آگے بڑھنے والا ہو اور وہ ان حرام چیزوں سے بقدر حاجت جس سے اس کی جان بچ جائے کچھ کھالے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے بحالت اضطرار بقدرِ ضرورت کچھ کھانے سے اس کی حرمت اور خباثت تمہارے لیے مضر نہ ہوگی اور اگر کچھ ہوگی تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں درگزر فرمائیں گے۔

حاصل کلام یہ کہ کسی چیز کو حلال و حرام کرنے کا حق اور اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں تم ان کی نسبت یہ نہ کہو کہ یہ جانور حلال ہے اور یہ جانور حرام ہے۔ جیسا کہ پارۂ ہشتم کے شروع میں یعنی وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ میں ان کے یہ جھوٹے دعوے گزر چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس کہنے سے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھو گے۔ یعنی تم نے جو مویشی میں حلال و حرام

www.ahlehaq.org

ٹھہرا رکھا ہے وہ سب تمہارا جھوٹ ہے اللہ تعالےٰ نے کہیں ایسا حکم نہیں دیا۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ حلال کیا اور یہ حرام کیا یہ سب اللہ پر جھوٹ اور بہتان ہے۔ مشرکین عرب بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام کہتے تھے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے اور یہ دنیا کا فائدہ جو ان کو پہنچ رہا ہے۔ بہت تھوڑا اور چند روزہ فائدہ ہے جس کو بقاء نہیں اور چند روزہ دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہولینا۔ سو یہ فلاح اور کامیابی نہیں اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ غرض یہ کہ گزشتہ آیت (اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الخ) میں افراط سے منع فرمایا کہ شتر بے مہار نہ بنو اللہ نے جو چیزیں حرام کی ہیں ان سے بچو اور اس آیت (وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الخ) میں تفریط سے منع کیا اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ یہاں تک ان چیزوں کا بیان فرمایا کہ جو ازراہ شفقت و رحمت شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حرام کی گئیں۔

اب آئندہ آیت میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ بعض چیزیں (پاکیزہ) یہود پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بطور سزا ان پر حرام کر دی گئی تھیں وہ تحریم ایک قسم کا تازیانہ تھی اور اسلام میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور عنایت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کیں۔ جو ہم پہلے سورۂ انعام میں آپؐ سے بیان کر چکے ہیں وہ چیزیں سورۂ انعام کی آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الخ، کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ اور ان چیزوں کی تحریم میں ہم نے یہودیوں پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے یعنی ہم نے جو پاک چیزیں ان پر حرام کیں وہ ان کے ظلم اور تعدی اور ان کی سرکشی کے سبب سے کیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ، الآیات، یعنی ہم نے یہودیوں کے ظلم و تعدی کے باعث ان پر وہ پاک چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں جس سے مقصود ان کی اصلاح تھی کہ اپنے جرائم اور قبائح سے تائب ہو جائیں پھر اس ظلم اور تعدی کے بعد بھی گنہگار کو مایوس نہ ہونا چاہیئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، بے شک تیرا پروردگار ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے نادانی سے بُرے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنور گئے۔ یعنی اپنے اعمال درست کر لیے اور اپنے حال کی اصلاح کر لی بے شک تیرا پروردگار اس توبہ اور اصلاح کے بعد ان کا قصور معاف کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے مقصود اس آیت سے خدا تعالےٰ کے فضل و کرم اور اس کی مغفرت اور رحمت کا اظہار ہے۔

اِنَّ	اِبْرٰهِيْمَ	كَانَ	اُمَّةً	قَانِتًا	لِّلّٰهِ	
اصل	ابراہیم	تھا	راہ	ڈالنے	والا،	حکم بردار
حَنِيْفًا ؕ	وَلَمْ يَكُ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾	شَاكِرًا		
اللہ	کا، ایک طرف کا ہو کر	اور نہ تھا	شریک	والوں	میں۔	حق ماننے والا

www.ahlehaq.org

لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾

اس کے احسانوں کا، اس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر۔

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ

اور دی دنیا میں ہم نے اس کو خوبی۔ اور وہ آخرت میں اچھے

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ

لوگوں میں ہے۔ پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل دین

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

ابراہیم پر، جو ایک طرف کا تھا۔ اور نہ تھا شریک والوں میں۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ

ہفتہ کا دن جو ٹھہرایا، سو انہیں پر جو اس میں پھوٹ گئے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

اور تیرا رب حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن، جس بات

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

میں پھوٹ رہے تھے۔

بیان حقیقت ملّت ابراہیمیہ برائے ترغیب اتباع ملّت محمدیہ

قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ... الیٰ ... فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

(ربط) ابتداء سورت سے یہاں تک مشرکین کی شرکیات اور کفریات کا ابطال فرمایا اور توحید کے دلائل بیان کیے۔ مشرکین عرب چونکہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے تھے ان کی ملّت اور شریعت کے اتباع کو واجب سمجھتے تھے اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ خدا کے کیسے موحد اور شکر گزار اور

www.ahlehaq.org

فرمانبردار بندہ تھے۔ سرتاپا توحید و تفرید میں غرق تھے۔ معاذ اللہ مشرک نہ تھے لہٰذا مشرکین عرب اور اہل کتاب کا یہ سمجھنا کہ ہم ملّت ابراہیمی پر ہیں بالکل غلط ہے بلکہ اصل ملت ابراہیمیہ کے پیرو اور متبع یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم اگر اصل دینِ ابراہیمی پر چلنا چاہو تو آپؐ کا طریقہ اختیار کرو۔ توحید و تفرید میں سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی طریقہ ہے جو ابراہیمؑ حنیف کا تھا اور مشرکین کے سُنانے کے لیے اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السّلام کے چند اوصاف ذکر فرمائے تاکہ ان کے عقائد شرکیہ اور خیالات فاسدہ کا رد ہو۔

(۱) اُمَّةً :- پیشوا تھے اور مقتدائے عالم تھے۔

(۲) قَانِتًا :- خُدا تعالیٰ کے حکم بردار اور فرمانبردار بندے تھے۔

(۳) حَنِيْفًا :- سب سے مڑکر ایک خدا کے ہو رہے تھے سوائے جمال حق کے کسی طرف مائل نہ تھے۔

(۴) وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ :- شرک سے پاک اور منزہ تھے خالص موحد تھے بچپن سے لے کر اخیر عمر تک توحید پر قائم رہے۔

(۵) شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ :- خدا کے شکرگزار بندے تھے سرتاپا شکر تھے۔

(۶) اِجْتَبٰىهُ :- اللہ کے برگزیدہ بندے تھے خدا نے ان کو اپنے لیے چن لیا تھا۔ غیر اللہ کی ان میں کوئی گنجائش نہ رہی تھی۔

(۷) وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ :- راہ راست پر تھے یعنی اسلام اور دین حق پر تھے۔

(۸) وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً :- اللہ تعالےٰ نے ان کو دنیا کی عزّت و کرامت عطا کی اور ان کی نسل میں برکت دی اور سارا عالم ان کو خیر کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

(۹) وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ :- اور آخرت میں بھی وہ بلاشبہ نیکوں میں سے ہے۔

(۱۰) خاتم الانبیاء کو ملّت ابراہیمی کے اتباع کا حکم دیا۔ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ایک فضیلت ہے کہ آنحضرتؐ جیسے شخص کو ملّت ابراہیمی کے اتباع کا حکم دیا گیا اور چونکہ یہ فضیلت گزشتہ فضائل سے بڑھ کر ہے اس لیے تفاوت رتبی ظاہر کرنے کے لیے لفظِ ثُمَّ لایا گیا اور اس طرح فرمایا ثُمَّ اَوْحَيْنَا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ فضیلت تمام فضائل سے بڑھ کر ہے اور ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ سے یہ بتلایا کہ مشرکین عرب کا یہ سمجھنا کہ ہم ملّت ابراہیمی پر ہیں غلط ہے۔ اصل ملّت ابراہیمی پر ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کو یہ حکم دیا گیا ہے ملت ابراہیمی کی پیروی کریں لہٰذا جو شخص ملت ابراہیمی کی پیروی کا مدعی ہو اس کو چاہیئے کہ ملت محمدیہ کا اتباع کرے کیونکہ ملت ابراہیمیہ اور ملّت محمدیہ باہم متحد اور متفق ہیں۔

اور اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ میں یہود کا رد ہے کہ جو اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیرو بتلاتے تھے۔ ملّت ابراہیمیہ میں جمعہ کی تعظیم تھی ہفتہ کا دن یہود کے اختلاف کی وجہ سے مقرر ہوا۔ ورنہ ہر نبی

www.ahlehaq.org

نے جمعہ کے دن عبادت کرنے کا حکم دیا ہے جمعہ کی تعظیم ملت ابراہیمی ہے اور ہفتہ کی تعظیم ملت ابراہیمی نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔ اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ملت کے پیرو ہیں۔ نہ یہودی ہیں نہ نصرانی ہیں اور نہ مشرک ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرح آپؐ بھی موحد اور حنیف ہیں۔ مشرکین اور اہلِ کتاب دونوں کا یہ دعویٰ کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں بالکل غلط ہے ملت ابراہیمی کے پیرو یہ مسلمان ہیں جو توحید پر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱) بے شک ابراہیم ایک کامل امت تھے۔ یعنی وہ ایسے امام اور ہادی اور پیشوا تھے کہ ان کی تنہا ذات میں وہ تمام صفات وکمال جمع تھیں جو متفرق طور پر ایک امت میں جمع ہوں گویا کہ وہ تنہا ایک کامل امت کے قائم مقام تھے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

جانا تو یگانہ ولے ذات تو ہست مجموعۂ آثار کمالات ہمہ !!!

اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت روئے زمین پر سوائے ابراہیمؑ کے کوئی مؤمن نہ تھا وہ تنہا امت تھے۔ اس لیے ان کو امت کہا گیا۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ اللہ کے مطیع اور فرماں بردار تھے یعنی اللہ کے حکموں پر چلنے والے تھے اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال حرام کرنے والے نہ تھے۔

(۳) اور سب کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف ہو گئے تھے سب سے منہ موڑ کر ایک خدا کی طرف منہ کر لیا تھا۔

(۴) اور کبھی بھی مشرکین میں سے نہ ہوئے، بڑے پکّے موحد تھے بچپن سے لے کر آخر عمر تک توحید پر قائم رہے۔

(۵) اور وہ اللہ کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار تھے۔

(۶) اللہ تعالےٰ نے روزِ ازل میں ان کو اپنی نبوت ورسالت وخلّت کے لیے چن لیا تھا جس کا ظہور دنیا میں ہوا۔

(۷) اور اللہ نے ان کو سیدھی راہ کی طرف چلایا جس طرف اور جس طرح خدا تعالےٰ ان کو چلاتا تھا اس طرف اور اسی طرح چلتے تھے۔

(۸) اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی۔ یعنی دنیا میں ہم نے ان کو رسالت اور خلت اور صدق گفتار اور ذکر جمیل اور قبول عام دیا کہ کل اہل ادیان ان سے محبت رکھتے ہیں اور یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب ان کو خیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور مسلمان اپنی نمازوں میں یہ پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

www.ahlehaq.org

نیز اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السّلام کو دنیا میں یہ خوبی اور بھلائی دی کہ ان کے بیٹے اور پوتے بھی نبی ہوئے،
(۹) اور بے شک ابراہیم علیہ السّلام آخرت میں بڑے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ جو درجات عالیہ کے سزاوار ہیں۔

(۱۰) پھر من جملہ فضائل ابراہیمی کے یہ ہے کہ اے نبی کریمؐ ہم نے آپؐ کی طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم کا اتباع کریں جو حنیف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

یہ امر بھی حضرت ابراہیمؑ کے فضائل میں سے ہے کہ خاتم الانبیاء اور سبد الاوّلین والآخرین کو آپؑ کی ملّت کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ اگر ملت ابراہیمی صحیح اور درست نہ ہوتی تو افضل الانبیاء کو اس کے اتباع کا حکم نہ ہوتا۔ آخر کو اوّل کے ساتھ نسبت اور وابستگی ہوتی ہے۔ توحید خالص اور اسلام یعنی اللہ کے سامنے گردنِ اطاعت ڈال دینا اور اپنے آپ کو خدا کے حوالہ اور سپرد کر دینا۔ اس کی ابتداء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسّلام سے ہوئی جس کی وجہ سے ان کو دنیا اور آخرت میں نیکی اور بھلائی ملی۔ اب اسی توحید کامل کی انتہاء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی اور جو اصول اور عقائد اور قواعد کلیہ دربارۂ حلال وحرام ملت ابراہیمی میں تھے وہ آخری ملت یعنی شریعت محمدیہ میں باقی رکھے گئے درمیان میں یہود اور نصاریٰ کو ان کے حالات کے مناسب بعض مخصوص احکام دیئے گئے آخر میں دعاء ابراہیمی کے مطابق رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے تو ملت ابراہیمی کو دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ توحید خالص اور اسلام یعنی خداوندِ ذوالجلال کی فرماں برداری از سر نو زندہ ہو جائے اور شرک کو بیخ وبُن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں۔ "یعنی حلال وحرام میں اور دین کی باتوں میں اصل ملّت ابراہیمؑ ہے عرب کے لوگ آپؑ کو حنیف کہتے ہیں اور شرک کرتے ہیں اس کی راہ پر نہیں اللہ نے ابراہیمؑ کو دنیا کی خوبی اور آسودگی اور قبولیت سارے جہان میں دی تھی درمیان میں یہود اور نصاریٰ کو موافق ان کے حال کے اور حکم بھی ہوئے آخر پیغمبر بھی اسی ملّت پر آئے (انتہیٰ) لہٰذا اے مشرکین عرب تم کو چاہیئے کہ اس برگزیدہ نبی کا اتباع کرو کیونکہ اس نبی کا راستہ وہی ہے جس کے اتباع کا تم دعویٰ کرتے ہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں اور نبوت ورسالت کے تمام فضائل وکمالات کے جامع ہیں اس لیے اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو انبیاء سابقین کے اقتداء کا حکم دیا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اور مطلب یہ تھا کہ دعوت اور تبلیغ میں ان کے طریقے پر چلے اسی طرح ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ۔ کا مطلب سمجھے کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ توحید اور ابطال شرک میں ابراہیمؑ کی ملت کا اتباع کیجئے۔ اور ملت ابراہیمی بھی خدا ہی کی نازل کردہ ہے۔ آپؐ نبوت ورسالت اور ملّت وشریعت میں حضرت ابراہیمؑ کے تابع نہ تھے بلکہ مستقل نبی اور رسول تھے آپ ایسے نہ تھے جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل توریت اور شریعت موسویہ کے تابع تھے حق جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں انبیاء سابقین کی شریعتوں کے بعض احکام کا ذکر فرمایا ہے اور توریت وانجیل کے بھی بعض احکام کا قرآن کریم میں

www.ahlehaq.org

ذکر ہے اور آپؐ نے ان پر عمل بھی فرمایا ہے لیکن آپؐ کا یہ عمل اس بناء پر نہ تھا کہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح آپؐ شریعت موسویہ کے تابع تھے بلکہ بحکم خداوندی اور باتباع وحی الٰہی تھا براہ راست آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور جبرئیل امینؑ اللہ کا پیغام اور اس کے احکام لے کر آپ پر نازل ہوتے تھے۔ اسی طرح ملت ابراہیمی کا اتباع وحی ربانی اور حکم یزدانی کی بناء پر تھا نہ کہ اس بناء پر کہ آپ مستقل نبی اور مستقل رسول نہ تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع تھے آپؐ تمام انبیاء و مرسلین سے افضل اور اکمل تھے اور بحکم خداوندی انبیاء سابقین کے طریقے پر چلتے تھے آپ کسی کے تابع نہ تھے بلکہ حکم خداوندی کے تابع تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کے اتباع اور اقتداء کا حکم اس لیے دیا گیا کہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے نہ کہ اس وجہ سے کہ آپؐ دیگر انبیاء سے فضیلت اور رتبہ میں کم تھے آپؐ تو اللہ کے نزدیک اکرم الاولین والآخرین ہیں اور سب سے اکمل اور افضل ہیں اور فضیلت میں آپ کا حصہ سب سے زیادہ اور اشمل ہے۔ ؎

تو اصل و باقی طفیل تو اند تو شاہی و مجموع خیل تو اند

ایک اشکال[1] اور اس کے تین جواب

اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ ملّت ابراہیمیہ اور ملّت محمدیہؐ کیا اصول فروع میں دونوں ملّتیں متحد اور متفق ہیں اور دو اعتبار سے یعنی اصول کے اعتبار سے بھی اور فروع کے اعتبار سے بھی باہم ایک دوسرے کا عین ہیں یا فقط اصولِ دین میں دونوں ملتیں متحد ہیں یعنی توحید اور نبوت اور معاد میں تو متفق ہیں مگر فروع میں مختلف ہیں۔

پس اگر شق اوّل کو اختیار کریں یعنی یہ کہیں کہ دونوں امتیں (ملت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ) اصول و فروع دونوں میں ——— متفق اور متحد ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مستقل نبی اور صاحب شریعت جدیدہ نہ ہوں بلکہ آپ کی شان انبیاء بنی اسرائیل کی سی ہو کہ جو شریعت موسویہ کی تجدید اور ترویج کے لیے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپؐ بھی ملت ابراہیمیہ کی تجدید و ترویج کیلیے مبعوث ہوئے تھے اور یہ امر صریح البطلان ہے۔

اور اگر شق ثانی کو اختیار کریں یعنی یہ کہیں کہ دونوں ملتیں اصول دین میں تو متحد ہیں اور فروع میں مختلف ہیں تو ایسی صورت میں یہ اشکال لازم آتا ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیا خصوصیت کہ آپؐ کو ان کی ملت کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ اصول دین میں تو انبیاء کرام کی شریعتیں اور ملتیں متحد اور متفق ہیں دین تمام انبیاء کا ایک ہے اور شریعت ہر ایک کی جداگانہ ہے کما قال تعالیٰ

[1] یہ اشکال اور جوابِ اول اور جوابِ دوم تفسیر عزیزی سے ماخوذ ہیں اور جواب سوم تفسیر کبیر وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ ——— (منہ عفا اللہ عنہ)

www.ahlehaq.org

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ اس اعتبار سے تو یہودی اور نصرانی بھی ملت ابراہیمی کے متبع ہیں مسلمانوں کی کیا خصوصیت۔ اس اشکال کے کئی جواب ہیں۔

جواب اوّل

ہر شریعت میں تین باتیں ہیں۔

اوّل: اصول وعقائد۔ یعنی خدا کی ذات وصفات پر ایمان لانا اور انبیاء اور رسل کو حق سمجھنا اور قیامت کو حق جاننا۔

دوم: قواعد کلیہ۔ جو احکام جزئیہ اور مسائل فرعیہ کا ماخذ ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں انہی کلیات کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

سوم: فروع اور مسائل جزئیہ اور احکام شرعیہ۔

قسم اوّل کا نام دین ہے جو تمام انبیاء کرام میں مشترک ہے اس میں زمانہ کے اختلاف سے کوئی تغیّر اور تبدّل نہیں ہوتا اور نہ اس میں نسخ واقع ہوتا ہے اس لیے کہ عقائد اور اصول دین از قبیل خبر ہیں کہ اللہ ایک ہے اور قیامت برحق ہے اور خبر میں عقلاً نسخ جاری نہیں ہو سکتا ورنہ خبر کا کاذب ہونا لازم آئے گا۔ نسخ۔ عقلاً انشاء یعنی حکم اور امر اور نہی میں جاری ہوتا ہے۔

اور قسم ثانی کا نام "ملّت" ہے یعنی ملت ان اصول اور قواعد کلیہ کا نام ہے جن پر احکام جزئیہ کا دارومدار ہو۔ اور مجموعۂ اعتقادیات اور اصول کلیات اور فروع جزئیات کا نام شریعت ہے جو ہر رسول کی جدا اور الگ ہے۔

پس ملت محمدی اور ملت ابراہیمی کا توافق اور اتحاد انہی اصول اور کلیات میں مراد ہے جن پر احکام جزئیہ کی بناء ہے باقی رہی۔ شریعت۔ سو ہماری شریعت سب شریعتوں سے جدا اور الگ ہے اور مستقل ہے۔ اور دونوں ملتوں کے توافق کے معنیٰ یہ ہیں کہ ملت ابراہیمی کے اصول اور قواعد کلیہ شریعت محمدیہ میں بتمام و کمال موجود ہیں۔ ان میں کوئی تفاوت نہیں اگر بعض فروع مستخرجہ اور احکام جزئیہ میں بحسب مصلحت زمانہ کچھ فرق آگیا تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں لہٰذا ہم یہ کہتے ہیں کہ ملت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ اصول احکام اور قواعد کلیہ میں متفق ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ ہماری شریعت اور ہمارا دین وآئین بعینہٖ وہی دین وآئین ہے اور وہی شریعت ہے کہ جو ابراہیم علیہ السّلام کا تھا اس لیے کہ شریعت اور دین وآئین میں لحاظ فروع اور جزئیات کا بھی ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ شریعت ابراہیمی کے تمام فروع اور جزئیات بعینہٖ شریعت محمدیہ میں محفوظ نہیں۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ ملت اور شریعت میں فرق ہے اتحاد اور اتفاق باعتبار ملّت کے ہے نہ کہ باعتبار شریعت کے۔ ملت (یعنی اصول واحکام اور قواعد کلیہ) کے اعتبار سے دونوں ملتیں (یعنی ملت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ) باہم متوافق اور متحد ہیں اور شریعت کے اعتبار سے دونوں ملتیں جُدا جُدا ہیں اور علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں۔

www.ahlehaq.org

جواب دوم اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ شریعت محمدیہ بعینہٖ شریعت ابراہیمیہ ہے۔ ان حضرات نے ملت اور شریعت میں فرق نہیں کیا۔ اور یہ کہا ہے کہ دونوں شریعتیں اصول و فروع میں متفق اور متحد ہیں جیسا کہ ظاہر آیات اور احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اور حدیث اتیتکم بالحنیفیة السمحة البیضاء وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی آیات اور احادیث سے مفہوم یہی ہوتا ہے کہ دونوں ملتیں اور دونوں شریعتیں اصولاً اور فروعاً متفق اور متحد ہیں مثلاً توحید اور بتوں کا توڑنا اور ختنہ اور عقیقہ اور قربانی اور ہدی اور مناسک حج اور خصال فطرت اور غسل جنابت اور اشہر حرم کی تحریم اور ابطال کہانت و نجوم اور ابطال بت پرستی اور رزق و شفاء اور موت و حیات کو بلا واسطہ مسبب الاسباب کی طرف سے سمجھنا اور نجوم و کواکب کا معتقد نہ ہونا اور سعودت و نحوست کو من جانب اللہ جاننا اور اصول مکارم اخلاق یعنی صبر و رضاء بقاء اور تسلیم و تفویض وغیرہ وغیرہ یہ ملت ابراہیمی کے احکام ہیں جو شریعت محمدیہ میں بعینہٖ باقی ہیں لیکن خوب سمجھ لو کہ دونوں ملتوں کے متفق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ملت ابراہیمی کے تمام فروع و اصول ملت محمدیہ میں بتمام و کمال محفوظ ہیں۔ اگرچہ صدہا بلکہ ہزارہا اصول و فروع شریعت محمدیہ میں زیادہ ہیں مگر مخالف نہیں بلکہ اسی کی شرح اور بسط اور تتمیم و تکمیل ہے۔ پس ملت ابراہیمی بمنزلہ متن کے ہے اور شریعت محمدیہ بمنزلہ شرح کے ہے اور ہزارہا زوائد و فوائد پر مشتمل ہے اور مجمع الزوائد اور منبع الفوائد ہے اور اسی معنی کر شرح کو متن کے تابع کہا جاتا ہے کہ متن شرح کے لیے بمنزلہ اساس کے ہوتا ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ کو صاحب مصابیح کے تابع کہا جاتا ہے اس لیے کہ مشکوٰۃ اگرچہ صدہا زوائد پر مشتمل ہے مگر اس کی تاسیس اور بناء مصابیح السنہ پر ہے اس بناء پر مشکوٰۃ کو مصابیح کے تابع کہا جاتا ہے۔

اسی طرح سمجھو کہ شریعت محمدیہ۔ ملت ابراہیمیہ کے تمام احکام کو مع احکام زائدہ اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور ملت ابراہیمی کے احکام شریعت محمدیہ کے احکام زائدہ کے ساتھ ایسے مخلوط ہو گئے ہیں کہ شدت اختلاط اور کثرت امتزاج کی وجہ سے دونوں ملتوں کے احکام میں تمیز اور فرق نہایت دشوار ہے اور شریعت موسویہ میں نہ تو ملت ابراہیمی کے اصول و قواعد کی رعایت ہے اور نہ وہ ملت ابراہیمی کے تمام احکام کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

پس حضور پُر نُورؐ کے مستقل نبی اور صاحب شریعت جدیدہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کی شریعت اگرچہ ملت ابراہیمی کے اصول اور فروع کو حاوی ہے لیکن ہزارہا زوائد اور فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک جدید شئے ہے آپ کی شریعت میں ہزارہا احکام ملت ابراہیمی پر زیادہ کیے گئے ہیں اور انبیاء بنی اسرائیل نے شریعت موسویہ اور احکام تورات پر کسی حکم کا اضافہ نہیں کیا وہ فقط دین موسوی کے مروّج تھے اس لیے وہ مستقل نبی اور رسول نہ تھے بخلاف شریعت محمدیہ کے کہ اس میں ملت ابراہیمی کے احکام پر بے شمار احکام

www.ahlehaq.org

کا اضافہ ہوا۔

الغرض شریعت محمدیہ میں ملت ابراہیمیہ کے تقریباً تمام اصول اور احکام بعینہٖ باقی ہیں گویا کہ شریعت محمدیہ شریعت ابراہیمیہ کا احاطہ کیئے ہوئے ہے اور اس کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے مگر امتداد زمانہ کی وجہ سے ملت ابراہیمی کے تمام احکام بالکل مندرس ہو چکے تھے۔ صفحۂ ہستی پر کہیں ان کا نام و نشان نہ رہا تھا سوائے جدید وحی کے ان کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ پس حق جل شانہٗ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جدید وحی کے ذریعے سے ملت ابراہیمیہ کے احکام پر مطلع کیا اس لیے آپ صاحب شریعت جدیدہ کہلائے۔ شریعت کے جدید ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس شریعت کے احکام جدید ہوں کہ جو اس سے پہلے نازل نہ ہوئے ہوں بلکہ شریعت کے جدید ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کا نزول جدید ہو اور از سر نو عالم غیب سے اس کی تلقی ہوئی ہو۔ اس وجہ سے حضرت یوشع اور حضرت عُزیر علیہما السلام کو صاحب کتابِ جدید اور صاحبِ شریعت جدیدہ نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ شریعت موسویہ ان میں موجود اور محفوظ تھی۔ از سر نو عالم غیب سے بذریعہ وحی جدید اس کا نزول نہ ہوا تھا اور توریت ان سے پہلے نازل ہو چکی تھی اور انبیاء بنی اسرائیل پر سوائے احکام تورات کے دوسرے احکام بذریعہ وحی جدید نازل نہیں ہوتے تھے سابق وحی کے تابع تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سابق وحی کے تابع نہ تھے۔ عالم غیب سے ہر روز جدید وحی نازل ہوتی تھی اس لیے آپ صاحب شریعت جدیدہ ہوئے اور خاتم الانبیاء اور ناسخ الادیان ہوئے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ حکومت میں جب کسی کو جدید وزیر اعظم اور مدار المہام بنایا جاتا ہے تو اس وقت کے مناسب اس کو جدید آئین اور نئے قوانین دیئے جاتے ہیں پس اگر بادشاہ کسی کو وزیر اعظم بنائے اور اس کو یہ حکم دے کہ تم موجودہ آئین اور قانون کو منسوخ سمجھو اور تم سے تیس سال پہلے فلاں وزیر کے زمانہ میں جو دستور ہماری بارگاہ سے عطا ہوا تھا اس کا اتباع کرو اور طریق پر چلو تو اس حکم کے یہ معنی نہیں کہ یہ وزیر مستقل وزیر نہیں پہلے وزیر کا تابع اور ماتحت ہے بلکہ یہ جدید وزیر بلاشبہ مستقل وزیر ہے حکم شاہی کا متبع ہے بلا واسطہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ حکم ملا۔ سابق وزیر کو جو دستور اور آئین عطا ہوا تھا وہ بھی حکومت کی طرف سے عطا ہوا تھا اب حکومت کی مصلحت یہ ہے کہ موجودہ آئین کو منسوخ کر دیا جائے اور گزشتہ آئین اور دستور کو جاری اور نافذ کیا جائے لہٰذا یہ جدید وزیر گزشتہ آئین کے اتباع کی وجہ سے سابق وزیر کا متبع نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ حکم شاہی کے متبع سمجھا جائیگا۔

جواب سوم ملت ابراہیمیہ کے اتباع سے مراد یہ ہے کہ توحید اور صراط مستقیم اور دین اسلام کی دعوت اور تبلیغ اور کفار سے محاجہ اور مناظرہ میں اور کفر کا فری سے تبری اور بیزاری میں اور مکارم اخلاق یعنی رضا و تسلیم اور صبر و شکر میں اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السّلام کا طریقہ اختیار کیجئے کہ نرمی کے ساتھ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت دیجئے اور ابراہیم علیہ السّلام کی طرح دلائل اور براہین قاطعہ سے کفر اور شرک اور نجوم اور کہانت کا ابطال فرمائیے اور شعائر اسلام جیسے استقبال کعبہ اور جمعہ کی تعظیم اور ختنہ اور قربانی اور مناسک حج کو صحیح طریقہ سے جاری فرمائیے اور ملت ابراہیمی میں جن مشرکانہ رسوم

www.ahlehaq.org

کی آمیزش ہوگئی ان سے ملت ابراہیمی کو پاک وصاف کر دیجئے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دعاء ابراہیمی کی اجابت کا ثمرہ ہے بناء کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

ابو العالیہؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب آیا کہ اے ابراہیمؑ تیری دعا قبول ہوئی۔ اس شان کا نبی آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا اس وجہ سے حدیث میں آیا ہے۔ انا دعوۃ ابی ابراھیم، یعنی میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ اس لیے نبی آخر الزمانؐ کو ابراہیم خلیلؑ کی ملت کے اتباع کا حکم آیا جس کی دعا سے یہ نبی آخر الزمانؐ ظاہر و مبعوث ہوا یہاں تک تو مشرکین عرب کا رد ہوا جو اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا متبع بتلاتے تھے اب آگے یہود کا رد ہے کہ جو یہ کہتے تھے کہ شریعت محمدیہ میں تو عبادت کے لیے جمعہ کا دن اختیار کیا گیا اور ملتِ ابراہیمؑ میں تو ہفتہ کا دن تھا۔ پس ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کہاں رہی جس کے آپ مدعی ہیں ابراہیم علیہ السلام کے دین میں ہفتہ کی تعظیم خاص تھی وہ آپ نے ترک کر دی۔ اس کی جگہ جمعہ مقرر کر لیا اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ محض غلط ہے ابراہیمؑ ہفتہ کی تعظیم نہیں فرماتے تھے۔ جز ایں نیست کہ ہفتہ کی تعظیم اور اس دن شکار کی تحریم صرف ان لوگوں پر لازم کر دی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا یعنی اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا اور نہ اس امت میں ہے البتہ درمیان میں جن لوگوں نے یعنی یہودیوں نے اس بارہ میں بحث کی اور حکم خداوندی اور ارشاد پیغمبری سے اختلاف کیا اور بجائے جمعہ کے ہفتہ کا دن منتخب کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا اس دن کی تعظیم کیا کرو اور بطور آزمائش ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ اس روز مچھلی کا شکار نہ کیا کرو یہ حکم بھی کسی نے نہ مانا۔ بالآخر نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنائے گئے باقی آخری فیصلہ آخرت میں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ یوم سبت کی تعظیم کا حکم حضرت ابراہیمؑ کی ملت میں نہ تھا حضرت ابراہیمؑ کے ایک زمانہ دراز کے بعد فقط یہود پر ہوا۔ احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جمعہ کے دن مجتمع ہو کر عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا تھا مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور کہا کہ ہم تو ہفتہ کے دن کی تعظیم کریں گے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تھا اس لیے اس دن کو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان پر اس دن کی تعظیم فرض کر دی اور جس روز کو کہ انہوں نے اپنے لیے پسند کیا اسی پر ان کو چھوڑ دیا۔ پھر جب عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی امت کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا انہوں نے ان کا حکم نہ مانا اور یہ کہا کہ تخلیق عالم کی ابتداء یکشنبہ سے ہوئی ہے اس لیے ہم اتوار کے دن کو تعظیم کا دن بنائیں گے خدا تعالیٰ نے ان پر اسی دن کی تعظیم فرض کر دی۔ غرض یہ کہ یہود و نصاریٰ نے جو چیز اپنے لیے پسند کی اللہ نے وہی چیز ان پر لازم

www.ahlehaq.org

اور مقرر کر دی پھر جب نبی آخر الزمانؐ مبعوث ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا۔ سب نے اس کو بخوشی منظور کر لیا۔ اور کچھ اختلاف نہ کیا بہر حال ہر نبی نے جمعہ کے دن جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی مگر ان کی امتوں نے اختلاف کر کے دوسرا دن بدل لیا اللہ کریم نے ہر فرقہ پر وہی لازم کر دیا جو دن اس نے اپنی رائے سے اختیار کیا۔ مطلب یہ ہے ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا دن مقرر نہ ہوا تھا۔ یہ دن تو ایک مدت دراز کے بعد ان یہود پر مقرر ہوا جنہوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اختلاف کر کے یہ دن اپنے لیئے منتخب کیا۔ اللہ تعالےٰ کا حکم ہوا کہ اچھا یہی دن سہی اور ان پر سختی کر دی گئی کہ اس دن ان پر مچھلی کا شکار حرام کر دیا گیا۔ پھر جن لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی وہ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ یہ تو دنیا میں ہوا اور آخری فیصلہ آخرت میں ہو گا اور بے شک تیرا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں یہ دنیا میں اختلاف کرتے تھے۔ اس دن معلوم ہو جائے گا کہ کون غلطی پر تھا اور کون راستی پر جب ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزاء و سزا ملے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ نبی کے حکم سے اختلاف نہ کریں۔

اب آئندہ آیات میں اپنے نبی کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو راہ حق کی دعوت دیں اور نیک طریقہ سے ان کو ہدایت کریں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ	
بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر کر	
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ	
بھلی طرح ، اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو - تیرا رب	
هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ	
بہتر جانتا ہے ، جو بھولا اس کی راہ سے اور وہی بہتر	
بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ	
جانے جو راہ پر ہیں - اور اگر بدلہ دو ، تو بدلہ دو اس قدر جتنی تم کو	
مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ	
تکلیف پہنچی ، اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے	

www.ahlehaq.org

لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ

صبر والوں کو - اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا

اور ان پر غم نہ کھا ، اور مت خفا رہ ان کے فریب

يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

سے - اللہ ساتھ ہے ان کے جو پرہیزگار ہیں۔

وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۶ ۹ ۲۲

اور جو نیکی کرتے ہیں -

آداب دعوت و تبلیغ

قال اللہ تعالیٰ۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ الیٰ وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

(ربط) گزشتہ آیت میں ملت ابراہیمی کے اتباع کا حکم تھا اور اسلام اور صراط مستقیم کی دعوت ملت ابراہیمی کا مقصود اصل اور اولیٰ تھا۔ اب ان آیات میں دعوت اسلام اور تبلیغ کے آداب بتلاتے ہیں کہ وعظ و نصیحت اور تبلیغ و دعوت میں کن امور کو ملحوظ رکھنا چاہیئے یعنی حکمت اور موعظت اور مجادلہ حسنہ کو ملحوظ رکھیں اور اگر کفار کی طرف سے کوئی اذیت اور تکلیف پہنچے تو اگرچہ انتقام جائز ہے لیکن اگر صبر اور تقویٰ سے کام لیں تو بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے متقین اور محسنین سے اپنی معیت خاصہ کا وعدہ فرمایا ہے اور صبر اور تقویٰ اور احسان یعنی اخلاص اور خدا پرستی بھی فلاح اور کامیابی کی کنجی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اے نبی دعوت دے اور بلا تو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف علم و حکمت کی باتوں کے ساتھ۔ یعنی محکم دلائل کے ساتھ۔ جیسے ابراہیمؑ نے محکم دلائل سے شمس و قمر اور کواکب کی الوہیت کو باطل کیا اور خدا کی توحید کی دعوت دی اور عمدہ نصیحت کے ساتھ یعنی نرمی اور دلسوزی کے ساتھ ان کو حق کی دعوت دو جس سے مقصود ان کی خیر خواہی ہو نہ کہ فضیحت۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو نصیحت کی یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا الیٰ آخرھا یہ سب عمدہ نصیحت بھی تھی اور علم و حکمت کی باتیں بھی تھیں اور اگر بحث و مباحثہ آپڑے تو نہایت عمدہ طریقے کے ساتھ ان سے مناظرہ کرو۔

www.ahlehaq.org

یعنی ان پر ایسے طریقے سے حجت اور الزام قائم کرو جس میں خشونت اور سخونت نہ ہو جس سے وہ دشمنی پر آمادہ ہو جائیں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے جواب میں کہا فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ نمرود اس حجت الزامیہ کو سن کر مبہوت ہو گیا۔ پس اگر آپ نے ایسا کر لیا تو دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا ہو گیا اب آپ اس فکر میں نہ پڑئیے کہ کس نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور کس نے رد کیا بے شک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو اس کی راہ سے بہکا اور دعوت سراپا حکمت اور حسن موعظت اور حسن مجادلت کے باوجود باطل سے حق کی طرف نہ آیا اور وہی خوب جانتا ہے ان کو جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزاء و سزا دے گا۔ تیرا کام صرف حکم پہنچا دینا ہے اور اگر دعوت و تبلیغ کی راہ میں تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں تو تم اپنا بدلہ لینے پر بھی قادر ہو تو اگر بدلہ لینا چاہو تو اتنا ہی بدلہ لے لو۔ جتنا کہ تم ان کی طرف سے ستائے گئے ہو اور عدل و انصاف کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ بمقدار ظلم بدلہ لے لو مگر زیادتی نہ کرو یہ رخصت اور اجازت ہے اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنا صابروں کے حق میں بہتر ہے۔ یہ درجہ عزیمت کا ہے کہ جو تمہیں ستائے اس کا قصور معاف کر دو اور اگر اس پر تمہارا دل آمادہ نہ ہو تو اتنا ہی بدلہ لے لو اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو اس سے بڑھ کر حسنِ اخلاق کی تعلیم نہیں ہو سکتی اگر برابر برابر بدلہ لے لیا تو یہ عدل و انصاف ہوا اور اگر معاف کر دیا تو یہ احسان ہو گا اور صبر اگرچہ اوروں کے حق میں واجب اور لازم نہیں۔ مگر اے نبیؐ! آپ پر صبر لازم ہے۔

آپ ضرور صبر کیجئے اور آپؐ کا صبر خاص خدا کی تائید اور توفیق سے ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تسلی رکھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس صبر میں کوئی دشواری نہ ہو گی) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی مخالفت پر رنجیدہ نہ ہوں اور غمگین نہ ہوں اور نہ ان کے مکر و فریب سے تنگ دل ہوں۔ یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اور اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صفت تقویٰ اور صفت احسان کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

اور اللہ کا وعدہ ہے کہ تحقیق اللہ تعالےٰ اپنی خاص الخاص رحمت اور عنایت سے ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو پرہیز گار ہیں اور مخلص نیکوکار ہیں جس درجہ کا تقویٰ اور احسان یعنی اخلاص ہو گا اسی درجہ کی معیت اور اعانت غیبی اس کے ساتھ ہو گی تقویٰ کے معنی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے بچنے کے ہیں اور احسان کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ کی اطاعت اور بندگی اس طرح کرے گویا وہ خدا جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے اور معیت سے معیت خاصہ مراد ہے یعنی نصرت و حمایت و تائید و تقویت، کما قال اللہ تعالےٰ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ان آیات میں معیت سے معیت خاصہ مراد ہے اور حق جل شانہٗ کے اس ارشاد وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ میں معیت سے مراد معیت عامہ ہے۔ یعنی احاطۂ علمی مراد ہے۔

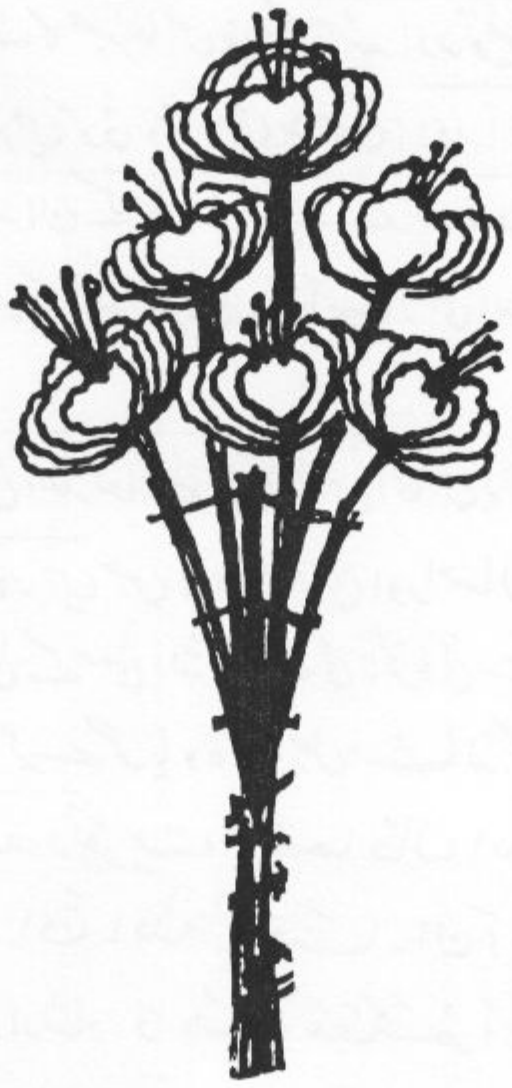
www.ahlehaq.org

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

اس وقت بوقت سحر شب دوشنبہ بتاریخ ۹ رجب المرجب سنہ ۱۳۸۹ ہجری سورۂ نحل کی تفسیر سے فراغت ہوئی۔

للہ الحمد اولاً و آخراً ہ

اللّٰھم اجعلنا من عبادك المخلصين و اوليائك المتقين المحسنين و حزبك المفلحين۔ آمين يارب العلمين ۔۔۔۔۔ وصلى اللہ تعالیٰ علیٰ خير خلقہٖ سيدنا و مولانا محمد وّعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعين۔ وعلينا معھم يا ارحم الراحمين ہ



www.ahlehaq.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر سُورۃ الاسراء یعنی سورۃ بنی اسرائیل

سورۃ بنی اسرائیل جس کو سورۃ اسراء بھی کہتے ہیں مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں چونکہ اس سورت میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے اس لیے یہ سورت بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی اور چونکہ اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور معراج کا بیان ہے اس لیے اس سورت کا ایک نام سورۃ الاسراء بھی ہے جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سورت مکی ہے مگر دو آیتیں ایک وَاِنۡ کَادُوۡا لَیَسۡتَفِزُّوۡنَکَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِیُخۡرِجُوۡکَ مِنۡہَا وَاِذًا لَّا یَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیۡلًا..... الیٰ..... وَاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا اور دوسری آیت وَاِذۡ قُلۡنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ ۔

(ربط) گزشتہ سورت میں زیادہ تر دلائل توحید کا بیان تھا اور اس سورت میں زیادہ تر دلائل نبوت اور احکام شریعت کا بیان ہے نیز گزشتہ سورت کے آخر میں اہل سبت کی تعدی اور زیادتی کا ذکر تھا اور اس سورت کے آغاز میں بنی اسرائیل کے فساد اور فتنہ پردازی اور پھر ان کی تباہی اور بربادی کا ذکر ہے تاکہ اہل مکہ سن کر ہوشیار ہو جائیں اور اپنا انجام سوچ لیں اہل مکہ بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اور آپؐ کے اصحاب کو مکہ سے نکالنے کی فکر میں لگے ہوتے ہیں جس طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو مصر سے نکالنے کا قصد کیا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا اور بنی اسرائیل ان کے مکانات اور محلات کے وارث ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مکہ اور سرزمین عرب کا وارث اور مالک بنائے گا۔

∴ ∴ ∴

آیاتُہا ۱۱۱ | ۱۷ : سُورۃُ بَنِیۡ اِسۡرَآءِیۡلَ مَکِّیَّۃٌ : ۵۰ | رُکُوۡعَاتُہا ۱۲

سورۃ بنی اسرائیل مکی ہے اور اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ

پاک ذات ہے، جو لے گیا اپنے بندے کو راتی رات ادب والی

www.ahlehaq.org

الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ

مسجد سے پرلی مسجد تک، جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

کہ دکھاویں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سُنتا دیکھتا

ذِکر کرامت اسراءِ معراج بہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ۔ ۔ ۔ ۔ الیٰ۔ ۔ ۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

گزشتہ سورت کے ختم پر صبر کی فضیلت بیان فرمائی کما قال تعالیٰ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ اور اہل صبر اور اہل تقویٰ کے لیے اپنی معیت اور قرب کا وعدہ فرمایا کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ اس لیے اب اس سورت کا آغاز واقعہ معراج کے بیان سے فرمایا کہ جو مکہ میں دس سالہ ہوشربا مصائب پر صبر جمیل کے بعد پیش آیا گویا مسلسل دس سال کے صبر کے بعد حق تعالیٰ نے ایسی عزت وکرامت ورفعت وبلندی عطا فرمائی جس نے دس سالہ مصیبتوں اور ذلتوں کو عزتوں اور راحتوں سے بدل دیا۔

دانہ پست افتد زبردستش کنند ∴ خوشہ چوں سر برکشد پستش کنند

حق جل شانہٗ نے آپؐ کو اسراء اور معراج کی کرامت اور عزت سے سرفراز کیا اور ایک رات میں تمام آسمانوں کی سیر کرائی اور آیات کبریٰ کا مشاہدہ کرایا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى اور صبر جمیل پر جس معیت سراپا خیر وبرکت کا وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا اور اپنے قرب خاص سے آپؐ کو نوازا کما قال تعالیٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۔ اور اس خارق عادت واقعہ کو آپؐ کی نبوت ورسالت کی دلیل بنایا اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرانے میں اہل مکہ کو متنبہ کر دیا کہ اب عنقریب مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی تولیت اور امامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب واحباب کی طرف منتقل ہونے والی ہے اور عنقریب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی القبلتین کا لقب ملنے والا ہے اور یہ سب اس وعدۂ معیت کا اظہار ہے جس کا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ میں خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اپنے عباد متقین اور محسنین کو اپنی معیت خاصہ سے سرفراز فرمائے گا۔

اور چونکہ ایک رات میں عروج ونزول اور سیر ملکوت خداوند کریم کی قدرت ورحمت کا عجیب کرشمہ تھا اسلیئے اسکو تسبیح اور تنزیہ سے شروع

www.ahlehaq.org

کیا گیا تاکہ کوئی ملحد اور زندیق اس سیر سماوات کو قدرت خداوندی سے خارج نہ سمجھے اور چونکہ کفار نے اس واقعہ کی تکذیب کی اور آپؐ کا مذاق اڑایا اسلیئے منکرین اور مخالفین کی تہدید کیلیئے قوم نوح کے قصہ کی طرف اشارہ فرمایا اور بنی اسرائیل کی تباہی اور بربادی کا قصہ ذکر فرمایا کہ جس طرح خداوند قدیر نے پہلے معاندین کو سزا دی اسی طرح وہ اب بھی معاندین کو سزا دینے پر قادر ہے چنانچہ فرماتے ہیں

پاک اور بے عیب ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک لے گیا ایسی مسجد جس کے گرداگرد ہم نے دینی اور دنیوی برکتیں رکھی ہیں دینی برکت یہ ہے کہ وہ سرزمین انبیاء کرامؑ کا مولد و مسکن اور ان کا مدفن ہے جس پر لیل و نہار اللہ کی وحی نازل ہوتی تھی اور فرشتوں کا نزول ہوتا تھا اور دنیوی برکت یہ ہے کہ وہ زمین چشموں اور نہروں اور میوؤں اور درختوں سے مالا مال ہے تو ہم اپنے خاص بندے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ لے گئے تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کی بعض نشانیاں دکھائیں کہ تھوڑی ہی دیر میں مکہ معظمہ سے براق پر سوار ہو کر ملک شام پہنچ گئے اور مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرامؑ سے ملاقات فرمائی اور انکی امامت فرمائی پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کی اور بیت معمور اور سدرۃ المنتہیٰ پہنچے بلکہ اس سے بھی اوپر تاکہ اس آسمانی سیر سے آپؐ کی کرامت اور علو مرتبت ظاہر ہو اور لوگوں کے سامنے آپؐ کی نبوت و رسالت واضح طور پر ثابت ہو جائے بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے یعنی وہ اپنے نبی کے پاکیزہ اقوال کو سنتا ہے اور اس کے پسندیدہ افعال کو دیکھتا ہے اور اس کے مطابق اس کا اکرام ہوتا ہے اور فرش سے لے کر عرش تک اس کو اپنے عجائب ملکوت کا مشاہدہ کراتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ اللہ اپنے بندوں کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے افعال دیکھتا ہے ان کے مطابق ان کو جزاء و سزا دے گا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ، کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کا خاص برگزیدہ اور مقرب بندہ اللہ کی نشانیوں کو اللہ کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اللہ کے کان سے سنتا ہے جیسا کہ بخاری کی ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مقرب بندہ کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (آخر الحدیث) اس حدیث کو امام بخاریؒ نے جامع صحیح کی کتاب الرقاق باب التواضع میں ذکر کیا ہے معاذ اللہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ خدا بندہ کا عین بن جاتا ہے بلکہ اس سے مقام قرب اور مقام فناء کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ مقام قرب میں اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ بظاہر اگرچہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے اور اپنے کان سے سن رہا ہے مگر در پردہ تائید غیبی کارفرما ہوتی ہے کما قال تعالیٰ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ، اسی طرح آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کان سے وہ سنا جو اللہ نے سنایا اور آنکھ سے وہ دیکھا جو اللہ نے دکھایا

چوں در مکتبِ بے نشانی رسید — چہ گویم کہ آں جا چہ دید و شنید

www.ahlehaq.org

ورق در نوشتند وگم شد سبق ❊ شنیدن بحق بود و دیدن بحق

ف (۱) حق جل شانہٗ نے اس آیت میں واقعۂ معراج کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان فرمایا اس سے زیادہ وضاحت سورۂ نجم میں ہے اور احادیث میں اس کی پوری تفصیل ہے حق تعالیٰ نے جہاں جس قدر بیان کرنا مناسب جانا اسی قدر بیان کر دیا اختصار مزید بیان کی نفی نہیں کرتا۔

ف (۲) بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ اقصیٰ کے معنی دُور تر کے ہیں اور مسجد بیت المقدس خانہ کعبہ سے بہت دور ہے۔ اور زمانۂ نزول وحی میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا روئے زمین پر اور کوئی مسجد نہ تھی اور روئے زمین پر اس وقت مسجد اقصیٰ سے زیادہ کوئی مسجد دور نہ تھی۔

ف (۳) علماء کی اصطلاح میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے لے کر ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کو معراج کہتے ہیں اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ پر لفظ "اسراء" یا لفظ "معراج" کا بھی اطلاق کر دیا جاتا ہے اسراء رات کے چلنے کو کہتے ہیں لیلاً کا لفظ اس کے بعد صرف اس لیے لایا گیا کہ پوری رات اس سفر میں صرف نہ ہوئی بلکہ اس کا ایک قلیل حصہ صرف ہوا۔

ف (۴) اسراء اور معراج سے مقصود حق تعالیٰ کا یہ تھا کہ اپنے برگزیدہ بندہ کو اپنے عجائب قدرت دکھلاتے اگرچہ یہ عالم بھی عجیب ہے مگر عالم ملکوت کے کرشمے وہم وگمان سے بالا اور برتر ہیں آپؐ نے سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کی اور بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں جیسا کہ سورۂ نجم کی آیات سے ظاہر ہے لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔

ف (۵) خدا تعالیٰ نے اس واقعہ کو لفظ "سبحان" سے شروع کیا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر قسم کے عیب اور نقص اور عجز سے پاک ہے اس کو ایک رات میں اپنے بندہ کا مکہ سے بیت المقدس لے جانا کچھ مشکل نہیں جو لوگ اس کو مستبعد سمجھتے ہیں وہ خدا کو عجز اور نقص کا عیب لگاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ہر عیب سے منزّہ اور پاک ہے۔

ف (۶) صحابہ اور تابعین اور علماء ربانیین کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور پر نورؐ کو یہ معراج بحالتِ بیداری روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور یہ واقعہ اس قدر احادیث کثیرہ وصحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے کہ جنکا نہ انکار ممکن ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہے اس درجہ کثیر ہیں کہ حد تواتر کو پہنچی ہیں جن کا انکار نا ممکن ہے اور اس درجہ صریح اور واضح ہیں کہ ان میں ذرہ برابر تاویل کی گنجائش نہیں متواترات کا انکار کفر ہے اور نصوص محکمات میں تاویل الحاد اور زندقہ ہے اسی وجہ سے ہر زمانہ میں اہل اسلام کا اس پر اجماع رہا ہے اور یہی ان کا عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور آپؐ بیداری کی حالت میں بجسدہ العنصری آسمانوں پر تشریف لے گئے

www.ahlehaq.org

سلف اور خلف اور جمہور فقہاء و محدثین و متکلمین اور صوفیائے کرام اور اولیائے عظام سب کا یہی قول ہے اور حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرف جو یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ معراج کو بحالت منام (نیند) ایک عجیب و غریب خواب مانتے تھے صحیح نہیں جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گا۔

ف (۷) ظاہر قرآن سے یہی مفہوم اور معلوم ہوتا ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم اس جسد عنصری کے ساتھ بحالتِ بیداری آسمانوں پر تشریف لے گئے کیونکہ خدا تعالیٰ یہ فرماتے ہیں۔

(۱) "پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے عبد (بندہ) کو" آیت میں لفظ عبد واقع ہے جس کا ترجمہ بندہ ہے جو مجموعۂ روح و جسد کا نام ہے اس کا اطلاق صرف روح پر صحیح نہیں قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی یہ لفظ آیا ہے ہر جگہ اس سے مراد روح مع الجسد ہے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی یعنی کیا تو نے ابوجہل کو بھی دیکھا ہے جو اس خاص بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے نماز پڑھنے سے روکتا ہے ظاہر ہے کہ اس آیت میں عبد سے مراد روح مع الجسد ہے نہ کہ صرف روح کیونکہ ابوجہل صرف روح کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتا تھا نیز خدا تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا۔ یعنی جب اللہ کا بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو قرآن سننے کے لیے اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں ظاہر ہے کہ صرف حضرت کی روح نماز پڑھنے کے لیے کھڑی نہیں ہوتی تھی نیز خدا تعالیٰ فرماتے ہیں ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا اس آیت میں بھی عبد سے مراد زکریا علیہ السلام کی روح اور جسد دونوں ہی ہیں غرض یہ کہ اس قسم کی مثالیں قرآنِ کریم میں کثیر ہیں عبد سے مراد روح مع الجسد ہے نیز حق جل شانہٗ نے اس واقعہ کے بیان کو تسبیح و تنزیہ سے شروع فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ تسبیح امر عظیم اور امر عجیب کے وقت ہوتی ہے خواب جیسے معمولی واقعہ کے لیے ایسا عظیم لفظ کبھی استعمال نہیں ہوتا کیونکہ خواب کوئی ایسی بڑی بات نہیں جس کے لیے تسبیح کا لفظ استعمال کیا جائے۔

(۲) نیز اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ بحالت بیداری اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا اور اگر آیت کے یہ معنی لیے جائیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو بحالتِ خواب یا محض روحانی طور پر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا تو پھر فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا میں یہ معنی لینے ممکن ہوں گے کہ اے موسیٰ! میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لے کر مصر سے نکل جاؤ اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ہے فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ اس آیت میں لوط علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ رات کے حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ اور ظاہر ہے کہ بیداری میں لے جانا مراد ہے خواب میں لے جانا کسی کے نزدیک بھی مراد نہیں۔

(۳) نیز لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسراء سے مقصود آیات قدرت کا مشاہدہ کرانا تھا کہ بحالت بیداری اس چشم سر سے عجائب قدرت کو دیکھیں روحانی طور پر یا بحالت خواب

www.ahlehaq.org

دکھانا مراد نہیں بلکہ جسمانی طور پر دکھلانا مراد ہے اور سورۂ نجم میں مَازَاغَ الْبَصَرُ کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاہدہ بصری تھا نیز سورۂ نجم میں حق تعالیٰ نے اس واقعہ کو آیات کبریٰ اور معجزات عظمیٰ میں سے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ خواب نہ آیاتِ کبریٰ ہے اور نہ معجزات عظمیٰ ہے۔

(۴) نیز بتواتر منقول ہے کہ جب آپؐ نے واقعۂ اسراء و معراج کو لوگوں کے سامنے بیان کیا تو کافروں نے اس کو محال جانا اور آپؐ کی تکذیب کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپؐ خواب کے مدعی نہ تھے اگر آپؐ خواب کے مدعی ہوتے تو کافروں کے جھٹلانے کے کوئی معنی نہ تھے خواب میں ہر ایک انسان عجائبات دیکھ سکتا ہے کیا عرب کے کافر ایسے بے وقوف اور نادان تھے جو یہ کہتے تھے کہ خواب میں بیت المقدس اور آسمانوں پر جانا محال ہے۔

(۵) نیز احادیث میں ہے کہ مشرکین نے اس واقعہ کو سُن کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذاق اڑایا اور تالیاں بجائیں، بیت المقدس کی علامات دریافت کیں اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے کر دیا آپؐ نے اس کو دیکھ دیکھ کر ان کی باتوں کا جواب دیا اگر یہ واقعہ کوئی خواب یا کشف ہوتا تو مشرکین آپؐ سے بیت المقدس کی علامتیں نہ پوچھتے خواب بیان کرنے والے سے نہ کوئی علامت پوچھتا ہے اور نہ مذاق اڑاتا ہے ایسے موقع پر کسی کا تالیاں بجانا اپنی کامیابی اور اور مخالف کی ذلت کی علامت ہے اور کامیابی وہ اپنی اسمیں سمجھتے تھے کہ آپؐ کا جھوٹ ثابت کر دیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب یہ واقعہ بیداری کا ہو اور امتحان کے وقت من جانب اللہ بیت المقدس کا سامنے کر دینا اس امر کی دلیل ہے کہ صرف اتنا واقعہ کشفی ہے باقی پورا واقعہ بیداری کا ہے۔

(۶) نیز اگر واقعۂ اسراء و معراج کوئی خواب ہوتا تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار نہ ہوتا خواب میں تو ابو جہل اور ابو لہب بھی ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس جاکر واپس آسکتا ہے۔

(۷) نیز مستدرک حاکم میں باسناد صحیح اور امام بیہقیؒ کی دلائل النبوۃ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جاکر واپس آئے تو صبح کو لوگوں سے یہ واقعہ بیان فرمایا تو کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور کفار دوڑے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے جاکر کہا کہ تمہیں کچھ اپنے رفیق اور دوست کی بھی خبر ہے آپؐ کا دوست یہ کہتا ہے کہ آج رات اسے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ابوبکرؓ نے کہا کیا واقعی آپؐ نے یہ بات کہی ہے لوگوں نے کہا ہاں کہی ہے ابوبکرؓ نے کہا کہ ہاں میں تو بیت المقدس سے بھی دور کی تصدیق کرتا ہوں۔ آپؐ صبح شام جو آسمانوں کی خبریں بیان کرتے ہیں (جو بیت المقدس سے بھی دور ہیں اور بعید از عقل بھی ہیں) ان کی تصدیق کرتا ہوں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسی تصدیق کی وجہ سے اِن کا نام صدیق رکھا گیا اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو کفار بھی اس کی تصدیق کر دیتے کہ خواب میں اکثر دور دور کے شہروں کی سیر کر ہی لیا کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۱ جلد ۳ و تفسیر در منثور ص ۵۱ جلد ۴ و خصائص کبریٰ ص ۱۷۶ جلد ۱)

www.ahlehaq.org

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ سننے والے نے اس واقعہ کو بیداری کا واقعہ سمجھا اسی بناء پر بعضے لوگ مرتد ہوگئے اور ابوجہل اور قریش نے اس واقعہ کو محال سمجھ کر آپؐ کا مذاق اڑایا اور اسی کی تصدیق پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملقب بصدیق ہوئے اور یہ سب باتیں اسی صورت میں ممکن ہیں جب کہ آپؐ کا دعویٰ معراج جسمانی بحالت بیداری ہو خواب میں مکہ سے بیت المقدس جانا اور صبح کو مکہ واپس آجانا کسی عاقل کے نزدیک بھی محال اور ناممکن نہیں نبی تو نبی ایسا خواب تو کافر بھی دیکھ سکتا ہے اور خواب سن کر بے اعتقاد اور مرتد ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور محض خواب کی تصدیق پر صدیق کا لقب ملنے کی بھی کوئی وجہ نہیں پس معلوم ہوا کہ جس معراج کی ابوجہل اور کفار نے تکذیب کی اور جس کی ابوبکر صدیقؓ نے تصدیق کی تھی وہ جسمانی ہی تھا لہٰذا اب جو معراج جسمانی کا انکار کرے وہ خود سمجھ لے کہ وہ کس گروہ سے ہے اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی معراج جسمانی کی قائل ہیں لہٰذا کسی کا یہ کہنا کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہیں کس طرح درست اور صحیح ہو سکتا ہے۔

نیز عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ دونوں حضرات اس بات کے قائل تھے کہ واقعہ معراج بلاشبہ جسمانی تھا اور بحالت بیداری تھا مگر ان دونوں حضرات کا اس بارہ میں اختلاف تھا کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے کہ نہیں عبداللہ بن عباسؓ شب معراج میں رؤیت باری تعالیٰ کے قائل تھے کہ حضور پُرنورؐ نے اس شب میں اپنے ربِّ اکرم کو بچشم سر دیکھا اور عبداللہ بن مسعودؓ اس کے منکر تھے اور ابن مسعودؓ کی طرح امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی شب معراج میں رؤیت باری کی منکر تھیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی طرح عائشہ صدیقہؓ بھی معراج جسمانی کی قائل تھیں صرف رؤیت کی منکر تھیں۔ حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا دیگر صحابہ کرامؓ سے اختلاف معراج کی جسمانی اور بحالت بیداری ہونے میں نہ تھا بلکہ اختلاف صرف اس بات میں تھا کہ حضور پُرنورؐ اس سیر ملکوتی میں بچشم سر دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اختلاف کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ بحالتِ خواب حق تعالیٰ کا دیدار بالاجماع جائز ہے معراج جسمانی ہونے کے بارہ میں صحابہ کرامؓ کا کوئی اختلاف نہیں بالفرض اگر کوئی اختلاف ہوتا تو وہ اختلاف کسی پر مخفی نہ رہتا سب کو معلوم ہوتا جن مسائل میں صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے سے مناظرہ یا کوئی مباحثہ ہوا جیسے سماع موتیٰ اور متعۃ الحج وغیرہ میں تو وہ ضرور منقول ہوتا اسی طرح اگر مسئلہ معراج کے متعلق صحابہ و تابعین میں کوئی اختلاف ہوتا تو ضرور منقول ہوتا اور یہ ناممکن تھا کہ اگر صحابہ میں سے کوئی معراج جسمانی کا منکر ہوتا تو دوسرے صحابہ کرام جو معراج جسمانی کے قائل تھے وہ ان سے مناظرہ نہ کرتے غرض یہ کہ حضرت عائشہؓ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہ تھیں بالکل غلط ہے جو لوگ معراج کو روحانی یا خواب قرار دیتے ہیں اور معراج کے منکر ہیں وہ اپنے اس باطل دعوے کی تائید میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نام لیتے ہیں اور بطور استدلال یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ یہ فرمایا کرتی تھیں مَا فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اللہ اسریٰ بروحہ

www.ahlehaq.org

یعنی شب معراج میں میرے پاس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم غائب نہیں ہوا لیکن اللہ نے آپؐ کی روح کو سیر کرائی۔

جواب یہ حدیث محدثین کے نزدیک ثابت نہیں اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مجہول ہے اور ابن دحیہؒ نے تنویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی نے صحیح حدیث کو رد کرنے کے لیے اس کو وضع کیا ہے۔

(زرقانی شرح مواہب[1] ص ۴ جلد ۶)۔

علاوہ ازیں اس روایت کا صحیح ہونا نہایت دشوار ہے کیونکہ واقعۂ معراج بالاجماع ہجرت سے تین سال یا پانچ سال پہلے کا ہے اس وقت اگر عائشہ صدیقہؓ پیدا بھی ہو چکی تھیں تو سن شعور کو نہ پہنچی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہ آئی تھیں جو واقعہ ان سے پہلے گزر چکا ہے اس کی نسبت وہ کیسے فرما سکتی ہیں کہ آپؐ کا جسم موجود تھا یا غائب تھا لہذا ان کا یہ کہنا کہ میں نے نبی کریمؐ کے جسم کو اپنے پاس سے مفقود اور غائب نہیں پایا کیسے صحیح ہو سکتا ہے خاص کر جب حضرت عائشہ صدیقہؓ خود یہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب واقعۂ معراج بیان کیا تو کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور ابوبکرؓ کو بوجہ تصدیق کے صدیق کا لقب ملا اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک یہ معراج جسمانی نہ ہوتی تو اس بات کی تصریح فرما دیتیں کہ ارتداد اور استبعاد کی کیا ضرورت ہے یہ واقعہ تو خواب کا ہے یا روحانی واقعہ ہے کفار نے غلط سمجھ کر خواہ مخواہ آپ کی تکذیب کی اور آپ کا مذاق اڑایا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث جسمیں کفار کی تکذیب اور لوگوں کا مرتد ہونا اور تصدیق کی وجہ سے ابوبکر صدیقؓ کو صدیق کا لقب مذکور ہونا یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے اور ما فقدت جسدہ والی روایت موقوف اور غیر صحیح ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا رؤیت بصری سے انکار اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معراج جسمانی کی قائل تھیں ورنہ خواب میں دیدارِ خداوندی کے انکار کی کوئی وجہ نہیں منامی اور روحانی رؤیت کا انکار غیر معقول ہے اس لیے کہ رؤیت باری تعالیٰ خواب میں یا روحانی طور پر عقلاً و نقلاً جائز ہے معاذ اللہ کیا حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خواب میں بھی دیدار خداوندی اور رؤیت باری تعالیٰ کو جائز نہیں سمجھتی تھیں اور اگر بفرض محال حضرت عائشہؓ کے اس قول کو صحیح بھی مان لیا جائے تو چونکہ یہ قول بے شمار احادیث صحیحہ اور صریحہ کے خلاف ہے اس لیے قابل قبول

[1] علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں حدیثها هذا ليس بالثابت عنها لما فيه من العلة القادحة وفی سندہٖ من الانقطاع وراوٍ مجهول وقال ابن وجبة فی التنوير انه حديث موضوع عليها وقال فی معراجه الصغير قال امام الشافعية ابو العباس بن سريج هذا حديث لا يصح وانما وضع ردًا للحديث الصحيح (زرقانی شرح مواہب ص ۴ جلد ۶)

www.ahlehaq.org

نہ ہوگا (شرح شفاء قاضی عیاض للعلامہ القاری ص ۴۱۴/ج ۱)

نیز احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ جب فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء و معراج کے لیے لینے آئے تو آپ اس وقت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے فرشتے آپؐ کو اُمّ ہانیؓ کے گھر سے مسجد حرام میں لے گئے اور وہاں جاکر آپؐ کا سینہ مبارک چاک کیا اور براق پر سوار کرکے بیت المقدس لے گئے معجم طبرانی میں امِّ ہانیؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

قالت بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ فی بیتی ففقدتہ من اللیل فامتنع منی النوم مخافۃ ان یکون عرض لہ بعض قریش فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل اتانی فاخذ بیدی فاخرجنی الیٰ آخرِ الحدیث ؛

(خصائص کبریٰ للسیوطی ص ۱۷۷)

امّ ہانیؓ کہتی ہیں کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے درمیان شب کے میں نے آپؐ کو دیکھا تو آپ گھر میں موجود نہ تھے میری نیند اڑ گئی اور ڈر یہ ہوا کہ آپؐ باہر تشریف لے گئے ہیں مبادا قریش میں کا کوئی دشمن آپ کے پیچھے نہ لگ گیا ہو (جب صبح ہوئی اور آپؐ گھر تشریف لائے اور آپؐ سے میں نے اپنی پریشانی بیان کی) تو آپؐ نے مجھ سے اسراء اور معراج کا واقعہ بیان کیا تب میرے دل کو تسلی ہوئی۔

(دیکھو خصائص کبریٰ ص ۱۷۷ جلد ۱ و تفسیر درمنثور ص ۴۸ جلد ۴)

امّ ہانیؓ کی روایت کا یہ لفظ ففقدتہ من اللّیل یعنی اس رات میں نے آپ کو گھر سے غائب پایا امّ ہانیؓ کا یہ لفظ عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے لفظ ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح معارض اور مخالف ہے لہٰذا بوقت تعارض ترجیح ام ہانیؓ کی روایت کو ہوگی اسلیئے کہ معراج کا آغاز ام ہانیؓ کے گھر سے ہوا اور واپسی بھی ام ہانی کے گھر پر ہوئی اور حضرت عائشہؓ اس وقت کم سن تھیں اور بعض اقوال کی بناء پر واقعہ اسراء و معراج حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت سے پہلے کا ہے اسلیئے اگر بالفرض عائشہ صدیقہؓ کی روایت صحیح بھی ہو تو ام ہانیؓ کی روایت کے مقابلہ میں اسکو ترجیح نہیں ہوسکتی ہے اسلیئے کہ ام ہانیؓ خود اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہیں اور عائشہ صدیقہؓ واقعہ معراج کے وقت آپؐ کے نکاح میں نہ تھیں نیز حضرت عائشہؓ سے خود ایک روایت ام ہانیؓ کی روایت کے موافق آئی ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے غائب تھے چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ابن سعدؒ اور ابن عساکرؒ نے حدیث معراج کو عبداللہ بن عمرؓ اور ام سلمہؓ اور عائشہ صدیقہؓ اور ام ہانیؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اس طویل اور مفصل حدیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

ففقد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیلۃ فتفرقت بنو

www.ahlehaq.org

عبد المطلب یطلبونه وَ یلتمسونهٗ، وخرج العباسؓ حتّٰی بلغ ذا طویٰ فجعل یصرخ یا محمد یا محمد فلجایَهٗ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم لبّیک لبّیکَ فقال ابن اخی اعییت قومک منذ اللیلۃ فأین کنت قال اتیت من بیت المقدس قال فی لیلتکَ قالَ نعم قالَ اصابکَ خیر قال ما اصا بنی اِلّاَ خیر

(تفسیر در منثور ص ۱۴۹ ج ۴)

یعنی اس شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے گم اور غائب ہوئے اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ رات کے وقت آپؐ کہاں چلے گئے اسلیئے بنی عبد المطلب آپؐ کی تلاش میں نکلے اور حضرت عباسؓ بھی آپؐ کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ جب وادی طوٰی میں پہنچے تو حضرت عباسؓ زور زور سے یا محمّد یا محمّد کہہ کر آواز دینے لگے اسی حالت میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب میں آواز آئی لبّیکَ لبّیک میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں حضرت عباسؓ نے کہا اے بھتیجے تم نے اس رات گھر والوں کو پریشان کیا اور ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھکا دیا آپؐ نے فرمایا میں بیت المقدس سے واپس آرہا ہوں کہا اسی رات میں؟ آپؐ نے کہا ہاں، پوچھا خیر تو ہے آپؐ نے فرمایا ہاں خیر ہے۔

اس حدیث پر نظر ڈالیے کہ دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت عائشہؓ بھی واقعہ معراج کی روایت فرما رہی ہیں اور اس روایت میں ام ہانیؓ وغیرہ بھی ان کے ساتھ شریک ہیں کہ دونوں متفقہ طور پر یہ روایت کرتی ہیں کہ اس شب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گھر سے غائب اور مفقود تھا لہٰذا حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کردہ روایت ما فقدت جسد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیسے صحیح ہو سکتی ہے علاوہ اس کے کہ وہ روایت ام ہانیؓ کی روایت اور دیگر صحابہ کرام کی روایت کے مخالف اور معارض ہے خود حضرت عائشہؓ کی بھی ایک روایت کے صریح معارض اور مخالف ہے معلوم ہوا کہ اس قول کی نسبت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہؓ کی طرف کسی طرح صحیح نہیں اس بارہ میں سب سے زیادہ موثق ام ہانیؓ کی روایت ہے کہ جن کے گھر سے اس سفر کا آغاز ہوا اور اُمّ ہانیؓ کے گھر واپسی ہوئی۔

شبے رخ تافتہ زیں دار فانی ⁘ بخلوت در سرائے اُمّ ہانیؓ
رسیدش جبریلؑ از بیت معمور ⁘ براقِ برق سیر آورد از دُور
قوی پشت وگراں سیر و سبک خیز ⁘ براندن دور بیں وقت شدن تیز

اور بیہقی اور طبرانی اور بزار کی روایت میں ہیکہ صبح کے وقت ابوبکر صدّیقؓ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا طلبتک یارسول اللّٰہ البارحۃ فی مکانک یارسول اللہ میں نے گزشتہ شب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپؐ کے مکان میں نہ پایا

(شرح شفاء للعلامۃ القاری ص ۴۰۸ ج ۱)

www.ahlehaq.org

اور ایک روایت میں لفظ ہیں یا رسول اللہ، این کنت یا رسول اللہ فقد طلبتك ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آج رات آپؐ کہاں تھے جہاں جہاں گمان اور خیال کیا جاسکتا تھا وہاں سب جگہ آپؐ کو تلاش کر لیا مگر آپؐ کو نہ پایا آپؐ نے فرمایا رات جبرئیل امینؑ آئے تھے اور براق پر سوار کر کے مجھے بیت المقدس لے گئے تھے الیٰ آخرہ

(دیکھو خصائص کبریٰ سیوطی ص ۱۵۹ جلد ۱)

صدیق اکبرؓ کی یہ روایت اس امر کی روشن دلیل تھی کہ آپؐ کا یہ اسراء جسمانی تھا اور بحالتِ بیداری تھا اور امام طبریؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت عائشہؓ کی طرح حضرت معاویہؓ کا قول نقل کیا اور پھر اس کو رد کیا کہ یہ قول صحیح نہیں اسلئے کہ دلائل واضحہ اور احادیث متواترہ کے خلاف ہے بے شمار روایتوں میں بتواتر یہ امر منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر مکہ سے بیت المقدس گئے اور ظاہر ہے کہ سواری پر جسم ہی سوار ہوتا ہے نہ کہ رُوح اور یہ کہنا کہ براق پر سوار ہونا بھی خواب ہی میں تھا صریح آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ کے خلاف ہے اور صحابہ و تابعین کی تصریحات کے بالکل برعکس ہے لہذا یہ قول کسی طرح قابل قبول نہیں۔

(تفسیر ابن جریر طبری ص ۱۴ جلد ۱۵)

اور کیا مشرکین مکہ کا اس واقعہ کو سن کر مذاق اڑانا اور تعجب سے سر پر ہاتھ رکھنا اور تالیاں بجانا اور بیت المقدس کی علامتیں پوچھنا کیا یہ سب خواب ہی میں تھا یا روحانی طور پر تھا مقصود اس واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ثابت کرنا تھا اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ یہ واقعہ بحالت بیداری اسی جسم عنصری کے ساتھ مانا جائے ورنہ محض روحانی عروج یا خواب، نبوت و رسالت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

معراج جسمانی کے بعض منکرین نے اسی سورت کی اس آیت یعنی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ سے استدلال کیا ہے کہ یہ واقعہ خواب کا تھا چونکہ یہ آیت اسی سورت کی ہے اس لیے اس شبہ کا لفظی جواب انشاء اللہ اسی آیت کی تفسیر میں آجائے گا مختصر یہ کہ اس آیت میں رؤیا سے معراج کا خواب مراد نہیں بلکہ واقعۂ حدیبیہ کے متعلق حضور پُر نورؐ نے جو خواب دیکھا تھا وہ مراد ہے اور اگر بالفرض والتقدیر اس سے معراج ہی کا واقعہ مراد لیا جائے تو صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیت میں رؤیا سے مراد رؤیت چشم ہے خواب میں دیکھنا مراد نہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جو دیکھا وہ بچشم سر دیکھا وہ خواب نہ تھا۔

خلاصۂ کلام: یہ کہ معراج جسمانی بحالت بیداری، دلائل قطعیہ اور احادیث متواترہ اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے اسراء کا جتنا حصہ قرآن سے ثابت ہے اس کا انکار تو صریح کفر ہے اور احادیث متواترہ کا

www.ahlehaq.org

انکار بھی کفر ہے اور اجماعی امور کا انکار قریب بکفر ہے اور غیر ثابت شدہ اقوال کی آڑ لے کر نصوص صریحہ اور واضحہ میں تاویل کرنا یہ الحاد اور زندقہ ہے ایسا شخص ظاہر میں مسلمان ہے اور در پردہ کافر ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ ملحد اور زندیق منافق کے حکم میں ہے۔

(۸) ام ہانی رضؓ کی اسی حدیث میں ہے کہ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلّم نے واپسی پر ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سفر بیت المقدس کا واقعہ بیان کر کے یہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے اس رات دیکھا ہے وہ قریش سے بیان کر دوں ام ہانیؓ کہتی ہیں کہ میں نے آپؐ کا دامن پکڑ لیا اور کہا خدا کے لیے آپؐ یہ کیا کرتے ہیں وہ لوگ تو پہلے ہی سے آپؐ کی تکذیب کرتے ہیں مجھے خوف ہے کہ یہ واقعہ سن کر آپؐ پر حملہ نہ کر بیٹھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھٹکا دے کر دامن چھڑا لیا اور مجمع میں جا کر سارا واقعہ بیان کیا پس اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو ام ہانیؓ اس کے بیان نہ کرنے پر اس قدر اصرار نہ کرتیں۔

(۹) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ لوگ سن کر اس واقعہ کی تکذیب کریں گے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں کیونکہ خواب میں اکثر عجیب و غریب واقعات دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر نہیں ہوتا کہ لوگ سُن کر اس کی تکذیب کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے اس کے کہ واقعۂ معراج سے شاداں اور فرحاں ہوتے بیان کرنے سے پہلے ہی رنجیدہ اور غم گین تھے اس وجہ سے کہ کفّار اس واقعہ کو خلاف عقل سمجھ کر میری تکذیب کریں گے اور میرا مذاق اڑائیں گے بظاہر باوجود اس رنجیدگی اور پریشانی کے آپؐ نے یہ واقعہ سب کے سامنے اس لیے بیان کیا کہ آپؐ اس واقعہ کے بیان کرنے پر من جانب اللہ مامور تھے ولی کو اپنی کرامت کا چھپانا جائز ہے مگر نبی پر اپنے معجزہ اور کرامت کا اظہار فرض ہے تاکہ اس کی نبوت و رسالت ثابت ہو۔

فائدہ اس وقت ہم منکرینِ معراج کا ایک اعتراض نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کرام مُلا حدہ اور زنادقہ کے دام تزویر میں آکر اسلام کے ایک متفق علیہ مسئلہ کا اِنکار نہ کریں۔

اعتراض ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے سبع سمٰوٰت کا سفر طے کرنا اور صبح سے پہلے مکہ واپس آجانا عقلاً محال ہے۔

جواب ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کر لینا عقلاً کوئی محال نہیں سرعت حرکت کی کوئی حد معین نہیں ہوائی جہازوں کی پرواز سامنے ہے اور نہ معلوم آئندہ کس حد تک ترقی کر جائے قرآنِ کریم میں ہے کہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر تھی تختِ سلیمانی کو وقت قلیل میں ایک مہینہ کی مسافت پر پہنچا دیتی تھی غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السّلام کے زمانہ میں ایک شخص جس کو خدا تعالیٰ نے کتاب کا علم عطا فرمایا تھا ایک یلک

www.ahlehaq.org

چھکنے میں بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں سلیمان علیہ السّلام کے سامنے رکھ دیا۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۔

حضرت آدم علیہ السلام کا زندہ آسمان سے اتارا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے اور علیٰ ھٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور نزول من السماء قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ وتابعین سے ثابت ہے اور چودہ سو سال سے تمام علماء ربانیین کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے معلوم ہوا کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا عقلاً ونقلاً بالاتفاق ممکن بلکہ واقع ہے اور اس زمانہ میں ہوائی جہازوں کی برق رفتاری سب کے سامنے ہے پس جب کہ اس زمانہ میں خدا کی مخلوق کو یہ قدرت ہے کہ صدہا اور ہزار ہا میل فی گھنٹہ کی رفتار کی سواری ایجاد کرسکے تو کیا خداوند عالم کو یہ قدرت نہیں کہ وہ اپنے کسی برگزیدہ کے لیے براق جیسی برق رفتاری پیدا کر دے کہ جو اس کو چند گھنٹہ میں بیت المقدس کا سفر طے کرادے معاذ اللہ کیا خدائی قدرت یورپ کے کارخانوں کی قدرت سے بھی کم ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر عروج اور پھر اس جسم عنصری کے ساتھ نزول ممکن ہے اسی طرح سمجھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور اخیر زمانہ میں نزول من السماء بھی ممکن ہے اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عروج اور یہ نزول جسمانی تھا اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا عروج الی السماء بھی جسمانی تھا اور قیامت کے قریب ان کا نزول من السماء بھی جسمانی ہوگا اور یہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے لہٰذا قادیان کے کسی دھقان کا یہ کہنا کہ کسی جسم عنصری کا زندہ آسمان پر جانا اور زندہ آسمان سے اترنا محال ہے اہل عقل کے نزدیک مجنونانہ ہذیان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

معراج آسمانی اور مرزائے آنجہانی

معراج کا مسئلہ اسلام میں ایک عظیم الشان مسئلہ ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات اور آپؐ کے دلائل نبوت اور براہین رسالت سے ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور امت محمدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسراء ومعراج کی عزت وکرامت سوائے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کو یہ فضیلت حاصل نہیں مگر مرزائے قادیان اپنی خودغرضی کی وجہ سے اس معجزہ سے انکار کرتا ہے اور طرح طرح سے معراج جسمانی کے ماننے سے پہلو تہی کرتا ہے مرزائے قادیان کو ڈر یہ ہے کہ اگر معراج جسمانی ثابت ہوجائے تو عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہوجائے گا اور پھر جب انکا رفع الی السماء ثابت ہوجائے گا تو ان کا نزول من السماء یعنی آسمان سے اترنا بھی ثابت ہوجائے گا کیونکہ رفع جسمانی اور نزول جسمانی دونوں ہم شکل ہیں اس لیے مرزائے قادیان کبھی تو معراج جسمانی کا انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک جسم عنصری کا آسمان پر

www.ahlehaq.org

جانا عقلاً و نقلاً محال ہے کوئی زندہ شخص آسمان پر جا ہی نہیں سکتا اور کبھی کہتا ہے کہ واقعۂ معراج بیداری کا واقعہ نہ تھا بلکہ ایک خواب تھا اور کبھی کہتا ہے کہ واقعۂ معراج ایک کشف تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مکہ سے باہر نہیں گئے بستر پر ہی لیٹے لیٹے بیت المقدس وغیرہ کا کشف ہو گیا چنانچہ مرزا ازالۃ الاوہام ص۴۷ میں لکھتا ہے کہ "یہ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے" (انتہیٰ)۔

ناظرین کرام اس عبارت کو غور سے پڑھ لیں اس میں اولاً تو معراج جسمانی کا انکار کیا اور ثانیاً اس کو ایک قسم کا کشف بنایا اور ثالثاً سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ کیا کہ واقعۂ معراج اگر حضور پُرنورؐ کو عمر میں ایک مرتبہ پیش آیا تو قادیان کے اس دہقان کو اس کا تجربہ ہے کہ بارہا اس کو اس قسم کا کشف ہو چکا ہے مرزا کے نزدیک اگر یہ واقعہ خواب کی حالت میں ہوا تھا یا اعلیٰ درجہ کا کشف تھا تو جو واقعات احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہیں وہ سب کے سب کیا خواب تھے یا سب کشف و مکاشفے تھے واقعۂ معراج سُن کر مشرکین مکہ کا تعجب سے سروں پر ہاتھ رکھ لینا اور تالیاں بجانا اور بیت المقدس کی علامتیں دریافت کرنا وغیرہ وغیرہ کیا یہ سب باتیں کشف اور خواب کی آزمائش کے لیے تھیں یا واقعۂ بیداری سمجھ کر یہ باتیں کی جا رہی تھیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ معراج جسمانی کا تھا نہ کہ روحانی اور منامی اور کشفی کا تھا اس لیے کہ روحانی یا منامی یا کشفی چیز کا کون انکار کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس پر اعتراض کر سکتا ہے اور نہ اس کے جواب کی کوئی حاجت ہوتی ہے نیز کیا اس قسم کا کشف مرزا صاحب کے علاوہ کسی اور کو بھی ہو سکتا ہے یا صرف مرزا صاحب کے ساتھ مخصوص ہے۔

مرزا ازالۃ الاوہام میں لکھتا ہے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا لیکن پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ رؤیائے صالحہ تھی (انتہیٰ)۔

اس تحریر سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ تقریباً کل صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے دوسرے یہ کہ عائشہ صدیقہؓ اس کی منکر تھیں اوّل امر کے متعلق یہ گزارش ہے کہ کتب رجال وغیرہ سے یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام ایک لاکھ سے زیادہ تھے اور یہ تمام صحابہ معراج جسمانی کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ امر کسی ادنیٰ مسلمان پر مخفی نہیں کہ جس بات پر ایک لاکھ اعتقاد رکھتے ہوں اس کے موافق اعتقاد رکھنا مسلمان پر فرض ہے اور آیت شریفہ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ سے ان لوگوں کے لیے وعید ثابت ہے کہ جو مؤمنین اولین کے طریقہ سے انحراف کریں رہا امرِ دوم کہ عائشہ صدیقہؓ معراج جسمانی کی منکر تھیں سو وہ بالکل غلط ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے اور یہ بتلا چکے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی طرف ما فقد جسمه صلى الله عليه وسلم روایت منسوب کی جاتی ہے وہ قطعاً موضوع ہے اور اگر بالفرض یہ روایت

www.ahlehaq.org

صحیح بھی ہو تو صرف ایک صحابی کا قول ہزار ہا صحابہ کرام کے اجماع کے مقابلہ میں کیسے حجت ہو سکتا ہے اجماع صحابہ کے بعد کسی ایک ایسے غیر صحیح اور غیر ثابت قول سے استدلال کرنا جو مجمل اور مؤول ہو الحاد اور زندقہ ہے۔ بہرحال مرزائے قادیان واقعہ معراج کو محض ایک مکاشفہ کہتے ہیں کہ گھر میں بیٹھے ہی بیٹھے بیت المقدس اور آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کشف سے دیکھ رہے تھے یہ انکار کا ایک نرالا طریقہ ہے کہ لفظ تو معراج کا باقی رہے مگر معنی اس کے بالکل بدل دیئے جائیں مرزا ازالۃ الاوہام کے صفحہ نمبر ۴۸ میں لکھتا ہے۔

"سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اعلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے"

سبحان اللہ مسیلمۂ قادیان کی اس جسارت اور وقاحت کو تو دیکھیئے کہ اپنے لیے اعلیٰ درجوں کے کشفوں کے تجربہ کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہر کس و ناکس اس قسم کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے بھی گھر بیٹھے بیٹھے کشفی طور پر بیت المقدس اور سبع سمٰوات کی سیر کر لی ہے کشف تو ایک قسم کی معنوی چیز ہے جو دوسرے کو محسوس نہیں ہوتی اور نہ اس کو نظر آتی ہے البتہ آثار اور علامت سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے مگر مرزا صاحب پر جب نظر ڈالتے ہیں تو آثار تکذیب ہی کے نظر آتے ہیں اس لیے کہ مرزا صاحب کی بہت سی پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں اور ظاہر ہے کہ پیشین گوئیوں کا دارومدار کشف پر ہے اور علماء کرام نے مرزا کی پیشین گوئیوں کے جھوٹ اور غلط ہونے کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

قصۂ اسراء و معراج

بمناسبت مقام، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر قصۂ اسراء و معراج نہایت اختصار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کر دیا جائے تاکہ اجمالی طور پر از اوّل تا آخر قصہ کی ترتیب و قوعی معلوم ہو جائے باقی تفصیل کے لیے کتب سیرت دیکھیں اور بقدر ضرورت اس ناچیز نے اپنی تالیف سیرۃ المصطفیٰ حصہ اول میں واقعۂ معراج کو مع اسرار و حکم لکھ دیا وہاں دیکھ لیا جائے فاقول وباللہ التوفیق۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہجرت سے ایک سال پہلے یا دو سال یا پانچ سال پہلے یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بعد نماز عشاء ام ہانیؓ کے مکان میں سو رہے تھے کہ جبرئیل امینؑ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپؐ کے پاس آئے اور ام ہانیؓ کے مکان سے مسجد حرام میں لے گئے وہاں سینۂ مبارک چاک کیا اور قلب مبارک کو زمزم کے پانی سے دھو کر اپنے مقام پر رکھ دیا اور پھر آپؐ کو براق پر سوار کر کے بیت المقدس لے گئے راستہ میں کچھ واقعات پیش آئے جن کا ذکر کتب سیرت میں ہے تھوڑی

www.ahlehaq.org

دیر میں آپؐ بیت المقدس پہنچ گئے آپؐ براق سے اُترے جبرئیل امینؑ نے براق کو ایک حلقہ میں باندھ دیا مسجد اقصٰی میں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام آپؐ کے انتظار میں جمع تھے اور آسمان سے کچھ فرشتے بھی نازل ہوتے تھے اور سب صف بستہ تھے۔ جبرئیل امینؑ نے حضور پُر نورؐ کو امامت کے لیے آگے بڑھایا آپؐ نے ان سب کی امامت فرمائی (زرقانی ص۔ ۸ جلد ۷) اور انبیاء کرام اور ملائکہ حاضرین نے آپؐ کی اقتداء کی پھر آپؐ کے لیے ایک معراج (سیڑھی) لائی گئی ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ یہ معراج (سیڑھی) جنّت الفردوس سے لائی گئی (زرقانی ص ۵۵) پھر اس معراج (سیڑھی) کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امینؑ دونوں آسمان پر پہنچے اور آسمان کا دروازہ کھلوایا اور آسمان پر عروج اسی معراج (سیڑھی) کے ذریعہ ہوا اور براق کو بیت المقدس میں چھوڑ گئے پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر دوسرے آسمان پر حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جہاں ان کے ساتھ ان کے خالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی تھے پھر تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر چھٹے آسمان میں حضرت موسٰی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر ساتویں آسمان میں حضرت ابراھیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی بعدازاں آپؐ بیت معمور میں داخل ہوئے جو قبلۂ ملائکہ ہے اور ستّر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر قیامت تک عود نہیں کرتے اور یہ بیت معمور جس میں آپؐ نے نماز پڑھی ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو عرش کے نیچے ہے اور خانہ کعبہ کی محاذات میں ہے بالفرض اگر بیت معمور اپنی جگہ سے گرے تو خانہ کعبہ پر آکر گرے اس کا حکم وہی ہے جو خانہ کعبہ کا ہے (زرقانی ص ۸۰ جلد ۲) پھر جبرئیل امینؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سدرۃ المنتہٰی پر پہنچے سدرۃ المنتہٰی ایک درخت ہے جس کو انوارِ خداوندی ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اور ہر طرف سے فرشتے اس کو گھیرے ہوئے ہیں یہ مقام اوپر سے اترنے والوں اور نیچے سے چڑھنے والوں کا منتہٰی ہے اور کراماً کاتبین کا بھی منتہٰی ہے کراماً کاتبین اس سے اوپر نہیں جاتے اور یہی مقام جبرئیل امینؑ کا مستقر اور ٹھکانا ہے اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امینؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا چھ سَو پر تھے (زرقانی ص ۶، جلد ۶) اور سدرۃ المنتہٰی ہی کے قریب آپ نے جنّت کا مشاہدہ فرمایا اور آپؐ جنّت میں داخل ہوئے اور وہاں کی سیر کی وہاں دیکھا کہ گنبد موتی کے ہیں اور مٹی مشک کی ہے حق جل شانہٗ کے اس ارشاد وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہٰی کے قریب ہے اور اسی مقام میں آپؐ نے نہر کوثر کو دیکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے (زرقانی ص ۷۵ جلد ۶) اور وہ چار نہریں جن کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ

www.ahlehaq.org

مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى۔ یہ چاروں نہریں سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکلتی ہیں آپؐ نے اس مقام پر ان کا معائنہ فرمایا (زرقانی ص ۹، جلد ۶) بعد ازاں آپؐ کو جہنم دکھلائی گئی جس میں آپؐ نے اللہ کے قہر اور غضب کا مشاہدہ کیا پھر بند کر دی گئی بعد ازاں آپؐ کے لیے ایک سبز رفرف (جھولا یا تخت) لایا گیا آپ اس پر بیٹھے اور جبریل امینؑ نے آپؐ کو اس فرشتہ کے سپرد کیا جو رفرف کے ساتھ آیا تھا آپؐ نے جبریل امینؑ سے ساتھ چلنے کی درخواست کی جبریل امینؑ نے کہا مجھے آگے جانے کی قدرت نہیں اگر ایک قدم بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک مقام معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی آیات دکھلانے کے لیے بلایا ہے (دیکھو زرقانی ص ۹۵ جلد ۶) پس آپؐ نے جبریل امینؑ کو الوداع کہا اور رفرف میں بیٹھ کر اس کے فرشتے کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپؐ ایک مستوی (بلند جگہ) پر جہاں آپ صریف الاقلام سنتے تھے یعنی ان قلموں کی کتابت کی آواز سنتے جو احکام الٰہیہ اور تقادیر ربانیہ کی کتابت کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی رفرف پر جا رہے تھے حضور پُرنورؐ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں یکایک ایک نورانی ابر نمودار ہوا جس نے مجھے اپنے اندر لے لیا اور میں تنہا رہ گیا اور وہ فرشتہ جو رفرف کے ساتھ تھا وہ پیچھے رہ گیا اور اس اثناء میں فرشتوں کی جو آوازیں سنائی دیتی تھیں وہ سب منقطع ہو گئیں اس طرح میں بارگاہِ قدس اور مقامِ قرب میں عرش کے قریب پہنچا کما قال تعالیٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى اور مقام دنو اور تدلی میں یعنی مقام قرب میں حق تعالیٰ نے مجھ سے کلام فرمایا اور پچاس نمازیں مجھ پر فرض کیں بعد ازاں میں بارگاہِ خداوندی سے واپس ہوا واپسی میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے پھر بارگاہِ خداوندی میں واپس گیا اور تخفیف کی درخواست کی جو منظور ہوئی اس طرح یہ دس معراجیں ہوئیں سات معراجیں تو سات آسمانوں تک ہوئیں اور آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی اور نویں معراج مقام صریف الاقلام تک ہوئی اور دسویں معراج مقام دَنٰی فتدلّٰی تک ہوئی یعنی مقام قرب تک ہوئی جہاں آپؐ لقاء خداوندی اور کلام خداوندی سے مشرف ہوئے بعد ازاں آسمانوں سے بیت المقدس واپسی ہوئی اور حسب سابق آپؐ براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور صبح کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھی اور صبح کی نماز کے بعد قریش کو اپنے سفر بیت المقدس اور عروج آسمانی کی خبر دی کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، اور وہ سوجھ دی بنی اسرائیل کو

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا

کہ نہ حوالہ کرو میرے رسوا کسی پر کام ٭ تم جو اولاد ہو اُن کی

www.ahlehaq.org

مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

جن کو لاد لیا ہم نے نوح کے ساتھ، وہ تھا بندہ حق ماننے والا

ذکر کرامت حضرت موسیٰ علیہ السّلام بعطائے تورات و شرف تکلیم و مناجات

قال اللّٰہ تعالیٰ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ الیٰ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا

(ربط) اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی کرامتِ اسراء اور شرفِ معراج کا ذکر تھا اب اس آیت میں موسیٰ علیہ السّلام کے ایک شرف اور عزت اور کرامت کا ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طُور پر بلا کر ان سے کلام کیا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے ان کو توریت دی جس میں یہ تاکیدی حکم تھا کہ اے فرزندانِ قوم نوح جن کو ہم نے کشتی میں سوار کیا تھا کہ تم خدا کے سوا کسی کو اپنا کارساز اور حاجت روا نہ بنانا مگر بنی اسرائیل گوسالہ پرستی اور شرک میں پڑ کر ہلاک ہوئے غرض یہ کہ موسیٰ علیہ السّلام کا کوہِ طور پر جانا اور کلام خداوندی سے مشرّف ہونا یہ موسیٰ علیہ السّلام کی معراج تھی معراج محمدی کے ساتھ معراج موسوی کا ذکر نہایت لطیف ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپؐ سے پہلے موسیٰ علیہ السّلام اولوالعزم صاحب کتاب اور صاحب معجزات خدا تعالیٰ کے عظیم رسول تھے اسی طرح آپؐ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہادی اور رسولِ برحق ہیں اور توریت کی طرح حق تعالیٰ نے آپؐ کو ہدایت عالم کے لیے قرآن جیسی عظیم کتاب عطا کی جو توحید اور مبداء اور معاد اور مکارم اخلاق کی تعلیم میں بے مثال ہے اور جس طرح موسیٰ علیہ السّلام نے من وراء الحجاب اللہ تعالیٰ کا کلام سُنا اسی طرح آپؐ نے بھی لیلۃ المعراج میں بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُنا اور دیدار خداوندی سے بھی مشرف ہوئے اور جس طرح موسیٰؑ کی نبوت کے منکرین کا انجام خراب ہوا اسی طرح آپؐ کی نبوّت اور معجزۂ معراج کے منکرین کا انجام خراب ہوا۔

اور چونکہ شبِ معراج میں موسیٰ علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہا کہ آپؐ کی امت دن رات میں پچاس نمازوں کا تحمل نہ کر سکے گی اس لیے آپؐ پروردگار کی طرف لوٹ جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے اس لیے حق تعالیٰ نے اسراء اور معراج کے ذکر کے بعد خاص طور پر موسیٰ علیہ السّلام کا ذکر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے اصرار سے آپؐ بار بار بارگاہِ خداوندی میں گئے اور تخفیف کی درخواست کی اور منظور ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں اور ہم نے موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب تورات عطا کی اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا اور ان کو حکم دیا کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بناؤ کہ اپنے امور کو اس کے حوالہ اور سپرد کر دو بلکہ اللہ کے سپرد کرو کیونکہ غیر اللہ کو اپنا وکیل بنانا ایک قسم کا کفر اور کفرانِ نعمت ہے اور تم لوگ ان لوگوں کی ذریت ہو جو نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور سب خدا کے شکر گزار بندے تھے لہٰذا تم کو چاہیے

www.ahlehaq.org

کہ شکر گزاری اور کفر سے بیزاری میں اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلو چنانچہ فرماتے ہیں۔

اے نسل ان لوگوں کی جن کو ہم نے نوح علیہ السّلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا ان کی اتباع کی برکت سے ہم نے تم کو نجات دی اور ان کے ساتھ تم کو کشتی میں سوار کیا پس تم اپنے باپ کے مشابہ بنو اور ان کے طریقہ پر چلو بے شک نوح علیہ السّلام خدا کے بڑے شکر گزار بندے تھے جب کھانا کھاتے یا پانی پیتے یا کپڑا پہنتے تو الحمد للہ کہتے اس لیے خدا تعالیٰ نے ان کا نام عبدًا شکورًا رکھا عبودیت اور بندگی کا اصل دارو مدار شکر گزاری پر ہے شکر گزاری سے ہدایت اور توفیق ملتی ہے اور ناشکرا اور ناقدرا محروم رہتا ہے۔

وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ

اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں

لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ

کہ تم خرابی کرو گے ملک میں دو بار ، اور چڑھ جاؤ گے

عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا

بڑی طرح چڑھنا ۞ پھر جب آیا پہلا وعدہ اُٹھاتے ہم نے

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

تم پر ایک بندے اپنے سخت لڑائی والے

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ

پھر پھیل پڑے شہروں کے بیچ - اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا پھر

رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ

ہم نے پھیری تمہاری باری اُن پر ، اور زور دیا تم کو مال سے

وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ

اور بیٹوں سے اور اس سے زیادہ کردی تمہاری بھیڑ ۞ اگر بھلائی کی تم نے

www.ahlehaq.org

اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۖ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ

تو بھلا کیا اپنا ، اور اگر برائی کی تو آپ کو پھر جب پہنچا

وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ

وعدہ پچھلی بار کا کہ وہ لوگ اداس کریں تمہارے منہ اور پیٹھیں (گھسیں) مسجد میں

كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷

جیسے پیٹھے (گھسے) پہلی بار ، اور خراب کریں جس جگہ غالب ہوں پوری خرابی

عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ

آیا ہے رب تمہارا اس پر، کہ تم کو رحم کرے اور اگر پھر وہی کرو گے تو ہم

جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸

پھر وہی کریں گے اور کیا ہے ہم نے دوزخ منکروں کا بندی خانہ

ذکر انجام مخالفت و معصیت برائے ترہیب عبرت

قال اللّٰہ تعالیٰ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ اِلٰى وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا

(ربط) گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعام کا ذکر فرمایا کہ ان کی ہدایت کیلئے توریت نازل کی مگر وہ بجائے رشد و ہدایت کے فتنہ و فساد میں جا گرے جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ دنیا ہی میں طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے اب ان آیات میں احکام خداوندی کی مخالفت کرنے والوں کے بُرے انجام کو بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت پکڑیں کہ جو شخص اللہ سے باغی ہو جاتا ہے اللہ دنیا ہی میں اس کے دشمن کو اس پر مسلط کر دیتا ہے ان آیات میں اجمالاً دو واقعوں کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے دو مرتبہ سرکشی کی اور دونوں مرتبہ سخت قتل اور غارت اور ذلت اور مصیبت میں مبتلا ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں اور ہم نے کتاب توریت یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں فیصلہ کر دیا اور بنی اسرائیل کو اس سے آگاہ کر دیا کہ تم سرزمین شام میں دو مرتبہ ضرور فتنہ اور فساد برپا کرو گے کہ حدود شریعت سے باہر نکل جاؤ گے اور اعلانیہ احکام توریت کی خلاف ورزی کرو گے اور بڑا اودھم مچاؤ گے اور لوگوں پر ظلم و ستم ڈھاؤ گے خوب سمجھ لو کہ دونوں مرتبہ تم سخت سزا میں مبتلا ہو جاؤ گے لَتُفْسِدُنَّ میں حقوق اللہ

www.ahlehaq.org

کے ضائع کرنے کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے توریت میں یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ بنی اسرائیل ملک میں دو مرتبہ فتنہ اور فساد برپا کریں گے اور ظلم و ستم کا شیوہ اختیار کریں گے تو پھر ہر مرتبہ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دردناک سزا کا مزہ چکھنا پڑے گا جس کا ذکر آگے آتا ہے پھر جب ان دو وعدوں میں سے پہلے وعدہ کا وقت آئے گا تو ہم تمہاری سزا اور سرکوبی کے لیے اپنے ایسے بندے کھڑے کریں گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے سو وہ تمہارے گھروں میں گھس پڑیں گے اور ڈھونڈ[1] ڈھونڈ کر تم کو قتل کریں گے اور گھر گھر تلاش کر کے تم کو گرفتار کریں گے اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نصر بابلی اور اس کا لشکر ہے جنہوں نے بنی اسرائیل کو تہس نہس کر دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے جالوت مراد ہے جو بعد میں داؤد علیہ السّلام کے ہاتھ سے ہلاک ہوا

نکتہ عِبَادًا لَّنَا (ہمارے بندے) یہ اضافت تشریف و تکریم کے لیے نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ ہمارے خاص بندے ہوں گے بلکہ یہ اضافتِ تخلیق و تکوین ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کے خاص ظالم بندے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اسی لیے پیدا کیا ہے یعنی مغرورین اور متکبرین پر مسلط کرنے کے لیے پیدا کیا اور ان ظالم بندوں سے بخت نصر اور اس کا لشکر مراد ہے اور یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا سو وہ پورا ہوا پھر جب تم نادم اور تائب ہو کر اپنی شرارتوں سے باز آجاؤ گے تو پھر تم کو ہم ان پر غلبہ دے دیں گے تم غالب ہو گے وہ مغلوب ہوں گے اور قسم قسم کے مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں بڑا جتھے والا کر دیں گے اور تمہاری ذلت مبدل بہ عزت ہو جائے گی اور تمہاری قلت مبدل بہ کثرت ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کا یہ وعدۂ فتح و نصرت داؤد علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں پورا ہوا یا کسی اور بادشاہ کے زمانے میں پورا ہوا واللہ اعلم۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوبارہ سلطنت اور شوکت عطا کی جب تک اللہ کی اطاعت اور شریعت کے متابعت پر قائم رہے سلطنت اور اقتدار قائم رہا۔ اہل دولت کو چاہیئے کہ مال و دولت اور شان و شوکت پر مغرور نہ ہوں یہ دنیا آنی اور فانی ہے اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ کر خدا کے قہر اور انتقام کو نہ بھولیے نہ معلوم خدا تعالیٰ کس وقت پکڑ لے اور بنی اسرائیل کی طرح ذلیل و خوار نہ کرے آج کل بیت المقدس اور بلاد عربیہ اور ہندوستان میں جو مسلمان کفار کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر کھلم کھلا احکامِ شریعت کی خلاف ورزی پر اتر آتے ہیں اللّٰھُمَّ احفظنا مِنْ ذٰلِکَ آمین

اور اس کتاب میں بطور نصیحت یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تم پہلے واقعہ سے سبق لے کر آئندہ نیکی کرو گے تو اپنے ہی نفع کیلیئے نیکی کرو گے اس بھلائی کا فائدہ تمہیں ہی پہنچے گا اور اگر برائی کرو گے تو اسکا وبال بھی تمہاری جانوں کیلیئے ہو گا

[1] یہ ترجمہ جَاسُوْا کا ہے جو جَوْس سے مشتق ہے جس کے اصل معنی وہی ہیں جس کے مطابق ہم نے ترجمہ کیا ہے اور یہ معنی ابن جریرؒ نے بیان کیے ہیں۔

www.ahlehaq.org

مطلب یہ ہے کہ ہمارا نہ کوئی نفع ہے اور نہ کوئی ضرر جیسا کرو گے ویسا بھرو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے اس کا بیان ہے کہ جو خدا سے باغی اور طاغی ہوئے اللہ نے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور پھر اس ظالم نے ان کو خوب ذلیل وخوار کیا جَزَآءً وِّفَاقًا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ: پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آئے گا یعنی جب تم دوبارہ فتنہ برپا کرو گے اور شریعت عیسویہ کا خلاف کرو گے اور پہلی مرتبہ کی سزا بھلا کر سرکشی کرو گے اور اس طرح دوسری بار سزا کی میعاد آجائے گی تو حسب سابق پھر دوبارہ ہم تم پر اپنے ظالم بندوں کو مسلط کریں گے تاکہ وہ تم کو مار مار کر تمہارے منہ بگاڑ دیں اور تاکہ دوبارہ مسجد بیت المقدس میں گھس آئیں جیسا پہلی دفعہ گھس آئے تھے اور تاکہ جس چیز پر ان کا قابو چلے اس کو تہس نہس اور نیست و نابود کر دیں پورا نیست و نابود کرنا یعنی تہس نہس کرنے میں کسر نہ چھوڑیں پہلی بار بنی اسرائیل نے شریعت موسویہ کی مخالفت کی اللہ کریم نے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے مسجد اقصےٰ کو خراب کیا اور توریت کو جلایا اور ہزار ہا ان ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا اور ہزاراں ہزار کو لونڈی اور غلام بنایا یہ پہلی سختی اور سزا تھی یہ اللہ کا پہلا وعدہ تھا جو پورا ہوا دوسری بار بنی اسرائیل نے شریعت عیسویہ کی مخالفت کی یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا عزم کیا اور طرح طرح کی شرارتیں کیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا دی کہ طیطوس رومی کو کھڑا کیا جس نے بنی اسرائیل کو تباہ اور برباد کیا اور مسجد اقصیٰ کو خراب اور ویران کیا یہ دوسری بار سزا اور دوسری سختی تھی جو حسب وعدہ ان کو پہنچی یہ اللہ کا دوسرا وعدہ تھا جو پورا ہوا اور حق تعالیٰ نے اس کتاب میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ ان دو عقوبتوں اور ان دو سختیوں کے بعد بار دیگر تم پر رحم کرنا چاہتا ہے وہ یہ کہ اس دوسری عقوبت اور ذلت کے بعد جب شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آئے تو اس وقت تم کوئی شرارت نہ کرنا بلکہ شریعت محمدیہ کا اتباع کرنا امید ہے کہ عنقریب تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے یعنی اس کتاب میں یہ بھی بتلا دیا تھا کہ اگر اس دوسری سختی اور دوسری مصیبت کے بعد بزمانہ اسلام اپنی شرارتوں سے توبہ کر لو تو امید ہے کہ اللہ تم پر رحم فرماوے اور پھر تمہیں عزت اور نعمت دے اور ذلت اور مصیبت سے تم کو محفوظ رکھے عسیٰ کے معنی امید کے ہیں اور امید سے وعدہ مراد ہے اور اگر تم پھر تیسری بار شرارت کی طرف لوٹے تو ہم پھر تیسری بار سختی اور سزا کی طرف لوٹیں گے مطلب یہ ہے کہ گذشتہ دو عقوبتوں کے بعد اگر تیسری بار پھر تم نے سر اٹھایا تو ہم پھر تیسری بار وہی کام کریں گے جو ہم اس سے پہلے دو مرتبہ کر چکے ہیں

چنانچہ بنی اسرائیل نے تیسری بار حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں پھر شرارتیں کیں آپ کی تکذیب کی اور آپ کے خلاف سازشیں کیں اور حسب سابق کفر اور غرور کی طرف عود کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جو نعت اور صفت توریت اور انجیل میں مذکور تھی اس کو چھپایا اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے اللہ تعالیٰ نے پھر تیسری بار ان کی عقوبت کی طرف عود فرمایا جس کی سزا میں وہ قتل اور جلا وطنی کے عقوبت میں مبتلا ہوئے بنو قریظہ کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا اور بنو نضیر کو جلا وطن کیا اور باقیوں پر جزیہ لگایا اس طرح اللہ کا یہ تیسرا وعدہ بھی پورا ہوا

www.ahlehaq.org

یہ سزا تو ان کو دنیا میں ملی اور ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے دائمی جیل خانہ بنایا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نکلنے پر قادر نہ ہوں گے۔

حق جل شانہٗ نے ان آیات میں دو واقعوں کی طرف اشارہ فرمایا جن کا تعین بہت مشکل ہے کتب تواریخ میں بنی اسرائیل کی تباہی اور بربادی کے بہت سے واقعات مذکور ہیں اس لیے تعین مشکل ہے، ہم نے اپنی اس تفسیر میں امام رازی قدس اللہ سرہٗ کی پیروی کی اور جو قول ان کے نزدیک مختار تھا اسی کو اختیار کیا کہ پہلے وعدہ میں عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ سے بخت نصر اور اس کا لشکر مراد ہے اور اسی کو شیخ الاسلام ابو سعودؒ نے اور علامہ آلوسیؒ نے اختیار کیا ہے بہرحال مقصود یہ ہے کہ مال و دولت اور حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن لوگ جب اللہ کی نعمت کو اس کی معصیت کا ذریعہ بنالیں اور کھلم کھلا اس کی نافرمانی اور سرکشی اور ستم رانی پر اُتر آئیں تو اللہ تعالیٰ کبھی انتقام بھی لے لیتے ہیں اور ظلم و ستم کی پاداش میں ظالموں پر ظالموں ہی کو مسلط کر دیتے ہیں ظلم کی سزا ظلم ہے ظالم کو ظالم کے ہاتھ سے پٹواتے ہیں كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

اور خوشی سناتا ہے ان کو جو یقین لائے اور کیں نیکیاں کہ

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّ

اُن کو ہے ثواب بڑا اور یہ کہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

جو نہیں مانتے پچھلا دن اُن کے لیے رکھی ہم نے دکھ

اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع

کی مار

www.ahlehaq.org

ذکر فضیلت قرآن کریم

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ... الیٰ.... لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا

(ربط) گزشتہ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہدایت کا ذکر تھا اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان پر دینی اور دنیوی مصیبتیں آئیں اب اس آیت میں قرآن مجید کا ذکر فرماتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے لوگوں کو چاہیئے کہ اس کی مخالفت سے ڈریں کہ بنی اسرائیل کی طرح ان پر مصیبتیں نازل نہ ہوں اور قرآن مجید توریت سے بڑھ کر کتاب ہدایت ہے اس لیے کہ توریت کی ہدایت، ہدایتِ خاصہ تھی بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور قرآن کی ہدایت، ہدایتِ عامہ ہے تمام عالم کے لیئے قیامت تک کے لیئے ہدایت ہے لہٰذا اس کی مخالفت سے ڈرنا چاہیئے اور قرآنِ کریم میں جا بجا توریت اور قرآن کا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے موسیٰ علیہ السّلام کو کوہِ طور پر توریت عطا ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہِ فاران پر غارِ حرا میں قرآن عطا ہوا توریت بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی اور قرآن کریم اوّل بنی اسرائیل اور تمام عالم کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور اس آیت میں اشارہ اس طرف فرمایا کہ یہ قرآن توریت سے کہیں بلند اور برتر ہے اس لیے کہ اس آیت میں قرآن کے دو وصف ذکر فرمائے۔

(۱) اوّل یہ کہ لوگوں کو ایسے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے کہ جو تمام راستوں میں سب سے زیادہ سیدھا ہے اور خدا تک پہنچانے کا سب سے زیادہ قریب راستہ ہے دوسرے یہ کہ اہل ہدایت کو بشارت دیتا ہے اور اہل ضلالت کو ڈراتا ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ اس پر عمل کریں اور بنی اسرائیل سے عبرت پکڑیں کہ جو لوگ اس کتاب ہدایت پر عمل نہ کریں گے وہ بنی اسرائیل کی طرح ذلیل وخوار ہوں گے تحقیق یہ قرآن اس طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ ٹھیک اور درست ہے مراد اس سے ملّت اسلام ہے جو صراط مستقیم ہے اور خدا تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے اور تمام دینی اور دنیاوی امور میں تمہاری راہنمائی کرتا ہے انسان کی سعادت اور نحوست کی کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی کہ جو قرآن نے نہ بتلا دی ہو اب اس سے بڑھ کر اور کون سا طریقہ درست ہوگا اور خوش خبری سناتا ہے مؤمنوں کو جو اس پر ایمان لائے اور دل سے اس کو مانتے ہیں اور اسی راہ پر چلتے ہیں یعنی اعمال صالحہ کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے اور بشارت دیتا ہے بدبختوں کو یعنی ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے

www.ahlehaq.org

ان کے لیے دوزخ کا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے یہ اہل ایمان کے لیے دوسری خوشخبری ہے کہ ان کے دشمنوں کو عذاب ہوگا اس لیے کہ دشمنوں کی مصیبت سے مسرّت ہوتی ہے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ

اور مانگتا ہے آدمی برائی، جیسے مانگتا ہے بھلائی اور ہے

الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

انسان تاوّلا

انسان کی جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۔

(ربط) اس آیت میں یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ انسان جلد باز اور ناعاقبت اندیش ہے کہ غصہ میں آکر اپنی برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اپنے نفع و نقصان کو خوب نہیں سمجھتا اس لیے ہماری نازل کردہ کتاب سے روگردانی کرتا ہے اور ہمارے احکام کی پیروی سے انحراف کرتا ہے انسان جلد باز ہے عاجلہ (دنیا) پر فریفتہ ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا انسان کو چاہیئے کہ راہ مستقیم کی ہدایت کی دعا مانگے اور توفیق خداوندی کی درخواست کرے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور انسان بے صبری کی وجہ سے اپنی ذات پر یا اپنی اولاد پر دعاءِ بد کر بیٹھتا ہے جیسا کہ وہ دعائے خیر کرتا ہے اور بھلائی طلب کرتا ہے اور انسان طبعی طور پر جلد باز واقع ہوا ہے انجام کو نہیں سوچتا ممکن ہے کہ وہ وہ وقت ہو جب اللہ تعالیٰ ہر دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور یہ دعا اس کے حق میں بہتر نہ ہو انسان کی ہر دعا قبول نہ ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے انسان جلد باز ہے انجام کی خبر نہیں انسان کو چاہیئے کہ ہدایت اور توفیق کی دعا کو سب سے مقدم جانے وہ انسان بڑا نادان ہے کہ جو اللہ سے یہ دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ اگر یہ حق ہے تو پھر ہم پر آسمان سے پتھر نازل فرما نضر بن حارث یہ دعا مانگتا تھا اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اگر عقل ہوتی تو ہدایت کی دعا مانگتا "اے اللہ اگر یہ حق ہے تو مجھ کو ہدایت دے اور اس کے قبول کرنے کی توفیق دے"۔

www.ahlehaq.org

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ

اور ہم نے بنائے رات اور دن دونمونے پھر مٹا دیا

اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

رات کا نمونہ ، اور بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو ، کہ

لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ

تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور معلوم کرو گنتی برسوں کی

وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

اور حساب اور سب چیز سنائی ہم نے کھول کر

ذکر نعمائے دُنیویہ

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ اِلیٰ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا

(ربط) گزشتہ آیات میں انسان پر اخروی نعمتوں کا ذکر تھا کہ ان کی ہدایت کے لیے کتب الٰہیہ کو نازل کیا اور انبیاء کو مبعوث کیا اب ان آیات میں دنیوی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں رات اور دن کا پیدا کرنا انسان کے لیے آسائش کا باعث ہے ہر ایک سے جُدا جُدا فوائد حاصل ہوتے ہیں اور قسم قسم کے یہ فوائد خدا تعالیٰ کی نعمتیں بھی ہیں اور اس کی قدرت کے کرشمے بھی ہیں اور اس کی الوہیّت اور وحدانیت کے دلائل بھی ہیں اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ انسان کا کبھی ہدایت کی طرف اور کبھی ضلالت کی طرف منتقل ہونا ایسا ہے جیسا کہ یہ عالم کبھی نور کی طرف منتقل ہوتا ہے اور کبھی ظلمت کی طرف اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ انسان جلد بازی نہ کرے لیل و نہار سے عبرت پکڑے زمانہ ایک حال پر نہیں رہتا کبھی راحت ہے اور کبھی مصیبت چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور ہم نے رات کو اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنایا یہ دونوں اللہ کی قدرت کی دلیل ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ہر ایک دوسرے کے پیچھے لگا چلا آرہا ہے آخر یہ چکر کسنے چلایا اور دین و دنیا کی مصلحتیں ان دونوں سے وابستہ ہیں اوّل تو لیل و نہار کا بنانا ہی خدا کی قدرت کی نشانی ہے پھر قدرت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ ہم نے رات کی نشانی کو یعنی چاند کو مدھم اور دھندلا بنایا اور دن کی روشنی یعنی سورج کو ہم نے درخشاں اور روشن بنایا چاند رات کی نشانی ہے اور سورج دن کی ہے اگر چاند اور سورج نہ ہوتے

www.ahlehaq.org

تو دن رات یکساں ہوتے اور ایک دوسرے کی شناخت نہ ہو سکتی

اور بعض علماء تفسیر یہ کہتے ہیں کہ آیۃ اللّیل اور آیۃ النہار سے چاند اور سورج مراد نہیں بلکہ خود رات اور دن مراد ہے اور آیۃ اللیل اور آیۃ النہار کی اضافت بیانیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنی قدرت کے دو نمونے بنائے قدرت کی ایک نشانی یعنی رات مٹی ہوئی ہے یعنی اندھیری اور بے نور ہے جس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی اور قدرت کی دوسری نشانی یعنی دن وہ روشن ہے سب چیزیں اس میں بے تکلف دکھائی دیتی ہیں تاکہ تم دن کی روشنی میں اپنے پروردگار کا فضل یعنی روزی تلاش کرو تاکہ تم دن رات کی آمدورفت اور اختلاف الوان اور اختلاف مقدار اور اختلاف مبداء و منتہیٰ سے برسوں کا شمار اور دیگر امور کا حساب کتاب معلوم کرو اگر دن رات نہ ہوتے تو اوقات کا حساب ناممکن ہو جاتا نہ ساعات نہ دن نہ مہینے نہ سال اور لوگوں کے تمام کام درہم برہم ہو جاتے یہ دونوں یعنی لیل و نہار اللہ کی قدرت کی دلیل ہیں خود بخود موجود نہیں ہو گئے ان دونوں کا ایک خاص صفت اور خاص کیفیت اور خاص مقدار اور خاص کمیّت کے ساتھ موجود ہونا ایک خاص طریقے پر یکے بعد دیگرے ان کی آمدورفت اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کسی عزیز حکیم کی تقدیر اور صانع علیم کی صنعت اور کاریگری ہے لیل و نہار کی یہ آمدورفت اور ان کی یہ صفت اور یہ کیفیت نہ کوئی امر عقلی ہے اور نہ امر طبعی ہے اور نہ امر اتفاقی ہے معلوم ہوا کہ کسی ایسے قادر حکیم کی کاریگری ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے اور خود چاند اور سورج بھی خدائے قدیر کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور ہر چیز کو ہم نے کھول کر بیان کر دیا ہے اور بندوں پر حجت پوری کر دی ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں "یعنی گھبرانے سے فائدہ نہیں ہر چیز کا وقت اور اندازہ مقرر ہے جیسے رات اور دن کسی کے گھبرانے سے اور دعا سے رات کم نہیں ہو جاتی اپنے وقت پر آپ صبح ہوتی ہے اور دونوں نمونے اس کی قدرت کے ہیں" انتہی کلامہ،

رات دن گردش میں ہیں ہفت آسماں ∴ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

حکایت عطاء بن سائبؒ سے روایت ہے کہ شام کا ایک قاضی (یا والی) فاروق اعظمؓ کی خدمت میں آیا اور کہا اے امیر المؤمنین میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شمس و قمر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور نصف نجوم ایک طرف ہیں اور نصف نجوم دوسری طرف ہیں۔

فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ اس لڑائی میں تم کس کے ساتھ تھے۔

میں قمر کے ساتھ تھا۔

فاروق اعظمؓ نے یہ آیت تلاوت کی وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً اور اس قاضی یا والی سے کہا کہ آپ جایئے ہم نے آپ کو معزول کیا آپ عہدۂ قضا وغیرہ کا کوئی کام نہیں کر سکتے تم نے آیت مبصرہ (شمس) کو چھوڑ کر آیت ممحوہ

www.ahlehaq.org

(چاند) کا ساتھ دیا (ازالۃ الخفاء) ان کا نام عابس بن سعد تھا جو حضرت عمرؓ کی طرف سے کسی علاقہ کے والی یا قاضی تھے حضرت عمرؓ نے ان کو اس لیے معزول کیا کہ انہوں نے آیت مبصرہ (شمس) کے ہوتے ہوئے آیت ممحوہ (چاند) کا کیوں ساتھ دیا حضرت عمرؓ کی شہادت کے عرصہ دراز کے بعد جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا تو عابس بن سعد جنگِ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور اس لڑائی میں مارے گئے۔

(روض الانف ص ۱۷۰ جلد ۱)

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ

اور جو آدمی ہے ، لگا دی ہے ہم نے اس کی بُری قسمت اُسکی

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ

گردن سے اور نکال دکھاویں گے اس کو قیامت کے دن لکھا کہ پاویگا اس کو

مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

کھلا ؛ پڑھ لے لکھا اپنا تو ہی بس ہے آج کے دن

عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

اپنا حساب لینے والا ؛ جو کوئی راہ پر آیا تو آیا

يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ

اپنے ہی واسطے اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی

عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا

بُرے کو اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا اور ہم بَلا نہیں

مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ

ڈالتے جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول اور جب ہم نے چاہا کہ

نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ

کھپا دیں کوئی بستی حکم بھیجا اس کے عیش کرنے والوں کو، پھر انہوں نے بے حکمی کی

www.ahlehaq.org

عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا

اس میں، تب ثابت ہوئی اُن پر بات، تب اُکھاڑ مارا ان کو اٹھا کر اور کتنی کھپا دیں ہم نے

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ

سنگتیں نوح سے پیچھے، اور بس ہے تیرا رب اپنے

عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ

بندوں کے گناہ جانتا دیکھتا جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر، شتاب دے

عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ

چکیں ہم اس کو اسی میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہم نے

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ

اس کے واسطے دوزخ پیٹھے گا (پہنچے گا) اسمیں بُرا سنکر دھکیلا جاکر اور جس نے چاہا

الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ

پچھلا گھر اور دَوڑ کی اس کے واسطے جو کوئی اسکی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سو ایسوں

كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَ

کی دوڑ ٹھیک لگی ہے ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں ان کو

هٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَاۗءُ رَبِّكَ

اور اُن کو، تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے

مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ

نہیں گھیری دیکھ! کیونکر بڑھایا ہم نے ایک کو ایک سے اور

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا

پچھلے گھر میں تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی بڑائی ۞ نہ

www.ahlehaq.org

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۱۲

ٹھہرا اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم، پھر بیٹھ رہے گا تو اولاہنا پاکر، بے کس ہو کر

بیان سعادت و شقاوت و ہدایت و ضلالت و طالبین

دنیا و طالبین آخرت

قال اللہ تعالیٰ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ الیٰ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝

(ربط) گزشتہ آیت میں یہ بتلایا کہ لیل و نہار اسکی قدرت کا کرشمہ ہیں اب اس آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ اسی طرح سمجھ لو کہ سعادت و شقاوت اور ہدایت و ضلالت سب اسی کی قدرت کے کرشمے ہیں جس طرح ظاہری نور اور ظلمت اس کے اختیار میں ہے اسی طرح باطنی نور اور ظلمت بھی اسی کے اختیار میں ہے اور سب مقدر ہو چکی ہیں جن کا ظہور قیامت کے دن ہوگا پھر یہ بتلایا کہ جنہوں نے انبیاء و رسل کا مقابلہ کیا وہ ہلاک اور برباد ہوئے لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ ان بستیوں کو دیکھ کر جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا عبرت پکڑیں۔

بعد ازاں یہ بتلایا کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک طالب دنیا اور ایک طالب آخرت پھر اس تمام مضمون کو لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔ پر ختم فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ذلت و خواری کا سرچشمہ کفر ہے جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ ذلیل و خوار ہوا چنانچہ فرماتے ہیں اور ہر آدمی خواہ وہ مومن ہو یا کافر اس کی قسمت اس کی گردن میں لٹکا دی ہے اور چمٹا دی ہے قسمت کا لکھا ہوا ٹلتا نہیں آدمی جہاں جاتا ہے وہیں قسمت اور تقدیر ساتھ ہوتی ہے۔

"طائر" اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں اور محاورۂ عرب میں طائر کا لفظ بطور استعارہ بخت اور نصیبہ کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اسی محاورہ کے مطابق آیت میں قسمت کے معنی مراد ہیں گویا کہ قسمت ایک پرندہ ہے جو آشیانۂ ازل سے اڑ کر اس پر آبیٹھا ہے اور اس کی گردن میں کسی مضبوط تار سے باندھ دیا گیا ہے انسان جب تک پردۂ عدم میں رہا بخت اس کا منتظر رہا پس جب انسان نے اپنا سر عدم سے باہر نکالا تو یہ پرند بخت اڑ کر اس کی گردن سے چمٹ گیا زندگی میں اور قبر میں اس کے گلے میں چمٹا اور لٹکا رہے گا حتیٰ کہ جب قبر سے اٹھے گا تو یہ طوق اسکی گردن میں ہوگا دنیا کا طریقہ ہے کہ جس کی گردن میں جو چیز باندھ دی جاتی ہے وہ اس شخص کیلئے لازم و ملزوم بن جاتی ہے جیسے کہتے ہیں کہ قرض کا طوق میری گردن میں ہے اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو چیز مقدر کر دی ہے وہ اس کو اڑ کر پہنچے گی عرب کا طریقہ یہ تھا کہ کسی کام کا نیک و بد انجام معلوم کرنے کے لیے پرندہ اڑاتے اگر دائیں جانب سے اڑتا تو سمجھتے کہ خیر ہے اور اگر بائیں جانب سے اڑتا

www.ahlehaq.org

تو سمجھتے شر ہے اسی طرح سمجھو کہ بندہ کی قسمت یعنی سعادت اور شقاوت اور مبارک اور شوم بمنزلہ ایک پرندہ کے ہے جو اسکی گردن میں ڈال دیئے گئے ہیں انسان اس سے تجاوز نہیں کر سکتا بظاہر یہی وجہ ہے کہ انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں ایک دائیں جانب جو نیکیاں لکھتا ہے اور ایک بائیں جانب جو برائیاں لکھتا ہے عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ اور قیامت کے دن مؤمن کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں اور کافر کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور پھر قیامت کے دن اسی قسمت کو جو دنیا میں گلے کا ہار تھی ہر انسان کے لیے ایک کتاب بنا کر نکالیں گے یعنی اس گلے کے ہار کو نامۂ اعمال کی شکل میں ظاہر کریں گے تاکہ انسان اپنی قسمت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور ہر انسان اس لکھی ہوئی کتاب کو اپنے ہاتھ میں کھلا ہوا اپنے سامنے دیکھے گا یہ کھلی ہوئی کتاب اس کا اعمالنامہ ہو گی جس میں اس کے تمام نیک و بد احوال مندرج ہوں گے اور یہ اسکی وہی قسمت ہو گی جو ابتداء ولادت سے اسکی گردن میں لٹکا دی گئی تھی اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اپنے اعمالنامہ کو خود پڑھ لے ہر شخص اپنے اعمال نامہ کو خود پڑھ لے گا خواہ وہ دنیا میں پڑھا لکھا تھا یا نہیں تھا اور کہا جائے گا کہ آج اپنا حساب لینے کے لیے تو خود آپ ہی کافی ہے تو خود دیکھ لے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور خود ہی فیصلہ کر لے کہ تو کس جزاء کا مستحق ہے اللہ نے تجھ پر حجت پوری کر دی آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہو گا تمام عمر کے اعمال اس میں درج ہیں دیکھ لے اور پڑھ لے يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ اس وقت ہر ایک کو اپنے اعمال کا حسن و قبح آنکھوں سے نظر آجائے گا لہٰذا جو کوئی راہ ہدایت پر آتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے آتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنی ہی تباہی اور بربادی پر گمراہ ہوتا ہے یعنی جو نیک عمل کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا جو گناہ کا کام کرے گا اس کا ضرر اسی کو پہنچے گا کسی کا عمل دوسرے کے لیے نفع اور نقصان کا باعث نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ کوئی گنہ گار نفس جو گناہوں کے بوجھ سے بوجھل ہو وہ دوسرے گنہ گار نفس کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ مغیرہ کافروں سے کہتا تھا کہ تم میری متابعت کرو میں تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھا لوں گا۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دن ہر شخص اپنا ہی بوجھ اٹھائے گا کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جزاء سزا کے متعلق ہمارا قانون یہ ہے کہ ہم کسی امت کو عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم ان کی ہدایت کیلئے کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے کہ وہ اس قوم کو سیدھی راہ دکھلا دے خواہ بلا واسطہ یا بواسطہ اپنے نائبین کے یعنی علماء اور مبلغین کے واسطے سے ان کو اللہ کے احکام پہنچ جائیں اور ان پر اللہ کی حجت پوری ہو جائے۔

جب تک مخلوق کو اللہ کے احکام نہ پہنچ جائیں اس وقت تک ہم ان کو سزا نہیں دیتے مطلب یہ ہے کہ اتمام حجت سے پہلے کوئی عذاب نازل نہیں کرتے البتہ دعوت اور تبلیغ کے بعد جب معصیت اور فسق و فجور اور غفلت حد سے گزر جائے تب اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ دنیا میں کسی قوم کو پاکیزہ زندگی عطا کریں اور آخرت میں اسکو عزت اور عروج کا مقام

www.ahlehaq.org

عطا کریں تو انکے دلوں میں اطاعت اور فرمانبرداری اور رسولوں کی پیروی کا داعیہ ڈال دیتے ہیں اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس بستی کے دولت مندوں اور عیش پرستوں کو جو نفس امارہ کے اشاروں پر چلتے ہیں تکوینی اور تقدیری طور پر فسق و فجور کا حکم دیتے ہیں یعنی انکے دلوں میں فسق و فجور کا الہام اور القاء کرتے ہیں کما قال تعالیٰ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا پھر وہ دِل کھول کر فسق و فجور کرتے ہیں یعنی شریعت کی حدود اور قیود کو توڑ ڈالتے ہیں اور نفسِ امارہ کے اشاروں پر دوڑنے لگتے ہیں اس طرح انکی طبیعت میں جو فسق و فجور کا مادہ پوشیدہ تھا وہ کھل جاتا ہے اور اِنکا باطنی خبث اندر سے نکل کر باہر آجاتا ہے پس جب اِنکے جرم کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو ان پر اللہ کی حجت قائم اور ثابت ہو جاتی ہے اور فرد جرم ان پر عائد ہو جاتی ہے اور شقاوت ازلیہ جو اَب تک مستور تھی وہ ظاہر اور نمایاں ہو جاتی ہے تو پھر ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں اور اسکی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں خوب اچھی طرح تہ و بالا کرتا کہ تباہی اور بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رہے مطلب یہ ہے کہ آیت ھٰذا یعنی اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً میں ارادہ سے ارادۂ ازلیہ مراد ہے اور اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا میں امر سے حکم تکوینی اور تقدیری مراد ہے بے شک اللہ تعالیٰ تشریعی طور پر کسی کو فحشاء اور منکر کا حکم نہیں دیتے مگر تکوینی اور تقدیری طور پر سعادت اور شقاوت، ہدایت اور ضلالت سب اس کے حکم سے ہے کوئی خیر اور شر اسکی تقدیر و تکوین اور اسکے ارادہ اور مشیت سے باہر نہیں اور بعض علماء تفسیر بلکہ بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں کہ مطلب آیت کا اس طرح ہے کہ جب ہم کسی بستی کو کفر اور معصیت کی وجہ سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہلاکت سے پہلے وہاں کے دولت مندوں کو پیغمبروں کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ پیغمبروں کا حکم نہیں مانتے اور کھلم کھلا فسق و فجور پر اُتر آتے ہیں تو پھر ہم اس پوری بستی کو ویران کر ڈالتے ہیں اور اسی قانون کے مطابق ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کے بعد کتنی ہی قومیں اور امتیں ہلاک کر دیں مطلب یہ ہے کہ پچھلے لوگ پیغمبروں کی نافرمانی کے بدولت عذاب کا مزہ چکھ چکے ہیں منکرین اور مکذبین کو چاہیئے کہ ان سے عبرت پکڑیں اور اے نبیؐ تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے اور ظاہر و باطن کو دیکھنے والا ہے اسے خوب معلوم ہے کہ کون طالب دنیا ہے اور کون طالب آخرت ہے؟ سب کے دِل اسکی نظروں کے سامنے ہیں کسی کی نیّت اور دل کا حال اس سے پوشیدہ نہیں اس لیے اب آئندہ آیت میں طالبان دنیا اور طالبان آخرت کا حال اور مآل ذکر فرماتے ہیں کہ کس کے دل میں دنیا کی طلب ہے اور کس کے دل میں آخرت کی طلب ہے۔

ذکر طالبان دنیا و طالبان آخرت

جو شخص ایسا خسیس اور پست ہمت ہو جائے کہ اس دنیائے فانی کی عیش و عشرت ہی اسکی مراد اور تمنا بن جائے اور اپنی ہمت کو اس دارِ عاجلہ (دنیا) پر مقصور کر دے اور آخرت کو اعتقاداً یا عملاً پس پشت

www.ahlehaq.org

ڈال دے تو ہم اسکو دارِ عاجلہ (دنیا) ہی میں جلد ہی اسکی مراد میں سے کچھ دیدیں گے جتنا چاہیں گے اور یہ سب کیلئے نہیں بلکہ جس کے لیے چاہیں گے اسکو دیں گے یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر عاشق دنیا کو اسکی تمنا اور آرزو کے مطابق مل جائے بلکہ جسکو ہم اپنی مرضی کے مطابق دینا چاہیں گے اور جس قدر چاہیں گے اور جس کے لیے چاہیں گے اتنی ہی مقدار ہم اسکو دنیا میں دیدیں گے کوئی طالب دنیا اس خیال میں نہ رہے کہ جو مانگے گا وہ اسکو مل جائے گا خوب سمجھ لے کہ دنیا کا عاشق بن جانے سے کچھ زیادہ نہیں ملے گا بلکہ اسی قدر ملے گا جس قدر اللہ تعالیٰ نے اسکے نصیب میں لکھ دیا ہے اسکو اتنا ہی ملے گا نہ کم نہ زیادہ غرض یہ کہ طالب دنیا کو دنیا میں ہم حسب مشیت کچھ دے دیتے ہیں پھر ہم نے آخرت میں اسکے لیئے دوزخ کو قرارگاہ بنا دیا ہے داخل ہوگا وہ اس میں درآنحالیکہ وہ بدحال اور راندۂ رحمت ہوگا مذموماً کا مطلب یہ ہے کہ ذلت اور خواری کے ساتھ بُری باتیں سُن کر اور بے آبرو ہو کر دوزخ میں داخل ہوگا اور مدحوراً کے معنی یہ ہیں کہ راندۂ درگاہِ خداوندی ہوگا یعنی اسکی رحمت سے نکلا ہوا اور دور افتادہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ طالب دنیا کو ہم دنیا ہی میں کچھ دیدیں گے مگر اتنا ہی دیں گے جتنا ہم چاہیں گے اور اسی کو دیں گے جس کو ہم دینا چاہیں گے جتنا ہم نے اسکے لیے مقدر کر دیا ہے اتنا ہی اسکو مل جائے گا اس سے زیادہ نہیں مل سکتا پھر اسکے بعد وہ آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور رہے گا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہوگا اس نے آخرت کو طلب ہی نہ کیا تھا اس لیے وہ آخرت کے درجات سے تو بالکلیہ محروم رہے گا اور دنیا میں بھی اس کو پوری مراد حاصل نہ ہوگی بلکہ کچھ دیدیا جائے گا اور جو شخص علو ہمت سے آخرت کا طلب گار بن جائے رہتا تو دنیا میں ہے مگر منزل مقصود آخرت کو بنائے ہوئے ہے اور دن رات آخرت ہی کے لیے دوڑ رہا ہے جیسا کہ چاہیئے دوڑنا یعنی جیسا آخرت کے لائق اور مناسب ہے اور جیسا کہ اس کا حق ہے اور جو اعمال بہشت میں لے جانے کا ذریعہ ہیں انکی دھن میں لگا ہوا ہے بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو یعنی بشرطیکہ وہ شخص اللہ اور اسکے رسول پر ایمان اور آخرت پر یقین رکھتا ہو یہ قید اسلیئے لگائی کہ بغیر ایمان اور اسلام کے کوئی عبادت اور کوئی عمل مقبول نہیں تو ایسے بلند ہمت لوگوں کی سعی اور دوڑ اللہ کے یہاں مشکور ہوگی یعنی مقبول اور کارآمد ہوگی اور اس پر انعام ملے گا غرض یہ کہ قبول اعمال کی تین شرطیں ہیں، اوّل یہ کہ نیت صحیح ہو جیسا کہ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔

دوئم:۔ یہ کہ وہ عمل صحیح ہو یعنی قواعد شریعت کے مطابق ہو جیسا کہ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا سے معلوم ہوتا ہے اس لیے جو مجاہدہ اور ریاضت شریعت کے خلاف ہو وہ آخرت کا راستہ نہیں جیسے جوگیوں کی ریاضتیں کہ کوئی دن رات گنگا میں رہتا ہے اور کوئی کھانا پینا چھوڑ کر اپنے جسم کو سکھا لیتا ہے اس قسم کی ریاضتیں آخرت کا راستہ نہیں۔

سوئم۔ یہ کہ اس کا عقیدہ صحیح ہو جیسا کہ وَهُوَ مُؤْمِنٌ اس پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ طالب دنیا کی کامیابی حق تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور طالب آخرت کی کامیابی حتمی اور قطعی وعدہ ہے لہٰذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ آخرت کی

www.ahlehaq.org

فکر کرے اور دنیا کی فکر میں زیادہ نہ پڑے۔ یہاں تک طالب دنیا اور آخرت کا ذکر کیا اب آگے اپنی عطاءِ عام کا ذکر فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ہم ہر ایک کی خواہ وہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت اسکی سعی اور جدوجہد میں اور جس ہم وغم میں وہ مبتلا رہے بمقتضائے حکمت ومشیت اسکی مدد کرتے ہیں ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو طالب دنیا ہیں اور ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو طالب آخرت ہیں تیرے پروردگار کی عطاء اور بخشش سے ہر ایک کو مدد دیتے ہیں اور اس تلاش اور سعی کے مناسب اور مطابق سامان مہیّا کر دیتے ہیں ہر ایک کی سعی اور جدوجہد کے مناسب اسکو مدد دیتے ہیں کسی کو ناامید نہیں کرتے۔

طالب دنیا کو بقدر کفایت اور طالب آخرت کو بمقدار ہمّت دیتے ہیں جو طالب جس چیز کا مستحق ہے سعادت یا شقاوت سے وہ اسکو دے دی جاتی ہے اور بمقتضائے حکمت جو اسکے لیے مقدر ہے وہ اسکو مل جاتا ہے بہرحال ہم کسی کو محروم نہیں رکھتے بلکہ سب کی مدد کرتے ہیں اور تیرے پروردگار کی عطاء اور بخشش خواہ وہ عطاء دنیوی ہو یا اُخروی کسی سے روکی ہوئی اور باز رکھی ہوئی نہیں نہ مؤمن سے نہ کافر سے بلکہ جس کے لیے بمقتضائے مشیّت وحکمت جو عطاء مقدر ہے وہ اسکو ضرور ملتی ہے اور اس عطا سے تیرے پروردگار کا مقصود تربیّت ہے کبھی بندہ کو اسکی منشاء ورغبت کے مطابق وسعت اور فراخی عطاء کرتے ہیں تاکہ مال و دولت کو آخرت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بنا سکے اور حسب منشاء اس سے متمتّع اور مستفید ہو سکے اور کبھی اس پر دنیا کو تنگ کرتے ہیں تاکہ وہ اس دنیائے غدّارہ اور مکّارہ کے شر اور فتنہ سے محفوظ رہے اور دنیا کے کھیل اور تماشہ میں لگ کر آخرت سے غافل نہ ہو جائے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "عطاء ربک" سے قسمت اور تقدیر خداوندی مراد ہے یعنی جو خیر اور شر اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لیے مقدّر اور مقسوم فرمایا ہے وہ اسکو مل جاتا ہے جو مریدِ عاجلہ یعنی طالب دنیا ہے اسکی معاصی سے امداد کرتے ہیں کہ معصیت کا سامان اسکے لیے مہیّا ہو جاتا ہے اور مرید آخرت یعنی طالب آخرت کی طاعت کے ذریعے مدد کرتے ہیں کہ سامان طاعت اسکے لیے میسر ہو جاتا ہے (البحر المحیط ص ۲۱ جلد ۶)

شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم وہی ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا کا مضمون ہے (دیکھو روح المعانی ص ۴۹ جلد ۱۵)

اور بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ آیت ھذا میں امداد سے دنیوی رزق مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت اس دار دنیا میں عطاء دنیوی سے حسبِ حکمت ومصلحت ہر دو فریق کی امداد کرتے ہیں اور سب کو روزی دیتے ہیں خواہ مؤمن ہو یا کافر دنیوی رزق سے سب کو حصّہ ملتا ہے مگر عطاء اُخروی، وہ مؤمن کے ساتھ مخصوص ہے عطاء دنیوی کسی فریق کے ساتھ مخصوص نہیں اس میں سب شریک ہیں مرنے کے بعد ہر ایک کا حال مختلف ہوگا۔

خواجہ حسن بصریؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں رزق سب کو دیتا ہے نیک ہو یا بد کفر اور عصیان کی وجہ سے رزق دنیوی کا دروازہ بند نہیں کرتا سب اللہ کے بندے ہیں سب کو رزق

www.ahlehaq.org

دیا جاتا ہے تاکہ سب پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے اور عذر کی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپ نظر اٹھا کر دیکھیے کہ ہم نے اس عطاء دنیوی میں بعض کو بعض پر کیسے فضیلت اور فوقیت دی ہے مال و دولت میں اور عزت و وجاہت میں اور حسن صورت اور حسن سیرت میں مختلف بنایا بعض کو فقیر بنایا بعض کو امیر اور بادشاہ کیا کسی کو تندرست اور توانا بنایا اور بعض کو بیمار اور لاچار بنایا کسی کو عقل مند اور ہنر مند بنایا اور کسی کو نادان اور دیوانہ بنایا اور بعض کو خوبصورت اور بعض کو بدصورت بنایا وغیرہ وغیرہ۔ اور کسی کو مؤمن اور کسی کو کافر بنایا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ عطائے الٰہی کو نظرِ عبرت سے دیکھیں کہ اللہ نے دنیوی امور میں باہم کس قدر تفاوت رکھا ہے اور البتہ دار آخرت جو مقبولانِ خداوندی کے لیے مخصوص ہے طبقات اور درجات اور مراتب کے اعتبار سے دارِ دنیا سے بہت بڑا ہے اور فضیلت اور برتری کے لحاظ سے بھی بہت بڑا ہے یعنی دارِ آخرت کا تفاوت دارِ دنیا کے تفاوت سے کہیں بڑھ کر ہے یا یہ معنی ہیں کہ بزرگی اور بڑائی دینے میں آخرت۔ دنیا سے بہت بڑی ہے جو نسبت دنیا اور آخرت کے مابین ہے وہ ہی نسبت ان کے درجات اور تفاضل میں ہے لہٰذا آخرت کے درجات اور فضائل میں کوشش کرنی چاہیئے دنیا آخرت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

اس آیت میں سعی کے مشکور ہونے کیلیئے ایمان کو شرط قرار دیا اور ایمان کے اجزاء میں سب سے اعظم اور اشرف جُز توحید اور کفر اور شرک۔ سے تبری اور بیزاری ہے اس لیئے سلسلۂ کلام کو توحید پر ختم فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں اے انسان مت بنا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تو نکوہیدہ مذمت اور ملامت سننے کے لیے بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا یعنی شرک کرنے کا نتیجہ دنیا میں یہ ہو گا کہ ہر عاقل و دانا تجھ کو مذموم اور ملزم ٹھہرائے گا کہ تو نے ایسی ظاہر البطلان چیز (شرک) کو کیسے اختیار کیا اور جو چیز کسی نفع اور ضرر کی مالک نہیں اس کو کیسے معبود ٹھہرا لیا اور آخرت میں جب کہ سخت مصیبت کا سامنا ہو گا اس وقت تیرا کوئی مددگار نہ ہو گا غرض یہ کہ کفر اور شرک کا نتیجہ اور انجام سوائے برائی اور بدنامی اور ذلت و خواری اور بے کسی اور کسمپرسی کے کچھ نہیں۔ کرنے سے پہلے انجام کو سوچ لو۔

لطائف و معارف

(۱) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا: یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں یعنی اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک وہ احکام خداوندی سے باخبر نہ ہو جائے اور اللہ کی حجت اس پر قائم نہ ہو جائے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اسکی طرف رسول بھیجے اور وہ بندوں کو احکامِ خداوندی سے مطلع کرے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ رسول خود ہر ایک کے پاس جا کر اللہ کا پیغام پہنچائے بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ خود بیان کرے یا اسکی طرف سے کوئی عالم یا مبلغ اللہ کا پیغام پہنچا

www.ahlehaq.org

دے بہرحال اسکی رسالت اور شریعت کا علم ہو جانا کافی ہے خواہ وہ کسی طریقے سے ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، رسالتِ عامہ ہے تمام عالَم کے لیے ہے صحابۂ کرام و تابعین اور علماء امّت کے ذریعے سے مشرق اور مغرب میں آپؐ کی دعوت پہنچ چکی ہے اس لیئے سب پر ایمان لانا فرض ہے۔

(۲) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت (یعنی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا) سے معلوم ہوتا ہے جو شخص بعثت سے پہلے مر گیا یا اسکو نبوت کی دعوت نہیں پہنچی وہ عند اللہ معذور ہے اس پر عذاب نہ ہوگا اگرچہ وہ شرک کی حالت میں مرا ہو کیونکہ احکامِ خداوندی کی معرفت بدون شریعت کے ناممکن ہے اور احکامِ الٰہی کی معرفت کے لیئے عقلِ انسانی کافی نہیں بغیر بعثت کے حجّت تام نہیں اس لیئے جس کو دعوت نہیں پہنچی وہ معذور ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وجود باری تعالیٰ اور توحید خداوندی اس قدر ظاہر و باہر ہے کہ جو معمولی عقل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کما قال تعالیٰ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس لیے انکارِ خداوندی اور شرک میں کوئی معذور نہ ہوگا اگرچہ اسکو نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عمارت بغیر معمار کے ممکن نہیں اور کتابت بغیر کاتب کے ممکن نہیں تو زمین سے لے کر آسمان تک یہ تمام عمارت بغیر کسی بنانے والے کے کیسے کھڑی ہو گئی جیسے کسی اعرابی نے کہا تھا کہ "مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور نشان قدم رفتار پر دلالت کرتا ہے تو کیا یہ برج والا آسمان اور گرد و غبار والی زمین کسی صانع خبیر پر دلالت نہیں کرے گی"، اور علیٰ ھذا توحید بھی امر بدیہی ہے اور شرک ایسی ظاہر البطلان چیز ہے جس میں کسی عاقل کو شک نہیں ہر شخص یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کے لیے یہ چیز سخت ذلت اور رسوائی کا باعث ہے کہ وہ کسی عاجز مخلوق کے سامنے سر جھکائے اس لیے قرآن کریم میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ تحقیق اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتے اور جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہے وہ جس کے لیے چاہیں معاف کر دیں معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا میں عدم عذاب کا حکم معاصی کے ساتھ مخصوص ہے کہ قبل بعثت ارتکاب معاصی پر عذاب نہ ہوگا اور کفر و شرک چونکہ امر بدیہی ہے عقل و فطرت سے بھی معلوم ہو سکتا ہے اس لیئے انکارِ خداوندی اور شرک پر ہر حال میں مؤاخذہ ہوگا۔ غرض یہ کہ وجود باری تعالیٰ اور توحید کا مسئلہ ایسا واضح اور روشن ہے کہ عقل اور فطرت کی رہنمائی بھی اس کے لیئے کافی ہے اور انبیاء کرامؑ نے دلائل اور براہین سے اسکی مزید تشریح اور توضیح کر دی کہ انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اور علماء امت نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے دلائلِ عقلیہ اور فطریہ کے ذریعہ وجود باری تعالیٰ اور توحید باری تعالیٰ کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا لہٰذا اب کسی منکر خدا اور کسی مشرک کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

www.ahlehaq.org

(۳) اَصحَابِ فترۃ یعنی جو لوگ زمانہ فترت میں مر گئے اور ان کو رسول کی دعوت نہیں پہنچی اور اطفال مشرکین یعنی جو لڑکے چھوٹی عمر میں گزر گئے ان کے ماں باپ کفار تھے اور احمق اور بے عقل اور مجنون جو جنون اور بے عقلی کی حالت میں مر گئے۔

ان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ جنت میں جائیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائیں گے اور بعض علماء نے انکے بارے میں توقف کیا ہے یعنی یہ لوگ اللہ کی زیرِ مشیّت ہیں ان کے بارے میں کوئی حکم کُل نہیں لگایا جاسکتا ہے قول فیصل اس بارے میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کا امتحان ہوگا اور من جانب اللہ ان کے پاس ایک فرشتہ آئے گا اور کہے گا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ پس جو حکم خداوندی کی اطاعت کرے گا آگ اس کے حق میں برد اور سلام بن جائے گی اور جو انکار کرے گا اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ حاصل کلام یہ کہ قیامت کے دن ان لوگوں کا اس طرح امتحان لیا جائے گا جو اطاعت کرے گا وہ بہشت میں داخل کر دیا جائے گا جو نافرمانی کرے گا وہ ذلت وخواری کے ساتھ داخلِ نار ہوگا امتحان سے مقصود یہ ہوگا کہ اندرونِ طبیعت جو اطاعت اور معصیت کا مادہ پوشیدہ اور مستور ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ اور اندرونی فرمانبرداری اور نافرمانی جب ظاہر ہو جائے تب اس کے مطابق جزا و سزا ان پر جاری کی جائے محض صلاحیّت اور استعداد پر جزاء اور سزا مرتب نہیں ہوتی جب تک کہ عملی طور پر ان پر حجّت نہ قائم ہو جائے اس امتحان کے بعد اندرونی اطاعت اور معصیت عملی طور پر سامنے آجائے گی اور علم ازلی میں جو سعادت اور شقاوت مقدر اور مضمر تھی وہ ظاہر اور منکشف ہو جائے گی اور اس اطاعت اور معصیت سے ان پر حجّت قائم ہو جائے گی اور اسکے مطابق جزاء اور سزا مرتب ہو جائے گی۔

امام ابوالحسن اشعریؒ نے اسی کو اہل سنت والجماعت کا قول قرار دیا ہے اور اسی کو امام بیہقیؒ نے کتاب الاعتقاد میں اختیار کیا اور اسی کے دلائل و براہین سے نصرت اور تقویت فرمائی اور اسی کو قولِ منصور قرار دیا۔

حضرات اہل علم اگر اس مسئلہ کی مزید تفصیل چاہیں تو اس ناچیز کا حاشیۂ بخاری مسمّٰی بہ تحفۃ القاری ملاحظہ فرمائیں جس میں صحیح بخاری کی کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین کے ذیل میں اس مسئلہ کی تفصیل کر دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

(۴) وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے دل میں فسق و فجور کا داعیہ ڈال دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر فسق و فجور کریں تب عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے لہٰذا دولت مندوں کو چاہیئے کہ وہ خود اپنا امتحان کر لیں انکی دولت و ثروت اگر اِن کو اللہ کی اطاعت کی طرف لے جارہی ہے تو اللہ کا شکر کریں کہ اللہ نے اس دولت کو آخرت کا ذریعہ بنایا اور اگر وہ دولت و ثروت

www.ahlehaq.org

ان کو فسق و فجور اور بدکاریوں پر آمادہ کر رہی ہے تو سمجھ لیں کہ اللہ نے ہمارے تباہ اور برباد کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔

(۵) اہل عمل کی تین قسمیں (اوّل) یہ کہ اس عمل سے اس کا مقصود فقط دنیوی منفعت ہو۔ (دوم) یہ کہ اس عمل سے اس کا مقصود فقط آخرت کی منفعت ہو اس آیت میں یعنی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ اور مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ میں اللہ تعالیٰ نے ان دو قسموں کا حکم بیان کیا۔

(قسم سوم) یہ ہے کہ اس عمل سے دنیا اور آخرت دونوں ہی مقصود ہیں تو اسکی پھر تین قسمیں ہیں (پہلی قسم) یہ ہے کہ طلب آخرت غالب اور راجح ہو اور طلب دنیا مغلوب اور مرجوح ہو (دوسری قسم) اس کا عکس ہے وہ یہ کہ طلب دنیا غالب اور راجح اور طلب آخرت مغلوب اور مرجوح ہو (تیسری قسم) یہ ہے کہ دونوں طلبیں اور دونوں خواہشیں برابر ہوں پہلی قسم یعنی جہاں طلب آخرت راجح اور غالب ہو جمہور علماء کا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ ایسا عمل مقبول نہیں اس لیے کہ جس عمل میں غیر اللہ کی نیت شریک ہو گئی وہ عمل اللہ کے نزدیک مردود ہے اگرچہ نیت آخرت کی غالب ہو کیونکہ غیر اللہ کی نیت شامل ہو جانے سے وہ شرک ہو گیا جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ انا اغنی الشركاء عن الشرك من عمل عملا اشرك فيه غيري تركته وشركه۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمام ساجھیوں سے بڑھ کر بے پرواہ اور بے نیاز ہوں لہذا جس کسی نے کوئی ایسا کام کیا جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر لیا تو میں اسکو اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ جو عمل خالص اللہ کے لیے کرے گا وہ تو مقبول ہو گا اور ایسا عمل کہ جو دو رضاؤں کا مجموعہ ہو تو وہ قابل قبول نہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جس عمل میں طلب آخرت کی راجح ہو تو وہ عمل بقدر نیت مقبول ہو جائے گا اور چونکہ طلب آخرت کی غالب ہے اس لیے وہ عمل بالکلیہ باطل اور مردود نہ ہو گا اگرچہ طلب دنیا کی آمیزش کی وجہ سے ناقص اور مکدّر ہو جائے گا۔

اور دوسری قسم (یعنی طلب دنیا غالب اور راجح ہو) ایسا عمل بالاجماع مردود ہے (اور تیسری قسم) یعنی جس میں طلب دنیا اور طلب آخرت دونوں برابر ہوں وہ بھی باتفاق علماء مقبول نہیں یہاں ایک اور قسم باقی رہ گئی اور وہ یہ کہ اس کی کوئی نیت ہی نہ ہو نہ دنیا کی اور نہ آخرت کی سو اس کا یہ عمل اگر شرعاً جائز ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیت تو کچھ ہے نہیں صرف عمل ہے لہٰذا دیکھ لیا جائے کہ شریعت میں اس عمل کا کیا حکم ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

اور چکا دیا تیرے رب نے کہ نہ پوجو اسکے سوا، اور ماں باپ سے

www.ahlehaq.org

اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ

بھلائی کبھی پہنچ جاوے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک یا

كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا

دونوں، تو نہ کہہ اُن کو، ہوں اور نہ جھڑک ان کو، اور کہہ ان کو

قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ

بات ادب کی۔ اور جھکا اُن کے آگے کندھے عاجزی کرکر پیار

الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ ﴿۲۴﴾

سے اور کہہ اے رب! اُن پر رحم کر، جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے جو تم نیک ہو گے،

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى

تو وہ رجوع لانے والوں کو بخشتا ہے اور دے ناتے والے کو

حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ

اس کا حق، اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اُڑا

تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ

بکھیر کر بے شک اُڑانے والے، بھائی ہیں شیطانوں کے

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ

اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکر اور اگر کبھی تغافل کرے

عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ

تو اُن کی طرف سے، تلاش میں مہربانی کی اپنے رب کی طرف سے جس کی توقع رکھتا ہے تو کہہ

www.ahlehaq.org

لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً

ان کو بات نرمی کی اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا اپنی گردن

إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا

کے ساتھ اور نہ کھول دے اس کو نرا کھولنا، پھر تو بیٹھ رہے الزام

مَّحْسُورًا ﴿۲۹﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ

کھایا ہارا تیرا رب کشادہ کرتا ہے روزی، جس کو چاہے اور

يَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوا ع

کستا ہے وہی ہے اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا اور نہ مار ڈالو

أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ

اپنی اولاد کو ڈر سے مفلسی کے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بے شک

قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ

ان کا مارنا بڑی چوک ہے اور پاس نہ جاؤ بدکاری کے، وہ

كَانَ فَاحِشَةً ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

ہے بے حیائی اور بری راہ ہے اور نہ مارو جان

الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا

جو منع کی اللہ نے، مگر حق پر اور جو مارا گیا ظلم سے

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ

تو ہم نے دیا اسکے وارث کو زور، سو اب ہاتھ نہ چھوڑ دے خون پر اسکو

كَانَ مَنصُورًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

مدد ہونی ہے اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے، مگر

www.ahlehaq.org

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوْا

جس طرح بہتر ہو، جب تک وہ پہنچے اپنی جوانی کو اور پورا کرو

بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

اقرار کو بے شک اقرار کی پوچھ ہے اور پورا بھر دو ماپ

اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ

جب ماپ دینے لگو اور تولو سیدھی ترازو سے یہ بہتر ہے

وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ

اور اچھا اس کا انجام اور نہ پیچھے پڑ، جس بات کی خبر نہیں

عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ

تجھ کو بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس

كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ

سے پوچھ ہے اور نہ چل زمین پر اتراتا تو پھاڑ نہ

اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾

ڈالے گا زمین کو، اور نہ پہنچے گا پہاڑوں تک لمبا ہو کر

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

یہ جتنی باتیں ہیں، ان میں سے بری چیز ہے تیرے رب کی بیزاری

تفصیل اعمال آخرت واحکام ہدایت

قال اللہ تعالیٰ: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ... الیٰ... كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا

(ربط) گزشتہ آیات میں آخرت کی سعی اور اس کی جدوجہد کا بیان تھا کہ جو آخرت کے لیے سعی کرے گا ہم اسے

www.ahlehaq.org

آخرت کی نعمتیں عطا کریں گے اب اِن آیات میں ان اعمال کی تفصیل فرماتے ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان آخرت کی نعمتیں حاصل کر سکے اور ان احکام کو بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ انسان ہدایت حاصل کر سکے اور آخرت کی سعی اور جدوجہد کا ذریعہ یہ اعمال ہیں اور ان احکامات کو توحید ہی سے شروع کیا اور توحید ہی پر ختم کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمام گناہوں میں شرک بڑے درجہ کا گناہ ہے اور درمیان میں زیادہ تر ان احکام کو بیان فرمایا کہ جو شعائرِ اسلام میں سے ہیں اور تمام ادیان اور شرائع میں مُسلّم ہیں اور سب کے سب مُحکَم ہیں قابل نسخ نہیں اشارہ اس طرف ہے کہ اگر واقع میں تم آخرت کے طالب ہو اور اس کے لیے ساعی ہو تو ان اعمال کو بجالاؤ ان اعمال کے بجالانے سے وَسَعٰی لَهَا سَعْيَهَا کے مصداق بن سکو گے۔

قدم باید اندر طریقت نہ دم ∴ کہ اصلے ندارد دمے بے قدم

اور گزشتہ آیات مثلاً اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ اور مثلاً مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ میں جس ہدایت کا ذکر تھا اب ان آیات میں ان اہم احکام ہدایت کو بیان کرتے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کو ہدایت حاصل ہوتی ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تورات کی ساری اخلاقی تعلیم ان پندرہ آیتوں میں درج کر دی ہے اور وہ پندرہ آیات اس رکوع سے شروع ہوتی ہیں۔

حکم اوّل توحید

اور حکم دیا تیرے پروردگار نے تمام بندوں کو کہ سوائے اس معبود برحق کے اور کسی کو نہ پوجو اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے عبادت نام ہے غایت تعظیم کا اور غایت تعظیم کا مستحق وہی ہے کہ جو غایت درجہ کا منعم اور محسن ہو اور وہ اس کے سوا کوئی نہیں۔

حکم دوم، اکرام واحترام والدین

اور حکم دیا اللہ تعالیٰ نے کہ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور عبادت کے بعد والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا۔ ان دونوں حکموں میں مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے وجود کا سبب حقیقی ہے اس لیے اول اس کا حکم دیا اور والدین انسان کے وجود کا سبب مجازی اور ظاہری ہیں اس لیے والدین کے ساتھ احسان کا حکم بعد میں دیا نیز والدین کی شفقت رحمتِ خداوندی کا ایک نمونہ ہے والدین کی شفقت ہر وقت موجزن

www.ahlehaq.org

رہتی ہے کہ ہر طرح کی بھلائی اولاد کو پہنچا دیں اور ہر طرح کی برائی کو اولاد سے دور رکھیں اور والدین سے جس خیر اور بھلائی کا اولاد کو پہنچانا ممکن ہوتا ہے وہ اس سے دریغ نہیں کرتے اور سوائے جذبۂ شفقت و محبت اور کوئی ان کی غرض نہیں ہوتی اس وجہ سے انعام اور احسان میں خدا کے بعد والدین کا درجہ ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں ماں باپ کے شکر کو اپنے شکر کے ساتھ واجب اور لازم گردانا اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔

پھر چونکہ حق جل شانہٗ علیم وخبیر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ والدین بڑھاپے کے وقت اولاد پر گراں ہو جاتے ہیں لہٰذا بطور اہتمام حکم دیتے ہیں اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے اور تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ضعف اور عجز سے ان کی وہ حالت ہو جلتے جو بچپن میں تیری تھی اور ایسی حالت میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو طبعًا تم کو ناگوار ہو تو ایسی حالت میں بھی انکے ادب اور احترام کو ملحوظ رکھنا اور ان کے سامنے "اُف" بھی نہ کرنا یعنی "ہُوں" اور "چوں" نہ کرنا یعنی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالنا جو ان کے کانوں کو ناگوار گزرے اور کسی بات پر خواہ وہ تیرے لیے کیسی بھی خلاف طبع ہو اِن کو نہ جھڑکنا۔ اظہارِ ناگواری میں زجر کا درجہ "اُف" کہنے سے بڑھا ہوا ہے "اُف" کہنا اظہار ناگواری کی ابتداء ہے اور زجر یعنی جھڑکنا اور ڈانٹنا یہ اسکی انتہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نہ ان کی بات سے ملول ہو اور نہ ان کی بات کو رد کرو اور ان کے سامنے نرمی اور ادب سے بات کرو جس سے انکی تعظیم و تکریم اور ادب مترشح ہوتا ہو اور ازراہِ شفقت و تواضع نہ ازراہِ سیاست و مصلحت اور انکے سامنے بازو تے ذلّت کو پست کر دو یعنی ان سے بکمال تواضع وانکسار کے ساتھ برتاؤ کرو جَنَاحَ الذُّلِّ کے معنی ذلت کے بازو ہیں حالانکہ ذلّت کے بازو نہیں ہوتے تو یہ کلام بطور استعارہ ہے کہ جس طرح پرندہ اپنے بچے کی تربیّت کے وقت اپنے بازو پست کر کے اسکو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے اسی طرح تم کو چاہیئے کہ ایسی ہی تربیت اور شفقت کا معاملہ اپنے والدین کے ساتھ کرو اور ان کے لیے اس طرح دعا کرو کہ اے پروردگار ان دونوں پر ایسا خاص رحم فرما جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا اور کمال شفقت و رحمت سے میری پرورش کی جب کہ میں بالکل عاجز اور لاچار تھا۔

والدین اگر مسلمان ہوں تو انکے حق میں دعائے رحمت کے معنی ظاہر ہیں اور اگر کافر ہیں اور زندہ ہیں تو انکے حق میں دعاء رحمت کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ انکو ایمان اور اسلام کی ہدایت نصیب فرما کافر کے حق میں ہدایت سے بڑھ کر کوئی رحمت نہیں اور اگر والدین بحالت کفر مر چکے ہوں تو ان کیلیئے دعائے مغفرت و رحمت جائز نہیں کما قال تعالیٰ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ "اس

www.ahlehaq.org

آیت کی تفسیر سورۂ توبہ کے اخیر میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے غرض یہ کہ حق جل شانہٗ نے اس آیت میں اول والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا اور پھر اس کے بعد پانچ باتوں کا حکم دیا۔

(اوّل) لَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ : ان کے سامنے اُف مت کرو۔

(دوم) وَلَا تَنْهَرْهُمَا - ان کو جھڑکو مت اور انکے سامنے آواز بلند نہ کرو۔

(سوم) وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ ان کے سامنے ادب سے بات کرو۔

(چہارم) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ : یعنی کمال تواضع اور کمال شفقت کے ساتھ ان سے برتاؤ کرو۔

(پنجم) وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا : یعنی انکے لیے دعائے مغفرت و رحمت کرو۔

مطلب یہ ہے کہ خالی ادب اور تواضع اور شفقت پر اکتفاء نہ کرو کیونکہ یہ سب چیزیں فانی ہیں بلکہ دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت باقیہ اور دائمہ سے ان کی دستگیری کرے اور رحمت آخرت کی دعا مسلمان والدین کے لیے مخصوص ہے یہاں تک والدین کی ظاہری توقیر اور احترام کے متعلق احکام بیان فرماتے اب اگلی آیت میں باطنی ادب یعنی دل سے ادب اور احترام کو بیان فرماتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ والدین کے سامنے فقط ظاہر میں ذلت کا بازو پست کر دینا اور انکے سامنے اُفّ نہ کرنا یہ کافی نہیں بلکہ دل سے ان کا ادب کرنا اور باطنی طور پر انکی اطاعت اور فرماں برداری اور انکے ساتھ احسان کا قصد کرنا بھی ضروری ہے حتیٰ کہ دل میں انکی نافرمانی کا خیال بھی نہ آنے پائے چنانچہ فرماتے ہیں۔

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ والدین کے متعلق تمہارے دلوں میں کیا بات پوشیدہ ہے ممکن ہے کہ ظاہر میں تم نے ادب و احترام کو ملحوظ رکھا ہو لیکن دِل میں کوئی گرانی اور ناگواری مضمر ہو سو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر تم فی الواقع نیک بخت ہو گے یعنی دل سے ان کے مطیع اور فرماں بردار اور خدمت گزار ہو گے اور بتقاضائے بشریت ان کا پورا حق خدمت ادا نہ ہو سکے گا اور اس پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرو گے تو وہ بے شک خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کی تقصیر کو بخشنے والا ہے بھول چوک یا عدم استطاعت کی بناء پر جو کمی اور کوتاہی انکی خدمت میں واقع ہو گی اس کو وہ معاف فرما دے گا اوّاب کی تفسیر میں کئی قول ہیں جامع قول یہ ہے کہ جو شخص کثرت کے ساتھ بار بار بات بات میں شرمندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہو وہ اوّاب ہے۔

ایک فلسفیانہ وسوسہ[1] اور اس کا جواب

وسوسہ یہ ہے کہ اگرچہ والدین اولاد کے وجود کا سبب ظاہری ہیں لیکن اس میں انکی نفسانی خواہش کو بھی دخل

[1] یہ فلسفیانہ وسوسہ اور اس کا جواب تفسیر سراج منیر ص ۲۴۱ جلد ۲ اور تفسیر روح المعانی میں مذکور ہے اور ہماری یہ تمام تقریر اس سے ماخوذ ہے (واللہ اعلم)

www.ahlehaq.org

ہے جس سے ایک فرزند تولد ہوا اور پیدا ہوکر عالم آفات میں آپہنچا اور طرح طرح کی مشقتوں اور مصیبتوں میں آپہنچا تو والدین کا اولاد پر کیا احسان ہوا جس کا شکر واجب ہو اور اس احسان کے صلہ میں انکی اطاعت اور خدمت فرض ہو حتیٰ کہ ایک فلسفی اپنے باپ کو مارا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اسی نے مجھ کو عالم کون فساد میں داخل کیا اور اسی نے مجھ کو موت کا نشانہ بنایا اور فقر و فاقہ اور طرح طرح کے امراض و آلام کے دہانہ پر لاکر مجھے کھڑا کر دیا۔

اسی قسم کا ایک فلسفی ابو العلاء گزرا ہے اس سے پوچھا گیا کہ ہم تیری قبر پر کیا لکھیں تو اس نے کہا کہ میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا۔

هٰذا جناه ابی علی ∴ وما جنیت علیٰ اَحَدٍ

یہ اس کے باپ کا اس پر ظلم ہے اور میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا

یعنی میں[1] نے کوئی نکاح نہیں کیا اور کوئی بچہ نہیں جنوایا بلکہ سب کو پردۂ عدم میں رہنے دیا تاکہ میری وجہ سے پردۂ عدم سے نکل کر اس دار فانی کے آفات اور مصائب میں مبتلا نہ ہو پردۂ عدم میں رہنے کی وجہ سے اگرچہ اس دنیا کے عیش و آرام سے متمتع نہ ہوا تو اس دنیا کی آفات اور مصیبتوں سے تو محفوظ رہا۔

اسی طرح اسکندر سے پوچھا گیا کہ تجھ پر تیرے والد کا حق زیادہ ہے یا تیرے استاد کا اسکندر نے جواب دیا کہ استاد کا حق زیادہ ہے اس نے میری تعلیم و تربیت میں طرح طرح کی سختیاں برداشت کرکے مجھے علم کی روشنی میں داخل کیا اور رہا والد تو اس کو اپنے لیئے لذت جماع کی خواہش تھی اس طرح اس نے مجھ کو عالم کون و فساد میں لا نکالا۔

جواب اس فلسفیانہ طویل تقریر سراپا تزویر کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اول امر میں والدین کا مقصود لذّت نفسانی کی تحصیل ہو مگر جب بچہ پیدا ہوگیا تو اس وقت سے لے کر اخیر تک دیکھو کہ ماں باپ نے اس فرزندِ دلبند کے ساتھ کیا معاملہ کیا اسکو اپنا لخت جگر جانا اور اسکی ولادت پر خوشیاں منائیں اور اسکی تربیت میں طرح طرح کی مشقتیں اٹھائیں اور اسکی تعلیم و تادیب میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور ضروریات زندگی میں اسکو اپنے سے مقدم رکھا اور اپنے اوپر تنگی برداشت کرکے دل و جان سے اسکے مصارفِ زندگی اور مصارفِ تعلیم پورے کیے اور اس بات کا پورا پورا اہتمام کیا طرح طرح

[1] ابو العلاء معرّی کے ان دو شعروں کا مضمون ہے جو اس نے نکاح نہ کرنے کے بارے میں کہے تھے وہ دو شعر یہ ہیں۔

وترکت فیہم نعمۃ العدم التی!! ∴ سبقت وصدت عن نعیم العاجل

ولو انہم ولدوا لنالوا شدۃ!! ∴ ترمی بہم فی موبقات الآجل

(روح المعانی ص ۵۷ جلد ۱۵)

www.ahlehaq.org

کی خوبیاں اور بھلائیاں جو اس کو پہنچا سکتے تھے وہ اس کو پہنچا ڈالیں اور جس بلا اور آفت کو اس سے ہٹا سکتے ہوں وہ اس سے دور کر دیں اور دن رات اس کوشش میں لگے رہے کہ اس مولود کو ہم سے ہزار درجہ بڑھ کر نعمتیں اور عزتیں اور راحتیں مل جائیں اور اس راہ میں جو مشقتیں پیش آئیں وہ والدین نے اپنے اوپر اٹھائیں یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچا اور جوان ہو گیا کیا اس والہانہ شفقت و محبت اور بے غرضانہ تربیت سراپا رحمت کا کوئی معمولی سا شمہ یا ادنیٰ سا نمونہ سوائے والدین کے کسی اور جگہ بھی دکھلایا جا سکتا ہے دیکھنا تو درکنار ایسی محبت اور شفقت کے تصور سے عقل بھی قاصر ہے۔

(دیکھو تفسیر سراج منیر ص ۲۴۱ جلد ۲ و روح المعانی ص ۵۷ جلد ۱۵)

ایسی بے مثال شفقت و تربیت کا کہ جو ابتدائے ولادت سے لے کر بیس سال تک مسلسل جاری رہی ہو احسان مند نہ ہونا اور والدین کے اس حق تربیت کا منکر ہونا انسان کا بلکہ حیوان کا بھی کام نہیں حیوان بھی اس مادہ کا احترام کرتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے بہرحال جس میں ذرا بھی عقل ہے وہ والدین کے حق کا انکار نہیں کر سکتا حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے والدین بوڑھے ہو کر اس حد کو پہنچ گئے ہیں جس طرح والدین نے بچپن میں میری غور و پرداخت کی تھی ویسی ہی میں انکی غور و پرداخت اور خبر گیری اور خدمت گزاری کر رہا ہوں تو کیا میں نے انکا حق ادا کر دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا نہیں کیونکہ وہ دونوں تیری غور و پرداخت کرتے تھے تو انکی تمنا اور آرزو یہ ہوتی تھی کہ تو زندہ رہے اور تو انکے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے اور چاہتا یہ ہے کہ وہ مر جائیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ عالم، عالم اسباب ہے جس میں اللہ نے اپنی قدرت اور مشیت سے ایک شئی کو ایک شئی کا سبب بنایا۔ نسل انسانی اور حیوانی کے بقاء کا ذریعہ اور سبب اس نفسانی خواہش کو بنایا ہے اگر یہ نفسانی خواہش درمیان میں نہ ہوتی تو نسل انسانی اور حیوانی کا وجود نہ ہوتا۔

دنیا کی تمام لذائذ طیبات اور مرغوبات اور مطعومات اور مشروبات بلاشبہ حق جل شانہٗ کی نعمتیں ہیں حالانکہ ان میں طبیعت کی رغبت اور نفس کی شہوت اور لذت ساتھ ساتھ ہے اور اس طبعی رغبت کی آمیزش کی وجہ سے انکے نعمت ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس طبعی رغبت کی وجہ سے نعمت کی لذت دوبالا ہو جاتی ہے اور جس ہاتھ سے یہ نعمتیں کسی کو میسر آجاتی ہیں تو وہ شخص اس ہاتھ کا ممنون اور احسان مند ہوتا ہے اور فرط محبت سے اس ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور جس ماں نے اسکو نو مہینہ اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک دودھ پلایا اور تین چار سال تک ماں باپ اسکو از راہ شفقت و محبت اور بطور لذت و مسرت گود میں اٹھائے پھرے اور راتوں اسکے لیے جاگے اور اسکی راحت کے لیے طرح طرح کی مشقتیں اٹھاتے رہے اور یہاں تک کہ جوان ہو گیا اب یہ نادان کہتا ہے کہ ماں باپ کا مجھ پر کوئی احسان نہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

www.ahlehaq.org

سالہا بر تو بگذرد کہ گزر ⁂ نکنی سوئے تربت پدرت
تو بجائے پدر چہ کردی خیر ⁂ تا ھماں چشم داری از پسرت

حکم سوم، اداء حقوق دیگر اہل حقوق

گزشتہ آیت میں والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا اب اس آیت میں تمام اہل قرابت اور عام اہل حاجت کے ساتھ احسان کا حکم دیتے ہیں اور قرابت دار اور رشتہ دار کو حسب قرابت اس کا حق ادا کر اور محتاج مسافر کو بھی دے ماں باپ کا حق چونکہ تمام رشتہ داروں سے بڑھا ہوا ہے اس لیے اوّل خدا تعالیٰ نے اس کی تاکید کی اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں اور محتاج اور مسافروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا۔ رشتہ داروں کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ رشتہ اور محبت قائم رکھے اور خوش حالی اور افلاس دونوں حالتوں میں اس کے ساتھ حسن معاشرت اور الفت برتے اگر انہیں مدد کی ضرورت ہو تو ان کی مدد کرے اور اگر وہ تنگ دست ہوں تو ان پر خرچ کرے اور محتاج اور مسافروں کو خیرات دے اور اگر محتاج اور مسافر رشتہ دار بھی ہو تو اسکے دینے میں دوہرا ثواب ہے۔

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت یعنی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوئی تو اس وقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امینؑ سے پوچھا کہ میرے قریب کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ قریب تمہارے فاطمہؓ ہے اور حق اس کا فدک ہے فدک اسکو دے دو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فاطمہؓ کو فدک دے دیا۔

یہ روایت سراسر موضوع اور ساختہ پرداختہ شیعہ ہے اور خلاف عقل ونقل ہے اس لیے کہ اس روایت کا حاصل تو یہ ہے کہ آیت ذا القربیٰ سے فقط حضرت فاطمہؓ مراد ہیں اور حقہٗ سے فدک مراد ہے اور یہ بالکل غلط ہے الفاظ قرآنی کو ان معنی سے کوئی مس اور مساس نہیں لفظ ذا القربیٰ ایک لفظ عام اور امر کلی ہے جس کے معنیٰ "قرابت والے" کے ہیں جو حضور پُر نورؐ کے تمام قرابتداروں کو شامل ہے لہٰذا اس لفظ عام یعنی ذا القربیٰ کو فقط حضرت فاطمہؓ میں منحصر کر دینا کیسے صحیح ہوگا حضور پُر نورؐ کے قرابت دار کچھ ایک دو نہ تھے بلکہ ہزاروں تھے اور صاحبزادی بھی فقط ایک نہ تھی بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ یہ تین صاحبزادیاں اور تھیں جو قرابت میں حضرت فاطمہؓ کے برابر تھیں اور کچھ کم نہ تھیں حق جل شانہٗ کے ارشاد یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ :۔ سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں اور ایسا ہی کافی کلینی کی روایت بھی ہے جو صاف اور واضح ہے کہ آنحضرتؐ

www.ahlehaq.org

کی متعدد بیٹیاں تھیں تو کیا معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قرابتداروں کو محروم کر کے سب کا حق حضرت فاطمہؓ کو دیدیا اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ صاحبزادیاں نزول آیت سے پہلے وفات پا چکی تھیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور وفات مدینہ میں ہوئی۔ اور علی سبیل الفرض والتسلیم حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرات حسنینؓ اور حضرت جعفرؓ تو موجود تھے گویا کہ ایک حضرت فاطمہؓ کا حق تو دیدیا جائے اور باقی سب قرابتداروں کا حق تلف کر دیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیئے تھا کہ مسکینوں اور مسافروں کے واسطے بھی کوئی چیز وقف کر دیتے تاکہ پوری آیت پر عمل ہو جاتا نیز یہ کہنا کہ حقہ سے فدک مراد ہے یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ یہ آیت سورۂ اسراء کی ہے جو بالاتفاق مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں تھا فدک تو ہجرت کے ساتویں برس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آیا تھا اور علیٰ ھذا سورۂ روم کی ایک آیت جس میں ذالقربیٰ کا لفظ آیا ہے وہ بھی مکی ہے نیز اگر یہی مراد ہوتے تو مختصر کلام یہ تھا کہ اٰت فاطمۃ فدک فرما دیتے اس تطویل کی کیا حاجت تھی نیز لفظ حق کا استعمال جب مناسب ہے کہ جب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ کے ذریعے حضرت فاطمہؓ کی ملکیتِ فدک ثابت ہو جائے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے دینے میں معاذ اللہ کچھ تقصیر ہوئی تو پھر یہ کہنا مناسب ہوتا کہ فاطمہؓ کو ان کا حق دیدو کیونکہ اگر کوئی چیز دبا لیتا ہے تو اس کو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو۔

نیز اگر شیعوں کے نزدیک ذالقربیٰ کے لفظ سے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ ہی مراد ہوتی تھیں تو اس بناء پر آیت وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی :- میں ذی القربیٰ سے حضرت فاطمہؓ ہی مراد ہوں گی جس کا مطلب یہ نکلے گا کہ مال غنیمت کا خمس صرف فاطمہؓ کے لیے ہے باقی حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دیگر بنی ہاشم کو دینا اور لینا جائز نہیں اہل تشیع نے یہ سمجھا کہ اس آیت میں خطاب فقط نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہے خاص حضرت فاطمہؓ کو حق فدک دینے کے بارے میں بطور قبالہ آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

اور یہ غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں اسکے ماقبل اور مابعد میں تمام خطابات امت کو ہیں اور امت کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ تم ان احکام کو بجالانا کیونکہ شروع آیت وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ اور رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ اور لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ وغیرہ وغیرہ میں تمام ضمیریں جمع کی ہیں اور باقی رہا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ یہ خطاب بھی اگرچہ لفظ مفرد ہے مگر اس سے بھی مراد امت ہی کا ہر فرد ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ تو بچپن ہی میں گزر گئے تھے لہٰذا یہ حکم کہ ماں باپ کے سامنے اف نہ کرنا اور ان کے ادب کو ملحوظ رکھنا درحقیقت امتیوں کو سنانے کے لیے ہے آپؐ کے لیے نہیں۔

اور علیٰ ھٰذا وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا کا حکم بھی تمام امت کے لیے ہے اسی طرح سمجھو کہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ میں بھی خطاب ہر شخص کو ہے کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ قرابتداروں کا حق ادا کرے اور

www.ahlehaq.org

صلہ رحمی سے دریغ نہ کرے اور علیٰ ھٰذا القیاس سورۂ روم میں اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ کے بعد فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ سے بھی صلہ رحمی کی ترغیب مقصود ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے تم اگر اہل قرابت کے ساتھ سلوک اور احسان کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں وسعت دے گا اس آیت میں بھی گو مخاطب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں لیکن فی الحقیقت خطاب عام ہے غرض یہ کہ اس آیت کے شان نزول میں شیعوں نے جو ھبۂ فدک کی یہ روایت نقل کی ہے وہ سراسر دروغ بے فروغ ہے دشمنانِ دین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دنیا طلبی کی تہمت لگانے کے لیے گھڑی ہے کہ اپنی بیٹی کو دینے کے لیے جبرئیل علیہ السّلام کا حوالہ دے دیا تاکہ اس ہبہ پر کوئی اعتراض نہ کرے استغفر اللہ وَلَا حول وَلَا قوۃ اِلَّا بِاللّٰہ

حکم چہارم ممانعت از اسراف

اور اپنی دولت کو ناحق اور بے جانہ اڑا بے شک اپنے مال کو بیجا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اس لیے کہ اسراف فعل شیطانی ہے پس جس نے اسراف اور فضول خرچی کی وہ شیطان کے بھائیوں میں سے ہو گیا اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے مال و دولت اللہ کی نعمت ہے راہِ حق میں اس کو خرچ کرنا یہ اس کا شکر ہے اور ناحق خرچ کرنا یہ اسکی ناشکری ہے۔

حکم پنجم تلطّف در جواب سائل

اور اگر تجھ سے اقرباء اور احباب سوال کریں اور اس وقت تیرے پاس دینے کو کچھ نہ ہو اور تو اپنے پروردگار کے فضل و رحمت کے انتظار میں جس کے ملنے کی تجھے امید ہو اور مجبوری کی وجہ سے تو ان غریبوں سے تغافل برتے تو ایسی حالت میں ان کے ساتھ نرمی اور حسنِ اخلاق سے بات کر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے پاس کوئی سائل آکر سوال کرتا ہے اور اس وقت اسکے پاس کچھ دینے کو نہیں ہوتا مگر اسے کہیں سے مال آنے کی امید ہوتی ہے ایسی صورت میں خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ نرمی سے انکو جواب دو کہ "اس وقت میرے پاس کچھ نہیں پھر آنا"

حکم ششم، اقتصاد و اعتدال در انفاق مال

اور مال خرچ کرنے میں اعتدال کو ملحوظ رکھو نہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا رکھ یعنی نہ تو غایت

www.ahlehaq.org

بخل کی وجہ سے بالکل ہاتھ روک لو گویا کہ ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے کسی کو کچھ دینے کے لیے کھلتا ہی نہیں اور نہ ہاتھ کو پورا ہی کھول دو کہ جوش میں آکر سب کچھ دے ڈالو اور آئندہ کا کچھ ہوش نہ رہے پھر تو خالی ہاتھ گھر میں بیٹھا رہ جائے ملامت کیا ہوا درماندہ اور محتاج یعنی اگر بخل کی وجہ سے ہاتھ کو بالکل بند کر لیا تو "ملوم" ہوگا سب لوگ تجھے ملامت کریں گے اور تیری بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے اور اگر ہاتھ کو کشادہ کر دیا تو "محسور" یعنی درماندہ اور عاجز ہو کر بیٹھ جائے گا۔ "حسیر" اصل میں اس چوپایہ کو کہتے ہیں کہ جو چلنے سے عاجز ہو کر بیٹھ رہا ہو اسی طرح جس نے اپنا کل مال خرچ کر ڈالا وہ بھی اسی سواری کے مشابہ ہے جو تھک کر بیٹھ رہا منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا حدیث میں ہے کہ جو خرچ میں درمیانی چال چلے گا وہ کبھی مفلس نہ ہوگا بے شک تیرا پروردگار کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگی کرتا ہے جس پر چاہے اس میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ قبض اور بسط اللہ ہی کو زیبا ہے اسکے خزانے خالی نہیں ہوتے رہے بندے سو ان پر حکم کے مطابق میانہ روی واجب ہے بے شک اللہ اپنے بندوں کے باطن سے باخبر ہے اور ان کے ظاہر کو دیکھنے والا ہے وہ اپنی حکمت اور مصلحت سے جس بندہ کو چاہتا ہے توانگر بنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فقیر بنا دیتا ہے اللہ کو معلوم ہے کہ کون امیری کے لائق ہے اور کون فقیری کے لائق ہے تم بندے ہو تمہیں مصلحتوں اور حکمتوں کا علم نہیں لہٰذا تم کو جو میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے تم اسکی تعمیل کرو۔

حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں یعنی "محتاج کو دیکھ کر بے تاب نہ ہو جاؤ اس کی حاجت تیرے ذمہ نہیں اللہ کے ذمے ہے" انتہی کلامہٗ۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہ ہو جائے گا اور تمہاری سخاوت سے تم فقیر اور دوسرا غنی نہیں بن جائے گا امیر بنانا اور غریب بنانا سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے تمہارا کام میانہ روی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو جو حکم دیا وہی تمہارے حق میں بہتر ہے تم اللہ کے حکم پر چلو اور اپنی فکر کرو اور اپنے انجام کو سوچو۔

حکم ہفتم، ممانعت از قتل اولاد

اور اے مشرکو! افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو ہم ہی تو ان کو روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی رزق دینے والے ہیں نہ کہ تم۔ پھر تم اس فکر میں کیوں پڑے بے شک اولاد کا قتل کرنا بہرحال بہت بڑا گناہ ہے عرب کے مشرک اپنی لڑکیوں کو فقر کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے بعض عار کی وجہ سے اور بعض اس خیال سے کہ انہیں کھانے کو کہاں سے آئے گا اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ روزی رسان اللہ تعالیٰ ہے تم یہ بے رحمی کا کام نہ کرو۔

www.ahlehaq.org

حکم ہشتم، ممانعت از زنا

اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ بے شک وہ بڑی بے حیائی ہے جس کی قباحت اور شناعت بالکل ظاہر ہے اور بہت بری راہ ہے زنا سے حسب ونسب گڑبڑ ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی عداوتیں اور لڑائیاں اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ سب راستے زنا سے نکلے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے تو کوئی دوسرا اس کی عورت پر نگاہ کرے گا، انتہیٰ غرض یہ ہے کہ زنا بہت بری راہ ہے خواہش پرستوں کی راہ ہے اللہ نے یہ حکم دیا کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ مطلب یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو اجنبی عورت کو بدون عذر شرعی کے دیکھنا زنا کے قریب جانا ہے زنا سے حسب ونسب خلط ملط ہو جاتے ہیں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لڑکا کس کا ہے پھر یہ کہ زنا سے جو اولاد ہوتی ہے اسکی پرورش کا کوئی کفیل نہیں ہوتا زنا سے انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا جس طرح حیوان جس مادہ سے چاہتا ہے اپنی خواہش پوری کر لیتا ہے اس طرح زنا کار بھی جس عورت سے چاہتا ہے اپنی مستی نکال لیتا ہے جس طرح جانور کو نکاح کی ضرورت نہیں اسی طرح زانی کو بھی نکاح کی ضرورت نہیں اور شیعوں کا متعہ بھی زنا کی ایک قسم ہے جیسا کہ سورۂ نساء کی تفسیر میں اس کی مفصل بحث گزر چکی ہے۔

حکم نہم، ممانعت از قتل ناحق

اور مت قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ نے محترم بنایا ہے مگر حق کے ساتھ اور قتل حق کی تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ قاتل کو قتل کی سزا میں بطور قصاص قتل کیا جائے دوسرے یہ کہ زانی محصن کو زنا کی سزا میں قتل کیا جائے تیسرے مرتد کو ارتداد کی سزا میں قتل کیا جائے یعنی جو دین اسلام سے مرتد ہو جائے وہ بھی واجب القتل ہے ان تین صورتوں کے سوا مسلمان کا قتل کرنا حرام ہے اور جو شخص ظلم سے ناحق مارا جائے تو اس کے وارث کو ہم نے قاتل پر غلبہ دیا ہے یعنی ولیٔ مقتول کو اختیار ہے کہ چاہے قاتل سے قصاص لے لے یا دیت لے لے یا معاف کر دے لیکن اس وارث کو چاہیئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے یعنی صرف قاتل ہی کو قتل کرے ایک کے بدلے میں دو کو قتل نہ کرے اور نہ مثلہ کرے اور نہ غیر قاتل کو قتل کرے بے شک اس ولیٔ مقتول کی ہماری طرف سے مدد ہوتی ہے مظلوم کی حق تعالےٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور حکام حکومت کو بھی حکم ہے کہ اسکی مدد کریں جہاں تک ممکن ہو مظلوم کا حق دلائیں

www.ahlehaq.org

رشوت اور سفارش سے کسی مظلوم کے دعوے کو خارج نہ کریں۔

حکم دہم، ممانعت از تصرف ناحق در مال یتیم

اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہتر اور یتیم کے لیے مفید اور نافع ہو یعنی اصلاح اور حفاظت کو ملحوظ رکھو خرد برد کی نیّت سے اس کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اس وقت اس کا مال اسکے حوالے کر دو۔

حکم یازدہم، ایفائے عہد

اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی بابت قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ عہد پورا کیا تھا یا توڑ ڈالا تھا سب سے پہلے عہد عہدِ اَلَسْت ہے اور اس کے بعد ایمان ہے کہ وہ بھی ایک قسم کا عہد ہے کہ اللہ کے اوامر کو بجا لاؤں گا اور منہیات کو ترک کر دوں گا اور نذر بھی ایک قسم کا عہد ہے اور مخلوق سے جو عہد کیا ہے اسے بھی پورا کرو بشرطیکہ وہ عہد شریعت کے مطابق ہو اور کسی معصیت پر وہ عہد نہ کیا ہو غرض یہ کہ لفظ عہد عام ہے خالق سے ہو یا مخلوق سے اس کا ایفاء واجب ہے۔

حکم دوازدہم، ایفائے کیل

اور جب دوسرے کے لیے ماپو تو پورا ماپو۔ مطلب یہ ہے کہ ناپ میں کمی نہ کرو اپنے لیے کم ماپنے میں کوئی حرج نہیں۔

حکم سیزدہم ایفائے وزن

اور جب دوسرے کے لیے وزن کرو تو سیدھی ترازو سے تولو جس میں کمی اور جھکاؤ نہ ہو یعنی پورا تولو یہی حکم یعنی پوری ناپ تول تمہارے لیے بہتر ہے خیانت میں برکت نہیں اور دنیا و آخرت میں انجام کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے اور بہت خوب ہے پورا تولنا اور پورا ناپنا دنیا ہی میں نیک نامی کا ذریعہ ہے۔

www.ahlehaq.org

حکم چہاردہم، عدم جواز عمل بر امر نامعلوم

یعنی جب تک کوئی بات پوری طرح معلوم نہ ہو جائے اس پر حکم لگانا جائز نہیں وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا اور جس بات کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ یعنی جس بات کی تجھے تحقیق اور خبر نہیں اس کے پیچھے نہ لگ بغیر سنے اور بغیر دیکھے اور بغیر سوچے سمجھے کوئی حکم نہ لگاؤ بے شک آنکھ، کان اور دل قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہو گی بندہ سے بھی ان اعضاء کے متعلق سوال ہو گا اور خود ان اعضاء سے بھی پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا سُنا اور کیوں سُنا اور کیا دیکھا اور کیوں دیکھا اور دل سے پوچھیں گے کہ تو نے کیا جانا اور کیوں جانا مطلب یہ ہے کہ جس بات کی تحقیق نہ ہو اس کے متعلق دعوٰی کر کے یوں نہ کہے کہ یوں ہے اور بے تحقیق گواہی نہ دے۔

حکم پانزدہم، ممانعت از رفتارِ تکبّر و تبختر

اور مت چل تو زمین پر اتراتا ہوا اور اکڑتا ہوا یعنی ایسی چال مت چل جس سے بڑائی اور فخر معلوم ہو بلکہ نرم رفتار چلیے جس سے تواضع معلوم ہو تحقیق تو اپنی اس مغرورانہ رفتار سے زمین کو ہرگز نہیں پھاڑ سکتا کہ سوراخ کر کے اسکی انتہا کو پہنچ جائے اور بلندی اور لمبائی میں ہرگز پہاڑوں کو نہیں پہنچ سکے گا مطلب یہ ہے کہ اس مغرورانہ رفتار سے سوائے حماقت کے کوئی فائدہ نہیں ایڑی کے بل چلنے سے تو زمین کو نہیں پھاڑ سکتا اور پنجوں کے بل چلنے سے پہاڑوں کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتا تمہارا یہ تکبّر نہ زمین برداشت کر سکتی ہے اور نہ پہاڑ برداشت کرتے ہیں پھر کیوں اکڑ کر چلتے ہو یہ سب ممنوعات ہیں جن سے ممانعت کی گئی ہے ان میں سے ہر ایک بُری بات ہے تیرے پروردگار کے نزدیک اور نہایت ناپسندیدہ ہے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا ذکر فرمایا وہ پچیس ہیں جن میں سے بعض مامورات ہیں اور بعض ممنوعات و منہیات ہیں یعنی بعض امور وہ ہیں جن کی بجا آوری کا اللہ نے حکم دیا اور بعض امور وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ ان سب کو شمار کر دیا جائے تاکہ سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسانی ہو۔

(اوّل) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (دوم) خالص اللہ کی عبادت کرو (سوم) غیر اللہ کی عبادت نہ کرو۔ (چہارم) والدین کے ساتھ احسان کرو (پنجم) والدین کے سامنے اُف نہ کرو (ششم) انکو نہ جھڑکو اور نہ ان کے سامنے آواز بلند کرو۔ (ہفتم) ان سے ادب سے بات کرو جس سے انکی تعظیم و تکریم نکلتی ہو۔

www.ahlehaq.org

(ہشتم) ان کے سامنے تواضع اور عاجزی سے پیش آؤ۔ (نہم) ان کے لیئے دعائے رحمت ومغفرت کرو (دہم) قرابتداروں کے حقوق ادا کرو (یازدہم) مسکین کا حق ادا کرو (دوازدھم) ابن السبیل کا حق ادا کرو۔ (سیزدھم) اسراف اور فضول خرچی سے بچو (چہاردھم) اہل حاجت اگر تم سے کچھ درخواست کریں تو جواب میں قَوْلًا مَّيْسُوْرًا یعنی نرم بات کہو۔ یعنی زبان سے کوئی سخت بات نہ نکالو جو ان کی دل آزاری کا سبب بنے (پانزدھم) اپنے ہاتھ کو گردن سے نہ باندھ لو یعنی بخیل نہ بن جاؤ (شازدھم) ہاتھ کو ایسا کشادہ نہ کرو کہ جوش میں آکر سب کچھ دے ڈالو اور پھر پچھتاؤ۔ (ہفتدھم) تنگ دستی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ (ہشتدھم) زنا اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔ (نوزدھم) کسی بے گناہ کو نہ قتل کرو (بستم) قتل اور قصاص میں حد سے تجاوز نہ کرو (بست ویکم) مال یتیم ناحق مت کھاؤ۔ (بست ودوم) عہد کو پورا کرو (بست وسوم) ناپ تول کو پورا کرو۔ (بست وچہارم) اس چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں (بست وپنجم) زمین پر اتراتے ہوتے اور اکڑتے ہوتے نہ چلو۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا

یہ ہے کچھ ایک جو وحی کیا تیرے رب نے تیری طرف عقل کے کاموں سے اور نہ

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا

ٹھہرا۔ اللہ کے سوا اور کی بندگی، پھر پڑے تو دوزخ میں، اولاہنا کھایا

مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ

دھکیلا: کیا تم کو چن کر دیتے تمہارے رب نے بیٹے اور آپ لیئے

الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع ۱۰ ۴۲

فرشتے بیٹیاں تم کہتے ہو بڑی بات

خاتمۂ کلام برتاکید احکام وتوحید خداوندنام

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ... اِلٰى ... اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝

یہ احکام مذکورہ خواہ اوامر ہوں یا نواہی منجملہ اس حکمت کے ہیں جو تیرے پروردگار نے تیری طرف وحی

www.ahlehaq.org

کی ہے یعنی اوپر کی آیات میں جو پُرمغز نصیحتیں اور ہدایتیں کی گئیں وہ من جملہ ان علم وحکمت کی باتوں کے ہیں جن کو عقلِ سلیم قبول کرتی ہے اور یہ تمام باتیں دیگر ادیان اور ملل میں چلی آتی ہیں ان میں نسخ ممکن نہیں انکی رعایت واجب ہے اس لیے کہ یہ تمام امور بلاشبہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال ہیں سراپا حکمت ہیں ان میں نسخ کی گنجائش نہیں اور چونکہ ان احکام میں دین ودنیا کی ساری خوبیاں موجود ہیں اس لیے ان کا خاتمہ بھی توحید ہی کے حکم پر کیا جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا پس اس شرک کی وجہ سے تجھ کو دوزخ میں ڈالا جائے۔ درآنحالیکہ تو ملامت کیا ہوا ہو اور تو اور خود تیرا نفس ہی تجھ کو ملامت کرے گا اور تو راندۂ رحمت خداوندی ہوگا پھر آئندہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عتاب فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں پس کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور خود اس نے اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالی ہیں اے مشرکین ذرا غور تو کرو بے شک تم بڑی بھاری بات کہتے ہو خدا تعالیٰ تو اولاد سے پاک ہے بیٹا اور بیٹی ہونا تو جسم مرکب ذی اجزاء کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسمیت اور ترکیب سے پاک اور منزہ ہے پھر تمہاری ایک حماقت یہ ہے کہ تم خدا پر اپنے کو فضیلت دیتے ہو اور اپنے لیے بیٹے ٹھہراتے ہو اور بیٹیاں جن سے تم نفرت اور کراہت کرتے ہو انکو خدا کی طرف نسبت کرتے ہو۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو بیان کرکے تاکید اور اہتمام کے لیئے یہ فرما دیا کہ یہ احکام بالاحکمت کی باتیں ہیں انکی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرنا اور ان احکامِ حکمت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے حکم سے اور شرک کی ممانعت سے شروع فرمایا اور اسی پر ختم فرمایا جس سے مقصود یہ ہے کہ یہی حکم اوّل ہے اور یہی حکم آخر ہے بغیر اس کے کوئی عمل قبول نہیں جہاں تک ممکن ہو کلمۂ توحید کو اپنا ورد بناؤ تاکہ تمہاری زندگی کا خاتمہ اسی پر ہو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ الواحِ تورات جو موسیٰ علیہ السّلام کو عطا ہوئی تھیں ان میں یہ تمام احکام حکمت مذکور تھے جن کا فاتحہ (آغاز) لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ سے ہوا اور ان کا خاتمہ بھی لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ پر ہوا۔

(السراج المنیر ص ۲۵۱ جلد ۲)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ

اور پھیر پھیر سمجھایا ہم نے اس قرآن میں تا وہ سوچیں

وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ

اور ان کو زیادہ ہوتا ہے وہی بدکنا کہہ اگر ہوتے

www.ahlehaq.org

مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا

اس کے ساتھ اور حاکم ، جیسا یہ بتاتے ہیں ، تو نکالتے تخت

اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ

کے صاحب کی طرف راہ وہ پاک ہے

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ

اوپر ہے ان کی باتوں سے بہت دور اس کو ستھرائی بولتے

السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ

ہیں آسمان ساتوں اور زمین ، اور جو کوئی ان میں ہے اور

مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اسکی ، لیکن تم نہیں سمجھتے اُن کا

تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا

پڑھنا بے شک وہ ہے تحمل والا بخشتا اور جب

قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا

تو پڑھتا ہے قرآن ، کر دیتے ہیں ہم بیچ میں تیرے ، اور ان لوگوں کے جو نہیں

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا

مانتے پچھلا گھر ، ایک پردہ ڈھانکا اور رکھے ہیں

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِىْٓ اٰذَانِهِمْ

اُن کے دلوں پر اوٹ ، کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ

وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا

اور جب مذکور کرتا ہے تو قرآن میں اپنے رب کا اکیلا کر کر ،

www.ahlehaq.org

عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ

بھاگتے ہیں اپنی پیٹھ پر بدک کر ہم خوب جانتے ہیں جیسا وہ سنتے ہیں

بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ

جس وقت کان رکھتے ہیں تیری طرف، اور جب وہ مشورہ کرتے ہیں، جب کہتے ہیں

الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ

بے انصاف، جس کے کہے پر چلتے ہو نہیں وہ مگر ایک مرد جادو مارا دیکھ!

كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

کیسی بٹھاتے ہیں تجھ پر کہاوتیں، اور بہکتے ہیں، سو راہ نہیں

سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

پا سکتے

تاکیدِ توحید وبیان حال مُنکرین نبوّت

قال اللّٰہ تعالیٰ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا... اِلیٰ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝

(ربط) گزشتہ آیات میں سب سے اہم اور اعظم حکم توحید کا تھا اب ان آیات میں اسکی تاکید اور تائید کے لیے ابطال شرک پر ایک دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں بعد ازاں ان مشرکین نبوت کا حال بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اس درجہ سنگ دل ہو چکے ہیں کہ جب قرآن میں توحید کے مضامین سنتے ہیں تو انکی وحشت اور نفرت میں اور زیادتی ہو جاتی ہے اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے تذکّر کے لیے نازل کیا تھا مگر یہ نادان بوجہ عدم تدبّر کے تنفر اور تمسخر کی حد میں داخل ہو گئے ہیں یہ ضد اور عناد کی انتہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں علم وحکمت کی اور موعظت ونصیحت کی باتوں کو پھیر پھیر کر طرح طرح سے بیان کیا تاکہ نصیحت پکڑیں اور علم وحکمت کی باتوں کا مقتضا تو یہ ہے کہ وہ ایک ہی دفعہ سن کر اس قرآن کے عاشق اور دلدادہ ہو جاتے لیکن افسوس انکی عقل پر کہ باوجود اسکے نہیں زیادہ کرتا یہ قرآن ان کے حق میں مگر نفرت کو بجائے اس کے کہ نصیحت قبول کرتے مگر اور زیادہ بدکنے لگے اور وحشت کھا کر بھاگنے

www.ahlehaq.org

لگے خوب سمجھ لو کہ جس کو علم و حکمت کی باتوں سے وحشت اور نفرت ہوتی ہو یہی اس کی کمال حماقت کی دلیل ہے آپ ان مشرکین سے کہہ دیجیئے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جو الوہیّت میں اس کے شریک ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس صورت میں یہ دوسرے معبود اگر کچھ قدرت رکھتے تو ضرور مالک عرش کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھائی کی راہ ڈھونڈتے اور اس کے ساتھ لڑائی کر کے اس کو مغلوب کر دیتے اور اس کا ملک چھین لیتے اور اسکی سلطنت کا تختہ الٹ دیتے جیسا کہ عموماً دنیا کے بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ کسی کا محکوم اور ماتحت رہنا یا کسی کا ہم پلہ ہونا پسند نہیں کرتے مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو وہ ضرور مالک عرش سے یعنی اللہ تعالیٰ سے جدال و قتال کرتے جیسا کہ دنیا کے بادشاہوں میں ہوا کرتا ہے اور جدال و قتال کی صورت میں ظاہر ہے کہ کوئی غالب ہوتا اور کوئی مغلوب اور مغلوبیت شان الوہیّت کے بالکل منافی ہے اور مغلوب اور عاجز کو معبود بنانا پرلے درجے کی حماقت ہے پس جو مغلوب ہوتا وہ خدا نہ ہوتا بلکہ جو غالب ہوتا وہی خدا ہوتا پھر توحید ہو جاتی اور اگر بالفرض مقابلہ میں سب برابر رہتے تو کوئی بھی خدا نہ رہتا اس لیئے کہ خدائے برحق وہ ہے کہ جو بے مثل اور یکتا اور باہمتا ہو اور کوئی اس کا مثل اور ہمسر اور برابر نہ ہو کیونکہ مماثلت یعنی برابری اور ہمسری ایک قسم کا عیب ہے اور خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہو اس آیت میں برہان تمانع کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کی تفسیر میں آتے گی یعنی اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور چند خدا ہوتے تو زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جاتے یعنی یہ نظام عالم درہم برہم ہو جاتا پس جب نہ کوئی مقابلہ ہے اور نہ کوئی منازعت ہے اور نہ کوئی برابری اور ہمسری ہے تو معلوم ہوا کہ وہ خداوند بالا و پست ایک ہی ہے وہ ذات والا صفات پاک اور منزّہ ہے اس سے کہ کوئی اس کا شریک اور اس کا ہمسر اور اس کا مقابل ہو اور وہ بلند اور برتر ہے ان باتوں سے جو یہ ظالم اس کے بارہ میں کہتے ہیں بہت زیادہ بلندی اور برتری جہاں وہم و خیال کی بھی رسائی نہیں اس کی بارگاہ عالی میں منازعت اور مقابلہ کا تصور بھی ممکن نہیں اب آگے فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق اللہ ہی کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے سات آسمان اور زمین اور جو کوئی فرشتہ اور جن اور انس ان میں ہے سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور انہی پر کیا انحصار ہے کوئی شئے بھی ایسی نہیں کہ جو خدا کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو یعنی ہر چیز سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ پڑھتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں وہ عالم ہی دوسرا ہے تم تو صرف اس جہان کی چیزوں کی تسبیح کو سنتے ہو اور سمجھتے ہو جو تمہاری بولی میں ہوں اللہ تعالیٰ نے نباتات اور جمادات میں بھی ایک قسم کا علم اور شعور رکھا ہے جس کے ادراک سے ہماری عقلیں قاصر ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کی خبر کے مطابق اس پر ایمان لانا چاہیئے اور اس کے علم کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیئے پہاڑوں کا اور پرندوں کا داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنا قرآن کریم میں مذکور ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۝

www.ahlehaq.org

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے اور ابوذرؓ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اپنی مٹھی مبارک میں لے لیں مجلس میں ان کی تسبیح سنی گئی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز ہوتی ہے اور پھر ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے ہاتھوں میں سنی گئی حاضرین مجلس کا سنگریزوں کی تسبیح کو اپنے کانوں سے سننا بطور خرق عادت تھا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے معجزہ تھا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے اعتبار سے کرامت تھی اور کرامت میں عموم نہیں ہوتا ایسے خوارق کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے۔

مسئلہ تسبیح نباتات وجمادات کے بارہ میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ زندہ چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لکڑی اور شاخ جب تک درخت پر رہے اس وقت تک تسبیح کرتی ہے اور شاخیں اور پتے درخت سے علیحدہ ہونے کے بعد تسبیح نہیں کرتے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان اسکی تسبیح کرتی ہے جیسا کہ ستون حنانہ کی روایت مشہور اور متواتر ہے اور تمام صحاح میں مذکور ہے اور آیات اور احادیث کے عموم سے بھی قول راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمادات اور نباتات بولتے ہیں اور بزبانِ قالُ اَللّٰہ کی تسبیح کرتے ہیں جو عام طور سنائی نہیں دیتی مگر کبھی بطور خرق عادت اور بطریق کرامت سنی بھی گئی ہے جیسا کہ گزرا اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق اپنی اپنی زبان میں اسکی تسبیح بیان کرتی ہے جو اسکی زبان کو نہیں سمجھتا وہ اس کی تسبیح کو کیا سمجھے۔

بذکرش ہرچہ بینی در خروش است ⁘ ولے داند دریں معنی کہ گوش است
نہ بلبل برگلش تسبیح خوان است ⁘ کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانست

اور جو بے خبر ہے وہ ان آیات اور احادیث میں تاویل کرتا ہے۔

چوں ندارد جان توقندیلہا ⁘ بہر بینش کردۂ تاویلہا۔

بے شک خدا تعالیٰ بڑا بردبار اور آمرزگار ہے گستاخانہ کلمات پر فوراً نہیں پکڑتا اور توبہ کرنے والے کو معاف کر دیتا ہے۔

ہیں مشو مغرور بر حلم خدا ⁘ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

یہاں تک تو مشرکین کی توحید اور قرآن سے نفرت اور وحشت کو بیان فرمایا اب آئندہ آیت میں بھی ان کی نفرت اور ان کے استہزاء اور عیب جوئی کو بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی جب آپؐ بغرض دعوت و تبلیغ ان کے سامنے قرآن پڑھتے ہیں تو ہم تیرے درمیان جو اس عالم دنیا کے علاوہ عالم آخرت کو نہیں مانتے ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں کہ آپؐ جو کچھ پڑھتے ہیں یا کہتے ہیں وہ ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا اور وہ حجاب (پردہ) حق اور ہدایت کے لیے ساتر بھی ہے اور مستور بھی ہے یعنی ایسا پوشیدہ ہے کہ وہ کسی کو بھی نظر نہیں آتا وہ عجیب پردہ ہے کہ کافروں اور ان کی ہدایت کے درمیان حائل ہے اور وہ ایسا پوشیدہ ہے کہ عام نظریں اسکو دیکھ نہیں سکتیں۔

www.ahlehaq.org

مطلب یہ ہے کہ قرآن تو آفتاب کی طرح روشن ہے لیکن ان لوگوں کی آنکھوں پر عناد کا پردہ پڑا ہوا ہے اور پردہ کے علاوہ یہ لوگ اندر سے حق سے آنکھیں بھی بند کیئے ہوتے ہیں اور گمراہی کی اندھیری کوٹھڑی میں دروازے بند کیے بیٹھے ہوتے ہیں تو آفتاب ہدایت کی روشنی انکو کس طرح پہنچے ۔ اگر ان لوگوں کو آخرت کا یقین ہوتا اور انجام کی فکر ہوتی تو دیکھنے کی کوشش کرتے ان لوگوں کی دنیا کے لیے تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور آخرت سے بند کیئے بیٹھے ہیں اور منجانب اللہ یہ پردہ انکی نفرت اور وحشت کی سزا ہے یعنی انکے تنفر اور تمسخر کی سزامیں انکے اور ہدایت کے درمیان ڈال دیا گیا تاکہ ہدایت ان کے دلوں تک نہ پہنچ سکے اور بعض مفسرین نے اس آیت کی دوسری تفسیر کی ہے وہ یہ کہ اے نبیؐ جب آپؐ قرآن پڑھتے ہیں تو بعض کافر آپؐ کی قرأت سن کر آپؐ کو ستانے اور مارنے کے لیے آپؐ کے پاس جاتے ہیں تو حق تعالیٰ آپؐ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتا ہے اور وہ آپؐ کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب سورۃ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ایک پتھر لے کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے ارادہ سے آئی اس وقت ابوبکرؓ آپؐ کے پاس موجود تھے اس نے ہر چند ادھر ادھر دیکھا مگر آنحضرت اس کو نظر نہ آتے ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ مردار آئی ہے اور پتھر اس کے ہاتھ میں ہے ایسا نہ ہو کہ آپؐ کو دیکھے اور یہ پتھر آپؐ کے مارے آپؐ نے فرمایا یہ مجھے نہیں دیکھے گی ۔ میرے اور اسکے درمیان ایک فرشتہ حائل ہو گیا ہے پس یہ آیت ان خاص کافروں کے لیے نازل ہوئی جو آنحضرتؐ کا قرآن سن کر آپؐ کو ستانے آپؐ کے پاس جاتے تھے مگر وہ آپؐ کو دیکھ نہیں سکتے تھے اللہ تعالیٰ آپؐ کو انکی نظروں سے پوشیدہ رکھتا — اس قول کی بنا پر یہ آیت تو خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو گی اور آئندہ آنے والی آیت یعنی وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً تمام کافروں کے حق میں ہو گی اور پہلے قول کی بنا پر آنے والی آیت گذشتہ آیت کی تفسیر ہو گی اور مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے ان کافروں کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بڑی گراں بار ڈاٹ لگا رکھی ہے کہ وہ حق کو نہ سن سکیں کیونکہ الفاظ قرآنی اگر کسی طرح کان میں پہنچ جائیں تو اس بات کا امکان ہے کہ انکے الفاظ کے معنی انکے دلوں میں پہنچ جائیں اور منشاء خداوندی یہ ہے کہ یہ مسخرے نور ہدایت سے فیض یاب نہ ہوں اس لیے آنکھوں اور دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ لگا دی اور یہ اس کے مستحق ہیں کیونکہ انکی وحشت و نفرت کا یہ حال ہے کہ جب آپؐ قرآن میں صرف اپنے یکتا پروردگار کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی وحدانیت کے دلائل اور براہین بیان کرتے ہیں مثلاً لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہیں یا آیات توحید پڑھتے ہیں تو نفرت سے پشت پھیر کر بھاگ جاتے ہیں یعنی قرآن کو سن کر وحشیانہ طریق سے بھاگتے ہیں کہ کہیں کوئی بات کان میں نہ پڑ جائے خدا وحدہٗ لاشریک کے ذکر سے بدکتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں ہاں اگر کسی طرح سے ان کے بتوں کا تذکرہ آجائے تو بہت خوش ہوتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

www.ahlehaq.org

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ

ہم خوب جانتے ہیں کہ جس غرض اور جس نیّت سے وہ قرآن سنتے ہیں جب وہ تیری طرف کان لگاتے ہیں یعنی ہمیں معلوم ہے کہ اگر کسی وقت یہ لوگ آپؐ کا قرآن سنتے ہیں تو بغرض استہزاء وعیب جوئی سنتے ہیں تاکہ اس میں کوئی عیب نکال سکیں اور ہم خوب جانتے ہیں اس وقت کو جب کہ یہ لوگ آپؐ کے بارہ میں اور قرآن کے بارہ میں سرگوشی کرتے ہیں یعنی باہم مشورہ کرتے ہیں کہ کس طرح لوگوں کے دلوں میں سے قرآن کے اعتقاد اور میلان کو دور کریں جب یہ ظالم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ نہیں پیروی کرتے ہو تم مگر ایسے شخص کی جس پر جادو کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اسکی عقل زائل ہو گئی ہے یعنی کافر مسلمانوں کو حضور پُرنورؐ سے برگشتہ کرنے کے لیے یہ کہتے تھے کہ تم ایسے شخص کے تابع دار بن گئے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور جادو سے اسکی عقل مغلوب ہو گئی ہے اس لیے یہ عجیب عجیب باتیں کرتا ہے دیکھ لیجئے کہ ان گمراہوں نے تیرے لیے کیسی کہاوتیں بنائیں اور تجھ پر کیسی کیسی پھبتیاں اڑائیں کسی نے ساحر کہا کسی نے شاعر۔ کسی نے کاہن اور کسی نے مجنون جس وقت جو منہ میں آیا بک دیا پس ان بے سروپا باتوں کے کہنے سے خود گمراہ ہوتے کہ علم وحکمت اور نصیحت اور موعظت کی باتوں کو سحر اور جنون بتلانے لگے حالانکہ جو علوم ومعارف آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے نکل رہے ہیں اور جن کو یہ اپنے کانوں سے سن رہے ہیں یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں جو کچھ بول رہے ہیں وہ اللہ کی تعلیم اور القاء سے بول رہے ہیں مگر چونکہ ان لوگوں کا عناد حد سے گذر چکا ہے اس لیے یہ لوگ اب راہِ راست کو نہیں پا سکتے جب تک ضد اور عناد کی پٹی آنکھوں پر بندھی رہے گی اس وقت تک راہِ راست کا نظر آنا ممکن نہیں۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا

اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چورا؟ کیا ہم

لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً

پھر اٹھیں گے نئے بن کر تو کہہ، تم ہو جاؤ پتھر،

اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ

یا لوہا یا کوئی خلقت جو مشکل لگے تمہارے جی میں

فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ

پھر اب کہیں گے، کون لوٹائے گا ہم کو؟ کہہ جس نے بنایا تم کو پہلی بار

www.ahlehaq.org

مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

پھر اب ہلاویں گے تیری طرف اپنے سر، اور کہیں گے کب ہے

هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ

وہ تو کہہ شاید نزدیک ہی ہو گا جس دن تم کو پکارے گا

فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا

پھر چلے آؤ گے سراہتے اسکو اور اٹکلو گے (گمان کرو گے) کہ دیر نہیں لگی تم کو مگر

قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع ۵ ۱۲ ۵

تھوڑی

اثبات معاد

قال اللہ تعالیٰ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا اِلٰی اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا

(ربط) گزشتہ آیات میں الٰہیات اور نبوات کے متعلق کلام فرمایا اب ان آیات میں منکرین قیامت کا ایک شبہ نقل کر کے اسکا جواب دیتے ہیں منکرین قیامت یہ کہا کرتے تھے کہ جب آدمی مر جائے گا اور گوشت پوست اس کا گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو پھر وہ کیسے زندہ ہو گا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ یہ تو بہت آسان ہے جس خدا نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اس خدا کو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

مرنے کے بعد تمہارے اجزاء خواہ ہوا میں اڑ جائیں یا آگ میں جل جائیں یا مٹی میں مل جائیں اللہ تعالیٰ کے خزانۂ علم اور احاطۂ قدرت سے باہر نہیں جا سکتے جس قادر مطلق نے پہلی مرتبہ تمہارے بدن کے اجزاء منفرد کو جمع کر کے یعنی نطفہ سے تمہارا پتلہ تیار کیا وہ دوبارہ ان اجزاء منفرد کو جمع کر کے تمہارا پتلا تیار کرنے پر قادر ہے۔

قطرۂ کو در ہوا شدیا کہ ریخت ❊ از خزینہ قدرت تو کے گریخت

اور جب وہ اس دلیل قطعی سے لاجواب ہوتے ہیں تو سر ہلا کر پوچھتے ہیں مَتٰى هُوَ اچھا پھر وہ قیامت کب آئے گی اس کا جواب یوں دیا گیا کہ عنقریب آنے والی ہے مگر اس کے آنے کا وقت نہیں

www.ahlehaq.org

بتایا گیا چنانچہ فرماتے ہیں اور جس طرح یہ لوگ قرآن اور نبی سے نفور اور بیزار ہیں اور اس کا تمسخر کرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور بطور استہزاء و تمسخر یہ کہتے ہیں کہ بھلا جب ہم مرنے کے بعد ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مطلب یہ ہے کہ اس منکر کا یہ کہنا کہ مرنے پیچھے زندہ ہو گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص مسحور ہے اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے اسکی عقل جاتی رہی اے نبی آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم ہڈیوں کی دوبارہ زندگی کو بعید از عقل سمجھتے ہو اچھا تم سختی میں پتھر اور قوت اور وزن میں لوہا بن جاؤ جن میں حیات کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں یا کوئی اور مخلوق ہو جاؤ جو تم کو ہاتھ کے دبانے سے بڑی معلوم ہو تب بھی تم ضرور زندہ کیے جاؤ گے مطلب یہ ہے کہ تم ہڈیوں کو دوبارہ جوڑنے اور زندہ کرنے کو بعید از عقل سمجھتے ہو حالانکہ وہ ایک عرصہ دراز تک محلِ حیات رہ چکی ہیں پس اگر بالفرض تم پتھر یا لوہا وغیرہ جن کو دنیا میں روح اور حیات سے تعلق نہیں اگر ہو سکتے ہو تو ہو جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تم کو دوبارہ زندہ کرے گا جس خدا نے پہلی بار ہڈیوں میں حیات پیدا کی اسے ان میں دوبارہ حیات پیدا کرنا کیا مشکل ہے تم جو چاہو ہو جاؤ ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے پس قریب ہے کہ یہ سن کر وہ یہ کہیں گے کہ مرنے کے بعد ہم کو دوبارہ کون پیدا کرے گا آپ جواب میں کہہ دیجیے وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا وہ تمہارے دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا اس کی قدرت کاملہ جیسے پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہے اور تمہاری فطرت اور قابلیت اور صلاحیت بھی ویسی جیسے پہلے تھی اللہ کی قدرت کے اعتبار سے گوشت اور پوست اور لوہا اور پتھر اور ماضی اور حال اور استقبال سب برابر ہیں پس اس پر یہ لوگ استہزاء اور تمسخر سے تیری طرف اپنے سر مٹکائیں گے اور سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ اچھا یہ بتایئے کہ یہ دوبارہ زندہ ہونا کب ہو گا آپ کہہ دیجیے کہ شاید وہ قریب ہی ہو اس کو دور نہ سمجھو دنیا بھی چند روزہ ہے اور تمہاری زندگی بھی چند روزہ ہے جب انسان مر گیا تو اس کی قیامت تو آ گئی اور اس نے اپنی قیامت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی خوب سمجھ لو کہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے پہلے ہی سے اسکی فکر کر لو اور یہ واقعہ اس روز ہو گا جس دن اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری قبروں میں سے زندہ کر کے نکالے گا اور میدانِ حشر کی طرف تم کو پکارے گا اور بلائے گا تو تم اس آواز کو سنتے ہی اضطراری طور پر خدا کی حمد و ثناء کرتے ہوئے میدانِ حشر میں جمع ہو جاؤ گے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہو گی اور جس چیز کو اِس وقت محال بتا رہے ہو اُس وقت اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لو گے۔

سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ لوگ قبروں سے سبحانك اللّٰهم وبحمدك کہتے ہوئے نکلیں گے مگر کافر کو اس حمد و ثناء سے کوئی فائدہ نہ ہو گا اس لیے اس کا یہ کہنا اضطراری طور پر جبراً و قہراً ہو گا اور گمان کرو گے کہ ہم نہیں ٹھہرے دنیا میں یا قبر میں مگر بہت تھوڑا اور حیران اور پریشان

www.ahlehaq.org

ہو کر باہم گفتگو کریں گے کہ ہم دنیا میں کس قدر ٹھہرے یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ مجرمین قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک ساعت سے زیادہ نہیں ٹھہرے پس عقلمند کو چاہیئے کہ اس تھوڑی سی زندگی کو اس دائمی زندگی کے لیے صرف کرے تاکہ اس دن حسرت اور ندامت کی ذلت میں مبتلا نہ ہو۔

بدنیا توانی کہ عقبیٰ خری — بخرجانِ من ورنہ حسرت بری
کسے گوئے دولت زدنیا ببرد — کہ باخود نصیبے بہ عقبیٰ سپرد

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ

اور کہہ دے میرے بندوں کو، بات وہی کہیں جو بہتر ہو

اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ

شیطان جھڑ پیوانا ہے آپس میں شیطان ہے انسان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ

کا بے شک دشمن صریح تمہارا رب بہتر جانتا ہے تم کو اگر

يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم کو مار (سزا) دے اور تجھ کو نہیں بھیجا

عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

ہم نے اُن پر ذمہ لینے والا اور تیرا رب بہتر جانتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ

اور زمین میں اور ہم نے زیادہ کیا ہے بعضے نبیوں کو بعضوں سے

وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

اور دی، ہم نے داؤد کو زبور کہہ، پکارو جن کو سمجھتے ہو

www.ahlehaq.org

مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا

سوا اسکے، سو نہیں اختیار رکھتے کہ تکلیف کھول دیں تم سے، نہ

تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى

بدل دیں وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں، ڈھونڈتے ہیں اپنے

رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ

رب تک وسیلہ، کہ کون بندہ بہت نزدیک ہے اور اُمید رکھتے ہیں اسکی مہر کی اور

يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

ڈرتے ہیں اسکی مار سے بے شک تیرے رب کی مار ڈرنے کی چیز ہے

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اور کوئی بستی نہیں، جس کو ہم نہ کھپاویں گے قیامت سے پہلے

اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ

یا آفت ڈالیں گے اس پر سخت آفت یہ ہے کتاب میں

مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ

لکھا گیا اور ہم نے اس سے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ

كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اگلوں نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی سوجھانے کو

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ

پھر اس کا حق نہ مانا اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو اور جب

قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا

کہہ دیا ہم نے تجھ سے، کہ تیرے رب نے گھیر لیا لوگوں کو اور وہ دکھاوا جو تجھ کو دکھایا

www.ahlehaq.org

الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ

ہم نے ، سو جانچنے کو لوگوں کے ، اور وہ درخت جس پر پھٹکار ہے

فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا

قرآن میں اور ہم ان کو ڈراتے ہیں ، تو اُن کو زیادہ ہوتی ہے

كَبِيْرًا ع (۶۰)

بڑی شرارت

تلقین حسن خطاب با اہل کتاب و جوابات از شبہات مشرکین

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلیٰ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا

(ربط) توحید اور قیامت کی حقانیت پر دلائل قائم کر کے مسلمانوں کو تعلیم فرماتے ہیں کہ مخالفین سے جب بحث کی نوبت آئے تو الفاظ نرم ہونے چاہئیں کیونکہ سختی سے بسا اوقات سب وشتم کی نوبت آجاتی ہے اور شیطان باہمی نفرت اور عداوت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور مخالف ضد پر اتر آتا ہے ایسی حالت میں دعوت وتبلیغ بے سود ہو جاتی ہے بعد ازاں مشرکین کے چند شبہات کے جوابات دیئے جو نہایت نرم ہیں اور باوجود نرم ہونے کے نہایت محکم ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبیؐ! میرے بندوں یعنی مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ کافروں سے بات چیت کریں تو وہ بات کہیں جو بہت اچھی ہو کفار اگر سخت کلامی کریں تو ان کا جواب نرمی سے دو بے شک شیطان سخت بات زبان سے نکال کر لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے تو اندیشہ ہے کہ سختی کا جواب سختی سے دینے میں جھگڑا بڑھ جائے گا بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ہرگز اسکی بھلائی نہیں چاہتا حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں شروع شروع میں مسلمان کافروں کو لعن طعن کیا کرتے تھے لہٰذا فتنہ اور فساد بڑھتا تھا اور عداوت کی بیخ مضبوط ہوتی تھی اور یہ اسلام کی ترقی میں حرج پیدا کرتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی چونکہ یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل کی ہے جو مکہ میں نازل ہوئی اس لیے بلحاظ وقتِ نزول اس آیت میں عبادی سے خصوصیت کے ساتھ مہاجرین اولین مراد ہیں جو کفار قریش سے مجادلہ اور مخاصمہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے لفظ عباد کو یاء کی طرف مضاف کر کے عبادی فرمایا یعنی میرے خاص بندے اس میں لطف وکرمِ خاص ہے مہاجرین اولین کے ساتھ جس کے وہ مورد بنائے گئے وھو المقصود (حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام کا ترجمہ

www.ahlehaq.org

ختم ہوا) (ازالۃ الخفاء)

پس اے میرے خاص بندو! تمہیں کافروں کی دعوت اور نصیحت میں شدّت وخشونت یعنی سختی کی ضرورت نہیں اس لیے کہ تمہارا پروردگار تم کو خوب جانتا ہے ہر ایک کی صلاحیت اور استعداد کو اور ہر ایک کے انجام کو خوب جانتا ہے اور اپنی مخلوق کا مختار ہے جو چاہے کرے وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے اور بغیر ناصح کی شدت اور خشونت ہی کے ہدایت دیدے یا اگر چاہے تو تم کو عذاب دے کہ باوجود ناصح کی شدت اور خشونت کے اسکو ہدایت نہ دے اور عذاب دنیاوی یا اُخروی سے اسے ہلاک کرے مطلب یہ ہے کہ مشیّت خداوندی تم سے پوشیدہ اور مستور ہے اور آپؐ کو اور کسی کو اس کا انجام معلوم نہیں اور ان کی ہدایت آپؐ کے ذمہ نہیں خدا جس کو چاہے گمراہ کرکے عذاب دے اور جس کو چاہے ہدایت دے اور اے نبیؐ! ہم نے تجھ کو ان پر داروغہ بناکر نہیں بھیجا، ہم نے آپ کو بشیر ونذیر بناکر بھیجا ہے جو آپ کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو آپ کی نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا آپؐ کا کام یہ ہے کہ ملاطفت اور نرمی سے انکو تبلیغ اور دعوت اور نصیحت کرتے رہیئے اور آپؐ اِن پر نگہبان نہیں لہٰذا سختی اور درشتی بے کار ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "مذاکرہ میں حق والا جھنجھلانے لگتا ہے اور دوسرا صریح حق کو نہیں مانتا سو فرمادیا کہ تم ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں اللہ بہتر جانتا ہے جس کو چاہے وہ سمجھادے"

(موضح القرآن)

یعنی پیغمبر کا کام یہ ہے کہ اللہ کا پیغام پہنچادے پھر جو کوئی مانے تو اس کا بھلا ہے اور جو نہ مانے اس کا بُرا ہے سختی کرنی بے سود ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ دعوت اور نصیحت میں نرمی اور حسن اخلاق کو ملحوظ رکھیں اور کسی کو دوزخی اور جہنمی نہ کہیں کیونکہ خاتمہ کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ایمان پر ہوگا کہ کفر پر۔

اب آئندہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں کہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے ہر ایک کا حال اور مآل جانتا ہے اور جو بات جس کے حق میں مصلحت ہے یا مفسدہ ہے سب جانتا ہے اس لیے لوگوں کو اخلاق اور اعمال اور مال ومنال اور حسن وجمال کے اعتبار سے مختلف بنایا اور اس اختلاف اور تفاوت کو باہمی تمایز کا ذریعہ بنایا وہ اپنے علم اور حکمت کے مطابق جس کو چاہتا ہے اپنی نبوت ورسالت کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اور بعض کو بعض پر فضیلت دیتا ہے اور البتہ تحقیق ہم نے اپنے اسی علم کے موافق بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت دی جس کے لیے جو فضیلت چاہی وہ اسکو عنایت کی ابراہیم علیہ السّلام کو خلّت اور موسیٰ علیہ السّلام کو مکالمت عطا کی اور عیسیٰ علیہ السّلام کو احیاء موتیٰ اور ابرء اکمہ وابرص جیسے معجزات عطا کیے اور داؤد علیہ السّلام کو ہم نے زبور عطا کی جو حکمت اور فصل خطاب پر مشتمل تھی اور یہ عطاء زبور ان کی فضیلت کا ذریعہ بنی حالانکہ داؤد

www.ahlehaq.org

علیہ السّلام سب بھائیوں میں پست قد اور لوگوں کی نظروں میں حقیر و فقیر تھے مگر اللہ نے انکو یہ فضیلت بخشی کہ نبوت و رسالت بھی عطا کی اور اس کے ساتھ بادشاہت بھی عطا کی تاکہ سلطنت نبوت و رسالت کا معین و مددگار اور خدمت گزار ہو غرض یہ کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینا یہ حق تعالیٰ کی سنت قدیم ہے کوئی بدعت نہیں حق تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ پس اگر ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت عطاء کی اور آپؐ کو جملہ انبیاء پر فضیلت دی اور ان پر قرآن عظیم اتارا تو اس میں استبعاد اور انکار کی کون سی بات ہے اس آیت میں قریش کے تعجّب کا جواب دیا گیا جو یہ کہتے تھے کہ سارے عرب میں خدا کو رسُول بنانے کے لیے ابو طالب کا یتیم ہی پسند آیا اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ بزرگی کا دارو مدار مال و دولت پر نہیں بلکہ خداداد فضائلِ و شمائل پر ہے جیسا کہ انجیل میں ہے کہ "جس پتھر کو معماروں نے خراب جان کر پھینک دیا وہی محل کا کنگرہ اور سِرا ہوا"

نکتہ اور زبور کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ اس سے آپؐ کی اور آپؐ کی امت کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح داؤد علیہ السّلام نبوت و رسالت کے ساتھ صاحب سلطنت عظیم بھی تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپؐ کی نبوت و رسالت کے ساتھ سلطنتِ عظیم بھی عطا فرمائے گا اور داؤد علیہ السّلام کی طرح آپؐ بھی صاحب جہاد ہوں گے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق حدیث میں آیا ہے کان لا یفر اذا لاقی یعنی داؤد علیہ السّلام جہاد میں کبھی پیچھے نہ ہٹتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نبوت اور بادشاہت کو ایک کمیل میں جمع کرے گا اور پھر آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ سرزمین شام و فارس کے وارث اور حکمران ہوں گے جیسا کہ قرآنِ کریم میں اسکی خبر دیگئی وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔

چنانچہ بہ وعدۂ خداوندی صحابہ کرام زمینِ ایران و شام کے وارث ہوئے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافت اور بادشاہت سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت اور بادشاہت کا نمونہ بنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اگرچہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرح نبی نہ تھے لیکن بلاشبہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ ولی بادشاہ تھے۔ داؤد علیہ السّلام کی گدڑی میں نبوت اور خلافت جمع تھی اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے کمبل میں ولایت اور خلافت جمع تھی اور جس کمبل میں ولایت اور بادشاہت دونوں جمع ہو جائیں تو اسی کا نام خلافت راشدہ ہے اور جو فرماں روا فضائل و شمائل میں نبی کا نمونہ اور ہمرنگ ہو تو وہ خلیفۂ راشد ہے۔

اے وصف تو در کتاب موسیٰؑ ∴ ولے وصف وے در زبور داؤدؑ
مقصود توئی ز آفرینش ∴ باقی بہ طفیل تست موجود

مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام جن کو اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کے فضائل و شمائل سے عزت بخشی وہ سب اللہ کے عبادت گزار بندے تھے تم کو چاہیئے کہ انکے نقشِ قدم پر چلو اور ان کو خدا کا برگزیدہ بندہ

www.ahlehaq.org

جانو نہ کہ معبود اس لیے آئندہ آیات میں پھر توحید کا مضمون ذکر فرماتے ہیں۔

رجوع بسوئے ابطال شرک

مشرکین دلائل توحید سن کر اپنے معبودوں کے فضائل بیان کرتے اور کہتے کہ وہ یہ کر سکتے ہیں اور یہ کر سکتے ہیں حق تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اے نبی! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود قرار دیتے ہوئے ہو جیسے ملائکہ اور جنات ذرا انکو اپنی کسی تکلیف کو دور کرنے کے لیے پکارو تو سہی دیکھیں تو وہ تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں پس خوب سمجھ لو کہ وہ تم سے کسی تکلیف کے دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس میں کسی تغیر و تبدل کا اختیار رکھتے ہیں کہ تم سے بلا کو ٹال کر کسی دوسرے پر ڈال سکیں پس جن کو اتنی بھی قدرت نہیں تو پھر کیوں تم انکو معبود ٹھہراتے ہو اس آیت میں اشارہ اس طرف ہے کہ اہل مکہ جس قحط شدید میں تم اس وقت مبتلا ہو تمہارے یہ معبود اس کو دور نہیں کر سکتے اور معبود برحق وہ ہے کہ جو ایصال منفعت اور دفع مضرت پر اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیرنے پر قادر ہو اور جن کو تم معبود سمجھتے ہو وہ اس بات پر قادر نہیں معلوم ہوا کہ وہ معبود برحق نہیں اب آئندہ آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ جن کو تم معبود سمجھے ہوتے ہو وہ خود خدا کے عبادت گزار بندے ہیں اور اسکی رحمت کے امیدوار ہیں اسکے قہر سے ڈرنے والے ہیں پھر کہاں سے خدا ہوتے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ گروہِ ملائکہ و جنات جن کو مشرکین معبود اور مستعان سمجھ کر اپنی حاجتوں کے لیے پکارتے ہیں انکا حال خود یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ڈھونڈھتے ہیں جیسے عیسےٰ و عُزیر علیہم السّلام اور ملائکہ کرام سب اللہ کی اطاعت اور عبادت میں مشغول ہیں اور اسی فکر میں ہیں کہ ان میں سے کون خدا کے زیادہ نزدیک[1] تر اور مقرب بنتا ہے یعنی جن ہستیوں کو تم معبود سمجھ کر پکارتے ہو وہ طاعت

[1] قال ابن الجوزی فی قولہٖ تعالیٰ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ قولان ذکرھما الزجاج احدھما ان یکون ایھم مرفوعا بالابتداء وخبرہٗ اقرب ویکون المعنی یطلبون الوسیلۃ الیٰ ربھم ینظرون ایھم اقرب الیہ فیتوسلون الی اللّٰہ بہ (والثانی) ان یکون ایھم اقرب بدلاً من الواو فی ویبتغون فیکون المعنی یبتغی ایھم اقرب الوسیلۃ الی اللّٰہ ای یتقرب الیہ بالعمل الصالح انتھیٰ کلامہ (زاد المسیر ص ۸۰ ج ۵)۔

نجم (۲) والثانی کون اَیّ استفہامیۃ وھی مبتدء والجملۃ محل نصب یبتغون وضمن معنی یحرصون فکانہٗ قیل یحرصون ایھم یکون اقرب الی اللّٰہ وذالک بالطاعۃ وازدیاد الخیر والصلاح۔

(روح المعانی ص ۹۲ جلد ۱۵)

www.ahlehaq.org

اور عبادت کے ذریعہ سے بیش از بیش خدا کا تقرب حاصل کرنے کی طمع اور حرص میں لگے ہوئے ہیں اور جیسے کوئی متابعت میں ایک دوسرے سے سبقت چاہتا ہے اسی طرح یہ حضرات عبادات اور طاعات کو وسیلہ بناتے ہیں کہ قرب مزید حاصل ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے پس جب ان کا یہ حال ہے تو وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں کیا معبود کی یہی شان ہے کہ کسی کے قرب حاصل کرنے کی تلاش میں لگا رہے اور اسکی رحمت کا امیدوار ہو اور اس کے قہر سے لرزاں و ترساں رہے معلوم ہوا کہ وہ کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں پھر معبود کیسے ہوتے اور اے نبیؐ! ملائکہ اور جنات کا عذابِ خداوندی سے ڈرنا بے جا نہیں بیشک تیرے پروردگار کا عذاب ڈرنے ہی کی چیز ہے اس آیت میں مشرکین کی اس بات کا جواب دیا گیا جو یہ کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت صرف اسلیئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے ہماری سفارش کریں اور دنیاوی مصائب سے ہم کو محفوظ رکھیں اسکا جواب دیا کہ محض غلط ہے وہ ہرگز تمہاری مصیبت کو دفع نہیں کر سکتے۔

علامہ زمخشریؒ اور قاضی بیضاویؒ اور امام رازیؒ نے ان آیات کی یہی تفسیر فرمائی جو ہم نے ہدیۂ ناظرین کی اور بعض مفسرین نے آیت مذکورہ یعنی اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ کی دوسری طرح تفسیر فرمائی وہ یہ کہ یہ کفار۔ جن بزرگانِ دین اور مقبولانِ خداوندی کو اپنا حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں اور خود اللہ کی جناب میں اللہ کے مقرب ترین بندہ کا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں اور اس تلاش میں ہیں کہ کون سا بندہ خدا کے زیادہ قریب ہے تاکہ اس کا وسیلہ پکڑیں یعنی اسکے اقتداء اور اتباع کو اور اسکی دعا کو حصول قرب خداوندی کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں۔

(دیکھو تفسیر روح المعانی[1] ص ۹۲ جلد ۱۵)

حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہٗ کا میلان اسی معنی کی طرف ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں "یعنی جن کو کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اللہ کی جناب میں وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ جو بندہ بہت نزدیک ہو اسی کا وسیلہ پکڑیں اور وہ وسیلہ سب کا پیغمبر ہے آخرت میں انہی کی شفاعت ہوگی"۔

(موضح القرآن)

اور بلاشبہ بارگاہ خداوندی میں حصول قرب کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے کہ بغیر آپکے اتباع کے نجات نہیں۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

[1] وجوّز الحوفی والزجاج ان یکون ایهم اقرب مبتداء وخبرا والجملة فی محل نصب بینظرون ای یفکرون والمعنی ینظرون ایهما اقرب فیتوسلون به وکان المراد یتوسلون بدعائه والا ففی التوسل بالذواتِ ما فیه۔

(روح المعانی ص ۹۲ جلد ۱۵ و روح البیان ص ۴۷ جلد ۵۔)

www.ahlehaq.org

اور قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین آپؐ کا وسیلہ پکڑیں گے اور آپؐ کی شفاعت کے وسیلہ سے اہل محشر کو انتظار کی تکلیف سے رہائی ہو گی ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ دو قول ہیں جن کو امام نحوز جاجؒ نے ذکر کیا اور دونوں قول ہم نے تشریح کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کر دیئے ہیں تفصیل کیلئے روح المعانی کی مراجعت کریں امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں پہلے قول کو اختیار کیا حضرات اہل علم تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر کی مراجعت فرمائیں۔

ترہیب کفار از قہر خداوند قہار

گزشتہ آیت میں اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا : میں اس بات کا ذکر تھا کہ عذاب خداوندی اسی بات کے لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اب آگے اس عذاب کے وقوع کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ ضرور آکر رہے گا چنانچہ فرماتے ہیں اور کفار کی کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک اور برباد نہ کریں یا قیامت سے پہلے اسے کسی سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے ضرور ظاہر ہو کر رہے گی خدا تعالیٰ کا یہ حتمی اور اٹل فیصلہ ہے جو ٹل نہیں سکتا ہے ۔

فرمائشی معجزات کے اظہار سے انکار

کفار مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی نبی ہیں تو آپ ہمارے لئے کوہ صفا کو سونے اور چاندی کا بنا دیں اور کہتے کہ پہلے پیغمبروں جیسے معجزات دکھائیے جیسا کہ حق تعالیٰ نے دوسری جگہ ان کا قول نقل کیا ہے ۔ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ : یعنی عصائے موسیٰ علیہ السلام اور ناقہ صالح علیہ السلام وغیرہ اس قسم کا معجزہ آپؐ کیوں نہیں دکھاتے انکے اس بے ہودہ سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور ہم کو اس قسم کے خاص فرمائشی معجزات کے بھیجنے میں کوئی شئے مانع نہیں مگر صرف یہ امر مانع ہے کہ پہلے لوگ بھی اس قسم کے فرمائشی معجزات دیئے جانے کے بعد ان کی تکذیب کر چکے ہیں اور انکی اور انکی طبیعتیں ملتی جلتی ہیں تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ : انکی طرح یہ بھی تکذیب کریں گے اور انکی طرح مستحق ہلاکت ہوں گے اور یہ ہمیں ابھی منظور نہیں اور نمونہ کے طور پر ایک قصہ بھی سن لو کہ ہم نے قوم ثمود کو انکی فرمائش کے مطابق اونٹنی دی جو کھلا اور روشن معجزہ تھی جسے دیکھ کر آنکھیں کھل جائیں صاف اور روشن نشانی تھی جس میں سحر کا شائبہ اور واہمہ بھی نہ تھا اس لائق تھی کہ اس کی بصارت سے بصیرت حاصل کرتے اور ناقہ اور ثمود

www.ahlehaq.org

کی مثال اس لیئے دی کہ قوم ثمود کے کھنڈرات بلاد عرب سے قریب تھے اور ان کی ہلاکت اور عذاب کے نشانات کو اہل عرب دیکھتے تھے پس انھوں نے اس پر ظلم کیا یعنی اسکو نہ مانا اور ذبح کر ڈالا اور اس ظلم وستم کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے پس اگر ہم اہل مکہ کو انکی فرمائش کے مطابق معجزہ عطا کردیں تو یہ بھی ویسے ہی ضدی اور عنادی ہیں معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اسکی سزا میں ہلاک ہوں گے مگر ہم کو ان کا ہلاک کرنا منظور نہیں ہماری بارگاہ میں یہ طے ہو چکا ہے کہ یہ امت پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ ہوگی آئندہ چل کر خود ان میں سے بعضے کامل مسلمان ہوں گے اور خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور انکی اولاد بھی مسلمان ہوگی جو اس دین کی مدد کرے گی اس آخری امت کے متعلق اللہ کا ارادہ نہیں کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت کو بالکلیہ تباہ کردیا جائے بلکہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ یہ امت محمدیہ قیامت تک باقی رہے اور اس امت کو مہلت ملنا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت اور برکت ہے اور ہم جو نشانیاں بھیجتے ہیں وہ صرف ڈرانے کے لیئے بھیجتے ہیں کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں اور خدا کی نافرمانی اور خدا کے عذاب سے ڈر جائیں اور کچھ سوچیں سمجھیں پھر اگر معجزہ ظاہر ہونے کے بعد وہ کفر پر قائم رہیں تو نیست ونابود ہو جائیں جیسے قوم عاد اور قوم ثمود کے ساتھ ہوا کہ اول ڈرانے کے لیئے انکو کچھ نشانیاں دکھلا دی گئیں پھر بھی جب ایمان نہ لائے تو نیست ونابود کردیئے گئے لیکن اس آخری امت کے حق میں حکمت الٰہیہ یہ ہے کہ اس امت کو پہلی امتوں کی طرح تباہ اور برباد نہ کیا جائے گا اس لیئے فرمائشی نشانات کا بھیجنا موقوف کیا گیا۔ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ پہلی آیت میں یعنی وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ: میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے وہی مخصوص اور معہود معجزات مراد ہیں جن کا مشرکین آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے فرمائشی معجزات کے ظاہر کرنے سے اِنکار کردیا کہ ہم کو اہل مکہ کا ہلاک کرنا منظور نہیں اس لیے انکی فرمائشیں اور خواہشیں پوری نہیں کی جائیں گی اس بارہ میں مفسرین ——— کا کوئی اختلاف نہیں اور دوسری آیت وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ: میں مفسرین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس آیت میں بھی وہی آیات مخصوصہ مراد ہیں جنکا مشرکین مکہ سوال کرتے تھے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس دوسری آیت وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ میں مطلق نشانیاں مراد ہیں خواہ فرمائشی جیسے زلزلہ اور طاعون اور طوفان اور چاند اور سورج کا گہن ہونا وغیرہ وغیرہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ڈرانے کیلیئے نشانیاں بھیجتے ہیں اور طرح طرح سے اپنی قدرت کے نشان ظاہر کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور اللہ کے قہر سے ڈریں پس اگر ڈریں تو نجات پاجائیں ورنہ پھر دو صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ وہ آیات اور نشانات ان کی فرمائش کے مطابق ظاہر کیے گئے تھے تو دنیا ہی میں عذاب استیصال میں مبتلا ہو کر سب ہلاک ہو جاتے ہیں اور اگر وہ نشانات وآیات۔ آیات مقترحات نہ ہوں یعنی انکے فرمائشی نشان نہ ہوں تو پھر ایمان نہ لانے کی صورت میں انکو اس زندگی میں مہلت مل جاتی ہے اور عذاب آخرت میں ماخوذ ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر آیت وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا میں آیات مقترحہ یعنی فرمائشی نشان مراد ہوں تو تخویف سے عذاب استیصال سے ڈرانا مراد ہوگا کہ جس سے بالکلیہ تباہی

www.ahlehaq.org

اور بربادی ہو جائے اور اگر آیات سے آیاتِ غیر مقترحہ یعنی غیر فرمائشی مراد ہیں جیسے زلزلہ اور طوفان تو پھر تخویف سے عذاب آخرت سے ڈرانا مراد ہوگا۔

(سراج منیر ص ۲۵۸ ج ۲ - روح المعانی ص ۶۷ ج ۵ - روح البیان ص ۱۷۷ ج ۵)

یہاں تک مشرکین کی جرأت اور طعن کو بیان کیا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو ہماری فرمائش کے مطابق معجزات لائیے جو ہم نے آپ سے مانگے ہیں اور اس طعن کا جواب دے دیا گیا اب آئندہ آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ آپ ان کے معاندانہ سوالات اور ظالمانہ ظلم وستم سے رنجیدہ نہ ہوں اور اے نبیؐ آپ اس وقت کو یاد کریں کہ جب ہم نے آپ سے یہ کہہ دیا تھا کہ تیرا پروردگار سب لوگوں کو اپنے احاطہ اور گھیرے میں لیے ہوتے ہے سب اسکے قبضۂ قدرت میں ہے اللہ تیرا محافظ اور نگہبان ہے یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لہٰذا تو ان سے نہ ڈر اور انکی پرواہ نہ کر اور تبلیغ و رسالت کا کام کیئے جا اللہ تیرا حافظ و ناصر اور معین و مددگار ہے چنانچہ اب تک باوجود سخت عداوت کے کوئی کافر تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکا یہ غیبی حفاظت تیری تصدیق نبوّت کے لیے کافی ہے کسی فرمائشی معجزہ کی ضرورت نہیں اور یہ کافر تو صدہا معجزات دیکھ چکے ہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ باوجود ان کی شدید مخالفت کے اور باوجود آپؐ کی بے سروسامانی کے آپؐ کو ایذاء پہنچانے پر قادر نہیں اگر اللہ تیرا مددگار نہ ہوتا تو تو ان میں ایک دن بھی نہ رہ سکتا اور بلحاظ اپنی قوت و شوکت اور اسباب ظاہری کے وہ ضرور اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آپؐ انکی ایذاء اور طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو قوت و نصرت دے گا اور یہ سب ذلیل و خوار اور مقتول و مقہور ہوں گے کما قال اللہ تعالیٰ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ: چنانچہ آپؐ شب اسراء مکہ سے بیت المقدس پہنچے اور صبح کو صحیح سالم پھر مکہ واپس آگئے یہ واقعہ بھی حفاظت غیبی کا ایک کرشمہ تھا اور لوگوں کے لیئے فتنہ اور آزمائش تھا جیسا کہ آئندہ آیت میں ذکر فرماتے ہیں

اور نہیں بنایا ہم نے اس دکھاوے اور نظارہ کو جو ہم نے تجھ کو شب معراج میں دکھلایا مگر لوگوں کی آزمائش اور امتحان کے لیئے یعنی شب معراج میں ہم نے آپؐ کو آیات قدرت کا نظارہ اور مشاہدہ کرایا جن کا لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا میں ذکر ہے اور جن عجائب ملکوت کو ہم نے آپؐ کو بحالت بیداری اسی چشم سر کے ساتھ دکھلایا وہ آپ کے لیے کرامتِ عظیمہ ہے مگر اور لوگوں کے لیے فتنہ یعنی آزمائش اور امتحان تھی کہ دیکھیں کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔

جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں رؤیا (دکھاوے) سے شب معراج میں آیات کبریٰ کا بحالت بیداری اس چشم سر کے ساتھ دکھاوا اور نظارہ مراد ہے خواب کا دکھاوا مراد نہیں، جیسا کہ شروع سورت میں دلائل اور براہین سے اس بات کو واضح کیا جا چکا ہے کہ مشاہدۂ معراج از اول تا آخر اسی جسم اطہر کے ساتھ بحالت بیداری تھا معاذ اللہ خواب نہ تھا جو لوگ معراج جسمانی کے منکر اور اسکو خواب قرار دیتے ہیں انکی گمراہی کا

www.ahlehaq.org

باعث یہ آیت بھی ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ رؤیا واقع ہوا ہے جس کے معنی خواب کے ہیں مگر یہ انکی گمراہی ہے صحیح بخاری میں صراحۃً عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس آیت کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں کہ آیت میں رؤیا سے رؤیا عین[1] مراد ہے یعنی دکھاوے سے بحالت بیداری آنکھ کا دکھاوا مراد ہے جو شب معراج میں آپؐ کو دکھایا گیا خواب کا دکھاوا مراد نہیں اور لفظ رؤیا لغت عرب میں خواب کے لیے مخصوص نہیں بلکہ جس طرح یہ لفظ خواب کے دیکھنے کے لیے آتا ہے اسی طرح عالم بیداری میں دیکھنے کے لیے آتا ہے اور یہی تفسیر لفظ رؤیا کی سعید بن جبیر ابراھیم نخعی، حسن بصری۔ مسروق، قتادہ۔ مجاہد عکرمہ۔ ابن جریج۔ عبدالرحمٰن بن زید وغیرہ اکابر تابعین رحمہم اللہ نے کی ہے (دیکھو تفسیر قرطبی و تفسیر ابن کثیر)

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے رؤیت اور رؤیا میں کوئی فرق نہیں دونوں کے معنی دیکھنے کے ہیں کہا جاتا ہے رایتہ، یعنی رؤیتہ، و رؤیا یعنی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ رؤیا رؤیت دونوں آنکھ کے دیکھنے میں مستعمل ہوتے ہیں (دیکھو تفسیر کبیر ص ۴۲۵ جلد ۵)

قال ابن الانباری المختار فی ھٰذِہ الرؤیۃ ان تکون یقظۃ ولا فرق بین ان یقول القائل رأیت فلانا رؤیتہ ورایتہ، رؤیا الا ان الرویۃ یقل استعمالھا فی المنام والرؤیا یکثر استعمالھا فی المنام ویجوز کل واحد منھما فی المعنیین۔

(زاد المسیر لابن الجوزی ص ۵۳ جلد ۵)

امام ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ مختار اور صحیح قول یہی ہے کہ رؤیا سے بحالت بیداری دیکھنا مراد ہے اس لیے کہ کلام عرب میں رایتہ، رؤیتہ، اور رایت رؤیا دونوں کے معنی یہ ہیں کہ میں نے فلانے کو دیکھا رأیت کے بعد رؤیت کا لفظ کہو یا رؤیا کا لفظ کہو دونوں میں کوئی فرق نہیں صرف فرق اتنا ہے کہ رؤیت کا استعمال خواب کے دیکھنے میں کم ہے اور رؤیا کا استعمال خواب کے دیکھنے میں زیادہ ہوتا ہے۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ رؤیا کا استعمال بحالت بیداری دیکھنے میں بھی آتا ہے جیسا کہ متنبی کا قول ہے ع ورؤیاک احلی فی العیون من المغمض، (فتح الباری ص ۳۰۲ جلد ۸ کتاب التفسیر)۔

نکتہ واقعہ معراج بلاشبہ مشاہدۂ بیداری تھا مگر زیادہ تر اس کا تعلق دوسرے عالم سے تھا جیسے خواب کا تعلق دوسرے عالم سے ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ اس مناسبت سے اس مشاہدۂ عینی اور نظارۂ بیداری کو لفظ رؤیا سے تعبیر کیا گیا ہو واللہ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم:

علاوہ ازیں کہ واقعۂ معراج اگر خواب ہو تو پھر وہ لوگوں کے لیے کسی طرح فتنہ اور آزمائش نہیں ہو سکتا دنیا

[1] اخرج البخاری عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ قال ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ وزادہٗ سعید بن منصور عن سفیان فی آخر الحدیث رؤیا منام (فتح الباری ص ۳۰۱ جلد ۸ کتاب التفسیر)

www.ahlehaq.org

میں کوئی بے وقوف سے بے وقوف بھی ایسا نہیں جو خواب کو جھٹلائے البتہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کا دعویٰ ضرور فتنہ اور ذریعۂ آزمائش ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیان کیا کہ میں اس شب میں بیت المقدس دیکھ کر آیا ہوں تو لوگوں نے اسکو مستبعد اور محال جان کر اس کو نہ مانا اور آپ کو جھٹلایا اور مؤمنین اور مخلصین نے اسکی تصدیق کی پس اللہ تعالیٰ نے اس معراج جسمانی اور اسی شب کے نظارہائے بیداری کو لوگوں کی آزمائش اور امتحان کا ذریعہ بنایا اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی تکذیب نہ کرتا خواب میں تو ابوجہل اور ابولہب بھی بیت المقدس ہو کر آسکتے ہیں اس رؤیت کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ (آزمائش) قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ خواب کا واقعہ تو فتنہ (آزمائش) نہیں ہو سکتا ہے فتنہ اور آزمائش تو کوئی عجیب وغریب چیز ہی ہو سکتی ہے بحالت خواب آسمانوں کی سیر نہ کوئی معجزہ ہے اور نہ کوئی عجیب وغریب چیز ہے جسے فتنہ کہا جا سکے کافر کو بھی خواب میں آسمانوں کی سیر حاصل ہو سکتی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کو واقعۂ معراج سے کوئی تعلق نہیں۔

اس آیت میں رؤیا سے وہ خواب مراد ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال دیکھا تھا کہ آپؐ مع اصحابؓ کے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور آپؐ نے اور آپؐ کے اصحابؓ نے عمرہ کیا اس خواب کے بعد آپؐ عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے تو مشرکین مکہ نے آپؐ کو روکا اور آپؐ ان سے صلح کر کے بغیر عمرہ کے مدینہ واپس آگئے۔ منافقین نے طعن کیا کہ یہ خواب تو سچا نہ ہوا اور بتقاضائے بشریت بعض مسلمانوں کے دلوں میں یہی خطرے گزرے اور یہ خواب لوگوں کے حق میں موجب فتنہ اور امتحان بن گیا اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ جو خواب اللہ نے آپؐ کو دکھلایا وہ حق ہے اس خواب کی تعبیر آئندہ سال ظاہر ہو گی۔ خواب مطلق تھا اس میں کسی وقت کی تعیین نہ تھی۔ اس خواب میں مسجد حرام میں داخل ہونے کا وقت نہیں بتلایا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے شوق میں اسی سال ارادہ فرمالیا مگر مشیت ایزدی میں اس سال اس خواب کا پورا ہونا مقدر نہ تھا بلکہ اگلے سال پر موقوف تھا چنانچہ اگلے سال اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی اور آپؐ نے مع اصحاب کے بغایت اطمینان عمرہ ادا فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کی یہ تاویل اور تفسیر ضعیف ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور حدیبیہ کے خواب کا واقعہ مدینہ منورہ کا ہے

(تفسیر قرطبی ص ۲۸۲ جلد ۲)

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس رؤیا سے وہ خواب مراد ہے جو آپؐ نے بدر میں جانے سے پہلے دیکھا کہ مسلمان اور کافروں میں لڑائی ہوئی اور کفار مغلوب ہوئے جب کافروں نے یہ خواب سنا تو انہوں نے اسکی ہنسی اڑائی اور خوب قہقہے لگائے۔

www.ahlehaq.org

لہٰذا ممکن ہے کہ آیت میں لفظ رؤیا سے ان میں سے کسی خواب کی طرف اشارہ ہو پس اس آیت سے اس امر پر استدلال کرنا کہ واقعۂ معراج خواب تھا کسی طرح صحیح نہیں اسکا منشاء بجز الحاد اور زندقہ کے کچھ نہیں احادیثِ صحیحہ اور متواترہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ واقعۂ معراج اوّل تا آخر بحالت بیداری اسی جسم اطہر کے ساتھ تھا۔

اور علیٰ ھذا ہم نے اس ملعون درخت کو بھی لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے وہ درخت زقوم کا ہے جب یہ آیت اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ : نازل ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ : یعنی زقوم کا درخت جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے تو ابوجہل بولا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو تم کو ایسی آگ سے ڈراتا ہے جو پتھر تک جلا دیتی ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ اس آگ میں ایک درخت اگتا ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ آگ درخت کو جلا دیتی ہے یہ محمدؐ کی گھڑت نہیں تو اور کیا ہے مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے اس شجرۂ ملعونہ یعنی زقوم کو آگ میں اس لیے پیدا کیا ہے کہ لوگوں کے لیئے فتنہ اور آزمائش کا ذریعہ بنے اور اہل ایمان نے صدقِ دل سے اسکی تصدیق کی اور اس کا یقین کیا کہ اللہ کی قدرت کی کوئی حد و نہایت نہیں وہ جہاں چاہے درخت پیدا کرسکتا ہے اور ظالموں کے لیے یہ درخت فتنہ بن گیا ان ظالموں نے قادر مطلق کی قدرت کا اندازہ نہ کیا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ : اس لیئے ظالموں نے اس کو خلافِ نیچر سمجھ کر اسکا انکار کردیا اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ : کا مطلب یہ ہے اور اس درخت کے ملعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کھانے والے ملعون ہوں گے یہ درخت جہنم میں ملعونین یعنی کفّار اور مشرکین کی غذا ہوگا۔ اصل ملعون اس کے کھانے والے ہوں گے اور اس درخت کو مجازاً ملعون کہدیا گیا بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عرب میں ہر مضر اور مکروہ طعام کو ملعون کہتے ہیں رہا کافروں کا یہ اعتراض کہ آگ میں ہرا اور سرسبز درخت کیونکر اُگ سکتا ہے یہ انکی جہالت اور حماقت کی دلیل ہے نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے آگ کا درخت کو نہ جلانا اور اس درخت کا آگ سے پرورش پانا عقلاً محال نہیں بلاد ترک میں ایک جانور "دوسمندل" ہوتا ہے اسکی کھال کی ٹوپیاں اور رومال بنتے ہیں جب یہ رومال میلے ہوجاتے ہیں تو آگ میں ڈال دیتے جاتے ہیں آگ انکے میل کو جلاکر انہیں نکھار دیتی ہے اور ان میں اثر نہیں کرتی شتر مرغ آگ کے انگارے کے انگارے نگل جاتا ہے اور اس سے اسکو کچھ نقصان نہیں ہوتا نیز ہرے درخت سے آگ نکلتی ہے اور وہ آگ اس درخت کو نہیں جلاتی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تمہارے فائدہ کے لیے سبز درخت سے آگ نکالی تاکہ تم آگ سے فائدہ اٹھاؤ مگر جو آگ اس سبز درخت سے نکلتی ہے اس سے وہ سبز درخت نہیں جلتا۔

پس اِن نادانوں نے یہ نہ سوچا کہ جو خدا درخت میں آگ ودیعت رکھ سکتا ہے وہ آگ میں درخت

www.ahlehaq.org

کو اگا بھی سکتا ہے آگ کا کیڑا ہمیشہ آگ ہی میں رہتا ہے مگر آگ اس کو نہیں جلاتی۔

اس زمانے میں بہتیرے درخت ایسے معلوم اور منکشف ہوتے ہیں جو بجائے پانی کے آگ سے نشوونما پاتے ہیں۔

اور ان آیات مذکورہ اور نشاناتِ مسطورہ کے علاوہ بھی ہم انکو طرح طرح سے عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں سو وہ ڈرانا انکے حق میں سوائے سخت تمرد اور سرکشی کے کسی بات کو زیادہ نہیں کرتا ایسے ملعون ہیں کہ شجرۂ ملعونہ سے نہیں ڈرتے جتنا انہیں عذاب سے ڈراؤ اتنا ہی اور زیادہ تمرد اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو، سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾

مگر ابلیس۔ بولا کیا میں سجدہ کروں ایک شخص کو جو تو نے بنایا مٹی کا

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ

کہنے لگا، بھلا دیکھ تو! یہ جس کو تو نے مجھ سے بڑھایا، اگر تو مجھ کو ڈھیل

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

دے قیامت کے دن تک، تو اسکی اولاد کو ڈھانٹ دے لوں مگر تھوڑے سے

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ

فرمایا جا، پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہوا ان میں سے، سو دوزخ ہے تم سب کی سزا،

جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

پورا بدلا۔ اور گھبرا لے ان میں جس کو گھبرا سکے اپنی

www.ahlehaq.org

بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَ

آواز سے، اور پکار لا ان پر اپنے سوار اور پیادے، اور

شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا

ساجھا کر ان سے مال اور اولاد میں، اور وعدے دے انکو اور

يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

کچھ نہیں وعدہ دیتا انکو شیطان، مگر دغا بازی، وہ جو میرے بندے ہیں اُن پر

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

نہیں تیری حکومت - اور تیرا رب بس ہے کام بنانے والا

ذکر عداوت شیطان با بنی نوع انسان

قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ... الیٰ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا

(ربط) گزشتہ آیات میں کافروں کی سرکشی اور عناد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی مخالفت اور عداوت کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں حضرت آدمؑ اور شیطان کا قصہ ذکر فرماتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ شیطان تمہارا قدیمی دشمن ہے تم اس کے بہکاتے میں نہ آنا اور اس کے بہکانے سے ہمارے نبیؐ کی مخالفت نہ کرنا شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات ڈالتا ہے تاکہ لوگ اللہ کے حکم سے برگشتہ ہو جائیں آدم علیہ السلام کا مفصل قصہ اور اس کی تفسیر سورۂ بقرہ اور سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور وہ وقت قابل یاد ہے کہ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تاکہ خلیفۂ خداوندی کی فضیلت اور برتری سب پر عیاں ہو جائے تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور جب حق تعالیٰ نے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہ کیا تو ڈھٹائی سے بولا کہ کیا میں اس شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے بنایا ہے اس پر حق تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اور اسکو اپنی بارگاہِ قرب سے نکال دیا اس پر ابلیس دوبارہ بولا مجھے بتلا تو سہی یہی وہ خاکی پتلہ ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت اور بزرگی دی ہے حالانکہ وہ خاک ہے اور میں آگ سے ہوں خیر اگر میں اس کی وجہ سے مردود ہوا ہوں تو آپ اگر میری درخواست کے مطابق روز قیامت تک مجھے مہلت دیدیں اور میری موت میں تاخیر کر دیں تو میں بھی سوائے تیرے تھوڑے

www.ahlehaq.org

خاص بندوں کے اولادِ آدم کی جڑ کاٹ کر پھینک دوں گا یعنی اولادِ آدم کو اغوا کر کے بہشت سے انکی جڑ اکھاڑ دوں گا مگر تھوڑے آدمیوں کو تیری عصمت اور حفاظت کی وجہ سے گمراہ نہ کر سکوں گا یعنی انبیاء اور اولیاء جو شیطان کے داؤ میں نہیں آتے فرمایا اچھا جا اور راہ لے جو تیرے سے ہو سکے وہ کر پس جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا اور تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک تم سب کی سزا دوزخ ہے پوری جزاء یعنی جا ہم کو تیری کوئی پرواہ نہیں ہم تجھ کو اور تیرے متبعین کو سب کو جہنم میں ڈال دیں گے اور ان میں سے جس کو اپنی آواز سے بچلا سکے اسکو بچلا یعنی جس طرح تو اللہ کی معصیت کی طرف بلا سکتا ہے بلا دنیا میں جو آواز اور پکار اللہ کی نافرمانی کی طرف دی جاتی ہے وہ درحقیقت شیطان کی آواز ہوتی ہے جیسے راگ اور باج کی آواز۔ اور کھینچ لا اور چڑھا لا ان پر اپنے سوار اور پیادے یعنی انکے بہکانے میں اپنی پوری قوت صرف کر ڈال اور جتنا زور تجھ سے لگایا جا سکے لگا لے اور مالوں اولادوں میں انکا شریک ہو جا۔ جو مال و اولاد معصیت کا باعث بنے اس میں شیطان اِن کا شریک ہے اور علیٰ ھٰذا جو عمل خالص اللہ کے لیے نہ ہو اس میں بھی نفس اور شیطان شریک ہے زجاجؒ کہتے ہیں کہ سوار اور پیادوں کے چڑھا لانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنی تیری قدرت ہو اتنے مکائد اور مکر و فریب کے جال اور وسائل جمع کر لے اور ان کو غوایت اور ضلالت پر آمادہ کر لے اور حسب مقدور ان میں اپنا تصرف کر یہ امر تہدید کے لیے ہے جیسے کہا کرتے ہیں کہ "اچھا جو تجھ سے بن سکے کر گزر عنقریب اس کا انجام تجھ کو معلوم ہو جاتے گا" (انتہیٰ) یعنی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا اور تیرا جو چاہے اولاد آدم سے جھوٹے وعدے کر کہ جہنم اور جنت کچھ نہیں شیطان جب کسی کو معصیت کی طرف بلاتا ہے تو اس کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ جنت و دوزخ حشر و نشر سب غلط ہے جو کچھ بھی ہے دنیا کی زندگی ہے کیوں اپنی لذت و سرور کو چھوڑتا ہے اور عبادت میں پڑ کر کیوں مشقت کرتا ہے یہ مراد ہے "شیطان کے وعدے دینے سے"، اور نہیں وعدہ دیتا شیطان لوگوں کو مگر دھوکہ اور فریب کا یعنی شیطان کے سب وعدے دھوکہ اور فریب ہیں باطل اور خطا کو حق اور ثواب کی صورت میں دکھلاتا ہے جس سے بہت سے لوگ دھوکہ میں آجاتے ہیں اب اگلی آیت میں پھر شیطان کو خطاب فرماتے ہیں کہ اے شیطان تحقیق میرے خالص بندوں پر جن کو مجھ سے خالص تعلق ہے کہ تیرا کوئی زور نہیں وہ بندے انبیاء اور اولیاء ہیں۔ شیطان کو اِن کے اغواء پر قدرت نہیں ان پر شیطان کا قابو نہیں چلتا اور اے نبیؐ تیرا پروردگار اپنے خاص بندوں کو کافی کارساز ہے وہ اپنے خاص بندوں کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے شیطان کا فتنہ بہت سخت ہے اور انسان ضعیف اور ناتواں ہے بدون اللہ کی عصمت اور حفاظت کے معصیت سے نہیں بچ سکتا اور بدون اللہ کی اعانت اور قوت کے طاعت نہیں کر سکتا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور خاتمہ پر یہ فرمانا وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا: اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو بندہ خدا پر توکل اور بھروسہ کرے شیطان اس کا کچھ

www.ahlehaq.org

نہیں بگاڑ سکتا ۔

رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی

تمہارا رب وہ ہے ، جو ہانکتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا

الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

میں ، کہ تلاش کرو اس کا فضل وہ ہے تم پر

بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

مہربان اور جب تم پر تکلیف پڑے

فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ

دریا میں ، بھولتے ہو جن کو پکارتے تھے اسکے سوا پھر جب بچا لیا تمکو

اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

جنگل کی طرف ، ٹلا گئے ۔ اور ہے انسان بڑا ناشکر ؛

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ

سو کیا نڈر ہوئے ہو ؟ کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے یا بھیج دے

عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ

تم پر آندھی ، پھر نہ پاؤ اپنا کوئی کام بنانے والا یا نڈر ہوئے ہو

اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ

کہ پھر لے جاوے تم کو اس میں دوسری بار پھر بھیجے تم پر

قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ

ایک جھونکا باؤ کا پھر ڈبا دے تم کو بدلہ اس ناشکری کا پھر

www.ahlehaq.org

لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

نہ پاؤ تمہاری طرف سے ہم پر اسکا دعویٰ کرنے والا :: اور ہم نے عزّت دی ہے

بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ

آدم کی اولاد کو اور سواری دی انکو جنگل اور دریا میں اور روزی دی

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

ہم نے انکو ستھری چیزوں سے اور زیادہ کیا انکو اپنے بنائے ہوئے بہت شخصوں

ع ۷ ۱۰ ۷ تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾

پر بڑھتی دے کر

رجوع بسوئے توحید

قال اللّٰہُ تعالیٰ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ ... اِلیٰ .. وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا

(ربط) اب پھر توحید کی طرف رجوع کرتے ہیں اور توحید کے دلائل بیان فرماتے ہیں نیز گزشتہ رکوع میں شیطان کا یہ قول نقل کیا تھا قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ :: اس لیے ان آیات میں بنی آدم کی کرامت اور فضیلت کو بیان فرماتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ شیطان بر اور بحر میں کس طرح اغواء کرتا ہے اور بنی آدم کی تکریم اور تفضیل کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ منعم حقیقی کا شکر گزار بندہ بنے اور کسی کو اسکے ساتھ شریک نہ کرے چنانچہ فرماتے ہیں .

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے نفع کے لیے سمندر میں کشتیاں ہنکاتا ہے تاکہ تم ان پر سوار ہو کر دوسرے شہر میں پہنچ کر روزی تلاش کرو بے شک وہ تم پر بڑا مہربان ہے کہ جو حاجت تم کو اپنے شہر میں میسر نہ ہو سکے اس کے حاصل کرنے کے لیے دوسرے شہر میں جانے کا سامان مہیا کر دیا اور اس خدائے پروردگار کی معرفت تمہاری فطرت اور جبلّت میں مرکوز ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے مثلاً طوفان اور باد و باراں کی وجہ سے کشتی کے ڈوب جانے کا خوف ہوتا ہے تو اس وقت سوائے خدا کے جن جن کو تم پکارتے اور پوجتے ہو سب غائب ہو جاتے ہیں اس وقت سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں پکار کرتے اور سمجھتے ہو کہ سوائے خدا کے

www.ahlehaq.org

کوئی نجات نہیں دے سکتا پس انسان بحالتِ مجبوری جس ذات کو اپنا سہارا سمجھ کر پکارے اصل خدا وہی ہے پھر وہ خدا جب تمہاری دعا قبول کر کے تمہیں خشکی کی طرف صحیح سالم بچا لاتا ہے اور سمندر کی موجوں اور اس کے تلاطم سے نجات دیتا ہے تو پھر تم خدائے برحق سے منہ موڑ لیتے ہو اور بتوں کو پوجنے لگتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو خدا کو پکارتا ہے اور جب وہ نجات دے دیتا ہے تو اس سے منہ موڑ لیتا ہے اور بہت جلد اسکے احسان کو بھول جاتا ہے تو کیا تم نجات پانے کے بعد اس بات سے مطمئن اور بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو جنگل کی طرف لے جا کر زمین میں دھنسا دے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم سمندر میں غرق ہونے سے بچ گئے تو مطمئن نہ ہونا چاہیئے جس طرح ہم سمندر میں غرق کرنے پر قادر ہیں اسی طرح خشکی میں زمین میں دھنسانے پر قادر ہیں تمام جہات، کیا خشکی اور کیا تری سب ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہمارے نزدیک برادر بحر سب یکساں ہیں سمندر میں غرق کا خوف ہے تو خشکی میں خسف کا خوف چاہیئے خسف بھی غرق ہی ہے سمندر میں آدمی پانی میں ڈوبتا ہے اور خشکی میں مٹی میں یا تم اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجے جس میں سے پتھر برسنے لگیں اور قوم عاد کی طرح تم کو سنگسار کر دے پھر تم کوئی اپنا کام بنانے والا نہ پاؤ جو تم کو خسف سے اور پتھروں سے بچا سکے یا تم اس بات کی طرف سے مطمئن ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو پھر اسی سمندر میں لوٹا کر لے جائے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں پھر اسی دریا کا سفر ڈال دے اور حسب سابق اسی کشتی اور جہاز میں سوار ہو کر دوبارہ سفر کرو اور پھر وہ تم پر ایسی سخت اور تند ہوا بھیجے جو کشتی کو توڑ ڈالے پھر تم کو اسی دریا میں ڈال دے اور ڈبو دے بسبب اسکے کہ تم نے خدا کی ناشکری کی پہلی مرتبہ تو نجات مل گئی تھی دوسری دفعہ کفر اور بدعہدی کی وجہ سے غرق کر دیئے گئے پھر اس غرق پر ہم سے کوئی مؤاخذہ کرنے والا نہ پاؤ گے کہ جو ہم سے باز پرس کر سکے یا کوئی ہمارا پیچھا کر سکے اب آئندہ آیت میں انسان پر بعض انعامات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان جانے کہ میرا پروردگار وہی ہے جس نے مجھ کو یہ عزتیں اور کرامتیں بخشی ہیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت اور کرامت بخشی اور تمام مخلوقات پر اس کو بزرگی دی انسان کی دوسری مخلوقات پر کرامت اور عزت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو عقل اور فہم اور فراست اور نطق اور گویائی عطا کی اور لکھنا پڑھنا سکھایا زبان اور قلم سے اظہار مافی الضمیر کی قدرت عطا کی اور اس کا قد معتدل اور سیدھا بنایا اور بہتر سے بہتر صورت اسکو عطا کی۔ جس میں کمال حسن پایا جاتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ وفی الحدیث خلق اللّٰہ آدم علیٰ صورتہ: آدمی ہاتھوں سے کھانا کھاتا ہے اور دوسرے حیوانات منہ سے زمین پر سے غذا اٹھا کر کھاتے ہیں مردوں کو داڑھی دی اور عورتوں کو گیسو دیئے۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

www.ahlehaq.org

اور انسان کو معاش اور معاد کے بارے میں حسن تدبیر عطا کی اور منافع اور مضار کے ادراک کے لیے حواس ظاہرہ اور باطنہ عطا کیئے وغیرہ وغیرہ اور منجملہ کرامت اور عزت یہ ہے کہ ہم نے اولادِ آدم کو خشکی میں چوپایوں پر سوار کیا اور سمندر میں کشتیوں پر سوار کیا مطلب یہ ہے کہ بر اور بحر میں سفر کا سامان اس کے لیے مہیا کیا انسان سوار ہو کر چلتا ہے اور سواری کسی سواری پر سوار ہو کر نہیں چلتی اور پاکیزہ چیزوں میں سے ہم نے اسکو روزی دی دنیا کی مزیدار چیزیں اسکے کھانے میں آتی ہیں بخلاف دیگر مخلوقات کے کہ وہ ان لذیذ چیزوں سے محروم ہیں اور ہم نے اولادِ آدم کے اکرام و انعام میں فقط مذکورہ بالا کرامتوں اور نعمتوں پر اقتصار نہیں کیا بلکہ ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت اور فوقیت دی اور اسکو وہ فضائل اور شمائل عطا کیئے جس سے بیشتر مخلوق خالی ہے لہذا حق تعالیٰ کی اس تکریم اور تفضیل کا اور انعام و اکرام کا حق یہ ہے کہ اپنے منعم حقیقی کا دل و جان سے شکر کریں اور شرک اور ناشکری سے دور رہیں اور عبودیت اور عبادت سے اور اطاعت سے اس خداداد کرامت و فضیلت کی حفاظت کریں اور ابلیس لعین جو تمہارے باپ آدمؑ کے کرامت اور فضیلت کا منکر ہے اور جس نے اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ کہہ کر تمہارے باپ کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور تمہارے باپ کی فضیلت اور کرامت کے انکار کرنے کی وجہ سے بارگاہ خداوندی سے مطرود اور مردود ہوا وہ تمہارا قدیمی دشمن ہے ہر وقت تمہاری تاک میں ہے کہ باپ کی وجہ سے تمکو جو عزت و کرامت اور فضیلت و فوقیت ملی ہے اسکو خاک میں ملا دے اس سے چوکنا رہنا اور اس کے بہکانے میں آکر اپنے منعم حقیقی کو نہ بھول جانا۔

لطائف و معارف

(۱) حق تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ میں اولادِ آدم کی عزت و کرامت کا ذکر فرمایا سو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عزت اور کرامت عطاء فرمائی وہ دو قسموں کی ہے ایک کرامت جسمانی جو تمام انسانوں کو حاصل ہے جس میں مؤمن کافر سب شریک ہیں کرامت جسمانی یہ ہے۔

(۱) کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا خمیر تیار کیا اور خود دست قدرت سے اسکو بنایا۔

(۲) اور احسنِ تقویم میں اسکو پیدا کیا تمام کائنات میں سب سے زیادہ خوبصورت اسکو بنایا۔

(۳) اور معتدل القامت اسکو بنایا (۴) پکڑنے اور کھانے کیلیئے انگلیاں بنائیں (۵) اور چلنے کو پیر بنائے (۶) اور مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو گیسوؤں سے زینت بخشی (۷) اور عقل اور تمیز دی (۸) اور بولنے کیلیئے زبان عطا کی (۹) اور قلم سے اسکو لکھنا سکھایا (۱۰) اور اسباب معیشت میں اس کی رہنمائی کی (۱۱) اور طرح طرح کے صنائع اور بدائع کا اسکو الہام کیا۔

(۱) کرامت روحانی

دوسری قسم کی کرامت کرامت روحانی ہے وہ دو قسموں پر منقسم ہے (۱) ایک کرامت عامہ اور دوسری کرامتِ خاصہ، کرامت عامہ میں مؤمن

www.ahlehaq.org

اور کافر سب شریک ہوتے ہیں روحانی کرامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتلہ خاکی میں ایک روح پھونکی جو ایک روحانی چیز ہے اور جنس ملائکہ سے ہے۔

(۲) اور پھر اولاد آدم کو حضرت آدمؑ کی پشت سے نکالا اور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے خطاب سے انکو عزت وکرامت بخشی جس کے جواب میں سب — (مؤمن اور کافر) نے بلیٰ کہا اور سب سے عہد ربوبیت لیا۔

(۳) اور پھر تمام اولاد آدم کو اسی فطرت یعنی عہد الست پر پیدا کیا۔ (۴) اور پھر اس عہد الست کو یاد دلانے کے لیے دنیا میں رسول بھیجے اور صحائف نازل کیے اور سب کو آگاہ کر دیا کہ اگر اپنی اصلی فطرت اور عہد الست پر چلو گے تو قیامت کے بعد جنت میں اپنے باپ سے یعنی حضرت آدم علیہ السّلام سے جاکر ملو گے اور اگر عہد الست سے انحراف کیا اور اپنے باپ کے دشمن ابلیس کے کہنے پر چلے تو ابلیس کے ساتھ جہنم میں جاؤ گے۔

کرامت روحانیہ کا خاصّہ

اور روحانی کرامت کی دوسری قسم "کرامت خاصّہ" ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو یعنی انبیاء اور اولیاء اور عباد مؤمنین کو مکرم و سرفراز فرمایا انبیاء کرام کو نبوت و رسالت کی کرامت سے عزت بخشی اور اولیاء کو نور ولایت اور نور معرفت سے شرف بخشا اور اہل ایمان کو ایمان اور اسلام اور صراط مستقیم کی ہدایت سے کرامت بخشی کہ صراطِ مستقیم پر چل کر اپنے رب اکرم تک پہنچ جائیں اور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں بلیٰ کہہ کر جو عہدِ ربوبیت کر کے آئے تھے اسکو پورا کر کے اپنے رب کے سامنے سرخروئی کے ساتھ حاضر ہو جائیں۔

(۲) کرامت اور فضیلت میں فرق

کرامت اس صفت کو کہتے ہیں کہ جو کسی کی ذات میں بدون لحاظ غیر پائی جائے اور فضیلت اور فضل اس زیادتی کو کہتے ہیں کہ جو دوسرے کے لحاظ سے اس میں زیادہ ہو پس انسان با عتبار اپنی ماہیت اور حقیقت کے تمام مخلوقات سے اکرم اور افضل اور اشرف ہے جیسے عقل اور فہم و فراست اور حسن صورت یہ کرامت اور عزت سوائے انسان کے کسی مخلوق کو حاصل نہیں اور باعتبار اخلاق کاملہ اور اعمال فاضلہ کے بہت سی مخلوق سے افضل ہے مطلب یہ ہے کہ انسان امور خلقیہ اور طبعیہ اور ذاتیہ کے اعتبار سے سب مخلوق سے زیادہ مکرم اور محترم ہے اور باعتبار امور اکتسابیہ کے جن کو انسان خداداد عقل اور حواس سے حاصل کرتا ہے جیسے علوم حقہ اور عقائد صحیحہ اور اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ اس اعتبار سے انسان اکثر مخلوقات سے افضل اور برتر ہے کرامت کا دار و مدار چونکہ امور خلقیہ اور طبعیہ پر ہے جن میں انسان کے عمل اور کسب و اکتساب کو دخل نہیں اس لیے تکریم و کرامت میں مؤمن اور کافر سب شریک ہیں اور تفضیل کا دار و مدار فضائل کسبیہ پر ہے اس لیے تفضیل اہل ہدایت کے لیے مخصوص ہے ادراکات علوم حقہ اور اعمال صالحہ اور طاعات و قربات سے فرق مراتب قائم ہوتا ہے۔

www.ahlehaq.org

یہ تمام کلام امام رازی قدس اللہ سرہٗ کے کلام کی تفصیل ہے حضرات اہل علم اصل تفسیر کبیر ص ۴۳۳ جلد ۵ کی مراجعت کریں۔

(۳) شروع آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے بنی آدم کو تمام مخلوقات پر کرامت اور عزت بخشی اور اخیر آیت میں یہ فرمایا وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا: یعنی ہم نے بہت سی مخلوقات سے انسان کو فضیلت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ کل مخلوقات پر اس کو فضیلت دی اور لفظ کثیر کو مجمل رکھا اسکی کوئی تعیین نہیں فرمائی اس لیے علماء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ انسان کو سوائے ملائکہ (فرشتوں) کے سب پر فضیلت ہے اور یہ قول ابنِ عباسؓ سے مروی ہے اور زجاجؒ نے اسی کو اختیار کیا اور معتزلہ نے اس آیت کو اس بات کی دلیل قرار دیا کہ ملائکہ انبیاء کرام سے افضل ہیں جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ فرشتے انبیاء کرام سے افضل ہیں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بنی آدم اکثر مخلوقات سے تو افضل ہیں مگر ایک قلیل مخلوق ایسی ہے کہ بنی آدم ان سے افضل نہیں وہ قلیل مخلوق فرشتوں کی ہے کہ وہ تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔

علماء اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ یہ کہتے ہیں کہ خاص بشر یعنی انبیاء و مرسلین خواص ملائکہ و عوام ملائکہ سب سے افضل ہیں یعنی انبیاء مرسلین۔ جبرائیل و میکائیل اور ملائکہ مقربین وغیرھم سب سے افضل اور برتر ہیں اور عام ملائکہ عام بشر سے افضل ہیں یعنی باقی تمام فرشتے تمام آدمیوں سے افضل ہیں اور علماً اہل سنت سے ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اولیاء اور اتقیاء جیسے صدیقؓ اور فاروقؓ اور محدّث من اللہ عام ملائکہ سے افضل ہیں اختلاف اور دلائل کی تفصیل کے لیے کتاب اصول الدین للشیخ الامام صدر اسلام بزدوی ص ۲۰۲ دیکھیں اور مسامرہ شرح مسایرہ ص ۲۱۲ للشیخ کمال الدین ابن ابی اور شرح مسایرہ للشیخ قطلوبغا ص ۲۱۲ مطبوعہ مصر دیکھیں۔

علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ معتزلہ کا اس آیت یعنی وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا سے تفضیل ملائکہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں کہ ایک جنس کا دوسری جنس سے افضل ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ پہلی جنس کا ہر فرد دوسری جنس کے ہر فرد سے افضل اور بہتر ہے جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر مرد ہر عورت سے بہتر ہے سب کو معلوم ہے کہ حضرت حوّاؑ اور مریمؑ، عائشہ صدیقہؓ اور خدیجۃ الکبریٰؓ سے اور عائشہ صدیقہؓ اور فاطمۃ الزہراءؓ بہت سے مردوں سے بہتر ہیں مجموعی طور پر اگر جنس ملائکہ جنس بشر سے ——— افضل ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنس ملائکہ کا ہر فرد یعنی ہر فرشتہ ہر فرد حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین سے بھی افضل ہو خصوصاً جب کہ دلائل قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کے سر پر تاج خلافت رکھا اور انکو مسجود ملائک بنایا اور فرشتوں سے بڑھ کر انکو علم عطا کیا جیسا کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ سے واضح ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی افضلیّت کی ایک وجہ انکی علمی عظمت و فضیلت اور برتری تھی اور ابلیس

www.ahlehaq.org

کا یہ کہنا کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اور نیز اسکا کہنا اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ وغیرہ وغیرہ یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ ابلیس نے سجدہ کے حکم کو آدم علیہ السّلام کی افضلیت کی دلیل سمجھا ورنہ اگر یہ حکم انکی افضلیت کی دلیل نہ ہوتا تو ابلیس سجدہ کرنے سے انکار نہ کرتا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو یہ حکم دینا کہ آدم کو سجدہ کرو اس سے مقصود حضرت آدمؑ کی فضیلت کا اظہار کرنا تھا کہ آدمؑ تم سب سے افضل ہیں اہل سنت کی طرف سے معتزلہ کا جواب دراصل قاضی بیضاویؒ نے دیا ہے اور شارحین نے اسکی تفصیل کر دی ہے اس ناچیز نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب تفسیر بیضاوی اور اسکے حواشی اور شرح سے ماخوذ ہے۔

حضرات اہل علم حاشیہ شہاب[1] خفاجی علیٰ تفسیر بیضاوی ص ۴۹ جلد ۶ دیکھیں نیز حاشیہ تتوی علی البیضاوی ص ۲۷۲ جلد ۴ بھی ضرور دیکھیں اسمیں بھی اس مضمون کی تشریح اور تفصیل کی ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی تفسیر جلالین میں یہی جواب دیا اسکی تشریح کے لیے حاشیہ جمل اور حاشیہ صاوی دیکھیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ معتزلہ کے نزدیک ملائکہ، انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں اور جمہور اہل سنت اشعریہ اور ماتریدیہ کے نزدیک انبیاء اور مرسلین تمام ملائکۂ سموات وارضین سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ (باستثناء رسل بشر) باقی تمام فرشتوں سے افضل ہیں اور تمام اولیاء اور اتقیاء بشر سے بھی افضل ہیں بہرحال جمہور اہل سنت کا مسلک یہی ہے کہ عامہ ملائکہ عامہ اولیاء بشر سے افضل ہیں رہے بنی آدم کے فساق وفجار تو وہ حکم میں حیوانات اور بہائم کے ہیں۔

اور بعض اشاعرہ وماتریدیہ اس طرف گئے ہیں کہ انبیاء کرام کے علاوہ اولیاء اور اتقیاء اور ائمۂ دین اور علماء ربانیین عام فرشتوں سے افضل ہیں اور عام فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو رسل ملائکہ کے علاوہ ہیں اور امام ابوحنیفہؒ ابتدا میں تفضیل ملائکہ علی البشر کے قائل تھے بعد میں اس سے رجوع کیا اور تفضیل انبیاء علی الملائکہ کے قائل ہوئے اور اس بارہ میں امام ابوحنیفہؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ انبیاء اور ملائکہ کے باہمی تفاضل اور مفاضلہ میں توقف کیا جائے اس لیے کہ اس بارہ میں دلائل متعارض ہیں لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سکوت کیا جائے۔

(دیکھو شرح عقیدۂ طحاویہ ص ۲۳۸ ص ۲۴۰ اور نبراس شرح شرح عقائد نسفی ص ۶۰۲)

[1] اصل عبارت اس طرح ہے۔

ظاهر الآية يدل على تفضيل الملك على البشر وهو مخالف للمشهور من مذهب اهل السنة فدفعه المصنف بان تفضيل جنس على جنس آخر لا يقتضى تفضيل كل فرد منه على كل فرد من الآخر فلا ينافى ذالك تفضيل بعض افراد البشر على كل الملك اوعلى بعضه على مذهبين فى المسئلة الخ

(كذافى حاشية الشهاب على تفسير البيضاوى ج ۶ ص ۴۹)

www.ahlehaq.org

امام ابو منصور ماتریدیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اس بارہ میں سکوت کیا جائے ہمیں حقیقت حال کا علم نہیں اور نہ ہمیں اسکی ضرورت ہے اس لیے بہتر ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ کے حوالے اور سپرد کیا جائے

(دیکھو حاشیہ خیالی بر شرح عقائد ص ۲۸۰ جلد ۲)

معذرت بقدر ضرورت اس مسئلہ کو لکھ دیا گیا مزید تفصیل کی نہ ہمت ہے اور نہ عام ناظرین کو اسکی ضرورت ہے حضرات اہل علم اگر مزید تفصیل چاہیں تو شرح عقیدۂ طحاویہ ص ۲۲۵ تا ص ۲۴۵ اور شرح عقیدۂ سفارینیہ از ص ۳۸۰/۲ ج تا صفحہ نمبر ۳۹۹/۲ ج دیکھیں۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ

جس دن ہم بلاویں گے ہر فرقے کو، ساتھ اُن کے سردار کے سو جس کو ملا

كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

اس کا لکھا اس کے داہنے میں سو پڑھتے ہیں اپنا لکھا اور ظلم نہ ہوگا اُن پر

فَتِيْلًا ۝۷۱ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

ایک تاگے کا اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا سو پچھلے جہان میں اندھا ہے

اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۷۲

اور زیادہ دور پڑا راہ سے

بیان فرق مراتب در روز قیامت

قال اللہ تعالیٰ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ اِلٰی وَاَضَلُّ سَبِيْلًا

لہ قال الامام ابو منصور الماتریدی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ امام الکلام فی تفضیل البشر علی الملائکۃ والملائکۃ علی البشر فانا لا نتکلم فیہ لانا لا نعلم ذالک ولیس لنا الیٰ معرفتہ حاجۃ فنکل الامر فیہ الی اللہ تعالیٰ وذالک مثل الکلام بین الانبیاء والرسل وانقیاء الحق وبین الملائکۃ وتفضیل ھٰؤلاء علی ھٰؤلاء فنفوض ذالک الی اللہ تعالیٰ (انتہی کلامہ)

(حاشیہ خیالی بر شرح عقائد ص ۲۸۰ جلد ۲ مطبوعہ مصر)

www.ahlehaq.org

(ربط) گزشتہ آیات میں انسان کے دنیوی حالات بیان فرمائے اب اسکے بعد کچھ اخروی حالات بیان کرتے ہیں جہاں فرق مراتب کا ظہور ہوگا کہ نیک لوگوں کے نامہائے اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں اور انسان کی حقیقی تکریم وتفضیل اس دن ظاہر ہوگی۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو جب ہم ہر فرقہ کو اسکے پیشوا سمیت بلائیں گے یعنی ہر امت اپنے نبی اور کتاب کے ساتھ بلائی جائے گی اور جو نبی کو نہیں مانتے وہ اپنے سرداروں کے ساتھ بلائے جائیں گے جن کو وہ اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے تھے اسکے بعد تمام آدمیوں کے اعمالنامے ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے پس جس کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ اہل ایمان ہوں گے سو یہ لوگ خوشی سے اپنے اعمال نامے کو بار بار پڑھیں گے اور دوسروں سے یہی کہیں گے کہ میرے اعمالنامے کو دیکھو هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ اور ان پر ایک تاگے کے برابر ظلم نہ کیا جائے گا یعنی ایمان اور اعمالِ صالحہ کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ زیادہ ہی ملے گا اور جو شخص اس دنیا میں راہ خدا سے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی جنت کی طرف سے اندھا رہے گا یعنی نجات کی راہ نہ دیکھے گا اور بلکہ بہ نسبت دنیا کے زیادہ گم گشتہ راہ ہوگا کیونکہ دنیا میں بینا ہونا ممکن تھا کہ راہ حق اس کو نظر آجاتی اور صراطِ مستقیم پر چل پڑتا اور آخرت میں تو بینائی کی استعداد ہی —— زائل ہوگئی اور وقت ہاتھ سے نکل گیا۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ

اور وہ تو لگے تھے کہ تجھ کو بچلا دیں (پھیر دیں) اس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف

عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ

تا باندھ لاوے تو اسکے سوا اور تب پکڑتے تجھ کو دوست اور اگر یہ نہ ہوتا کہ

ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا

ہم نے تجھ کو ٹھہرا رکھا تو تو لگ ہی جاتا جھکنے انکی طرف تھوڑا سا تب

لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا

مقرر چکھاتے ہم تجھ کو دونا مزہ زندگی میں اور دونا مرنے میں، پھر نہ پاتا

تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ

تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والا۔ اور وہ تو لگے تھے گھبرانے تجھ کو اس

www.ahlehaq.org

مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ

زمین سے کہ نکال دیں تجھ کو یہاں سے اور تب نہ ٹھہریں گے تیرے پیچھے

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا

مگر تھوڑا دستور پڑا ہوا ہے ان رسولوں کا، جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع ۸

اور نہ پاوے گا تو ہمارے دستور میں تفاوت

ذکر عداوت کفّار با سیّد الابرار، در امور دینیہ و دنیویہ و وعدۂ عصمت و حفاظت

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ ... الیٰ ... وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا

(ربط) گزشتہ آیات میں کفار کی تکذیب کا بیان تھا کہ وہ آپؐ کی تکذیب کرتے ہیں اب ان آیتوں میں انکی عداوت کا بیان ہے کہ وہ دین میں بھی آپؐ کے دشمن تھے آپؐ کو اپنی خواہشوں پر مجبور کرنا چاہتے تھے کہ آپؐ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں یا اس پر قدرے سکوت کریں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس سے محفوظ رکھا اور دنیا میں بھی آپؐ کے دشمن تھے اور آپؐ کو مکہ سے نکالنا چاہتے تھے مگر خیریت ہوئی کہ وہ نکالنے پر قادر نہ ہوئے اللہ نے آپؐ کو وہاں سے ہجرت کرنے اور نکل جانے کا حکم دیا اور خدا نے دشمنوں کی آنکھیں ایسی خیرہ کر دیں کہ آپؐ انکے سامنے سے گزر کر صحیح سالم نکل کر راہی مدینہ ہوئے غرض یہ کہ ان آیات میں کفّار کی عداوت کا ذکر فرمایا اور آپؐ کو تسلی دی کہ آپ گھبرائیں نہیں دین اور دنیا میں ہم آپ کے محافظ اور نگہبان ہیں یہ دشمن آپؐ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور یہ کافر قریب ہیں اس بات کے کہ آپؐ کو فریب اور دھوکہ دے کر آپ کو اس چیز سے بچلا دیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے یعنی یہ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ آپؐ کو فریب دے کر فتنہ کی طرف مائل کریں تاکہ آپ اس وحی کے سوا دوسری بات ہم پر افترا کریں کیونکہ انکی خواہش پر چلنا اور انکی درخواست پر عمل کرنا در پردہ اللہ پر افترا ہے اور ایسی حالت

www.ahlehaq.org

ہیں وہ تجھ کو ضرور اپنا دوست، ولی بنا لیتے مگر اللہ کے فضلِ عظیم نے تجھ کو ان کی طرف التفات کرنے سے محفوظ رکھا اور اگر ہم تجھ کو حق پر ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا تو انکی ہدایت کی حرص وطمع میں کچھ تھوڑا سا انکی طرف جھک جاتا مگر خدا تعالیٰ کی تثبیت وتائید سے آپؐ انکی طرف کچھ جھکنے کے قریب بھی نہیں ہوئے "رکون" کے معنیٰ لغت میں میلان قلیل کے ہیں اور کلمہ لَوْلَا انتفاء کے بیان کے لیے آتا ہے یعنی اگر امر اوّل نہ ہوتا تو امر دوم ہوتا ولیکن امر اول کے وجود سے امر دوم وجود میں نہیں آیا لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے نبیؐ اگر اللہ تعالیٰ کی تثبیت آپؐ کے ساتھ نہ ہوتی تو آپ انکی جانب جھکنے کے قریب ہو جاتے۔

لیکن اللہ کی تثبیت ازلی آپؐ کے ساتھ تھی اس لیے آپؐ کچھ بھی انکی طرف جھکنے کے قریب بھی نہ ہوئے یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی صریح دلیل ہے کہ تثبیت غیبی نے آپؐ کی حفاظت کی کہ آپؐ اس فتنہ کے قریب بھی نہیں گئے اگر بالفرض والتقدیر ایسا ہوتا یعنی آپ انکی طرف تھوڑا سا بھی جھک جاتے تو ہم آپ کو دوہرا عذاب زندگی میں اور دُھرا عذاب مرنے کے بعد چکھاتے "وجن کا مرتبہ سوا انکی مشکل بھی سوا ہے" کیونکہ تیرا مرتبہ سب سے عالی ہے اس لیے تیری تھوڑی خطا بھی بہت ہے جیسا کہ ازواج مطہرات کا مرتبہ بہت بلند ہے انکے بارے میں یہ آیا ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ۔ پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے یعنی اگر آپؐ انکی طرف کچھ بھی جھک جاتے تو ہمارے عذاب سے آپؐ کو کوئی بچا نہ سکتا۔

امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ اے اللہ پلک کے جھپکنے کی مقدار بھی مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کیجیے۔ آمین،

الٰہی بر رہ خود دار مارا ∴ دمے بانفس مامگذار مارا

اس آیت میں کفار کی طرف سے پیش آنے والے فتنہ کا ذکر تھا کہ اللہ نے آپؐ کو اس سے محفوظ رکھا اب آئندہ آیت میں کفار کی عداوت اور انکی طرف سے پیش آنے والی جسمانی مضرت سے حفاظت کا ذکر فرماتے ہیں۔

اور اے نبیؐ وہ کفار قریب ہی آگئے تھے کہ تجھ کو ستا ستا کر زمین مکہ سے دل برداشتہ کر دیں تاکہ تجھ کو اس زمین سے نکال دیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ خود بھی تیرے بعد چند روز سے زیادہ وہاں نہ رہنے پاتے مشرکین مکہ آپؐ کو مکہ سے نکالنا چاہتے تھے مگر وہ نہ نکال سکے بلکہ خود آپؐ نے اللہ کے حکم سے مکہ سے ہجرت کی اور جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ویسا ہی ہوا جن مشرکوں نے آپؐ کو مکہ سے نکالا وہ ہجرت کے ایک سال بعد مکہ میں نہ رہنے پائے بلکہ غزوۂ بدر میں

www.ahlehaq.org

فی النار والسقر: ہوتے ہماری یہی روش ان رسولوں میں رہی جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجا جب کسی امت نے اپنے رسول کو نکالا تو اسکے بعد وہ امت بھی وہاں نہ رہی بلکہ ہلاک ہوئی اور اے نبیؐ آپؐ ہماری روش میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے یعنی یہ اللہ کی قدیم سنت ہے کہ جب کسی قوم نے نبی کو بستی میں نہیں رہنے دیا تو وہ بستی والے بھی وہاں نہ رہے۔

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ

کھڑی رکھ نماز سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے

اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ

تک ، اور قرآن پڑھنا فجر کا بے شک قرآن پڑھنا فجر کا

كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً

ہوتا ہے رو برو اور کچھ رات جاگتا رہ اس میں یہ بڑھتی (فائدہ)

لَّكَ ۖ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ

ہے تجھ کو، شاید کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب تعریف کے مقام میں اور کہہ

رَّبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ

اے رب! پیٹھا (داخل کر) مجھ کو سچا پیٹھانا (داخل کرنا) اور نکال مجھ کو سچا

صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾

نکالنا اور بنا دے مجھ کو اپنے پاس سے ایک حکومت کی مدد

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

اور کہہ، آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے

زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ

والا اور ہم اُتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ چنگے ہوں اور مہر

www.ahlehaq.org

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ

ایمان والوں کو اور گنہگاروں کو یہی بڑھتا ہے نقصان اور جب ہم

اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ

آرام بھیجیں انسان پر ، ٹلا جاوے اور ہٹاوے اپنا بازو اور جب لگے

الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ

اسکو برائی رہ جاوے آس ٹوٹا۔ تو کہہ ہر کوئی کام کرتا ہے اپنے ڈول پر سو تیرا رب

اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

بہتر جانتا ہے ، کون خوب سوجھا ہے راہ

حکم بہ مشغولی عبادت رب معبود و بشارت مقام محمود و تلقین

دعاء ہجرت و اشارہ بسوئے قیام آسمانی بادشاہت و سلطنت

قال اللّٰہُ تعالیٰ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ... الیٰ ... اَهْدٰى سَبِيْلًا

(ربط) گزشتہ آیات میں کفّار کی عداوت کا ذکر تھا اور اس بات کا ذکر تھا کہ کفّار آپؐ کو مکہ سے نکا لنا چاہتے ہیں اب ان آیات میں آپؐ کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کی عبادت میں مشغول رہیئے ان دشمنوں کی طرف التفات نہ کیجیئے اللہ تعالیٰ آپؐ کا حامی و ناصر ہے۔

تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ اور اشرف عبادت نماز ہے اس لیے اولاً فرض نمازوں کی تاکید فرمائی اور آخر میں نماز تہجد کا تاکّد عوام کے لیے نہیں بلکہ خواص کے لیے ہے بعد ازاں آپ کو مقام محمود کی بشارت دی عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا : جو بظاہر اس تہجد کی برکات میں سے ہے کہ عنقریب آپؐ کو اللہ تعالیٰ شافع حشر بنا کر مقام محمود میں کھڑا کر دے گا "مقام محمود" سے مراد مقام شفاعت ہے جو عزت و کرامت کا اعلیٰ ترین مقام ہے جو بنی آدم میں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نصیب نہیں شروع سورت میں اسراء اور معراج کی عزت و کرامت

www.ahlehaq.org

کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں مقام محمود کی عزت و کرامت
کا ذکر فرمایا اور چونکہ مشرکین مکہ آپؐ کو مکہ سے نکالنے
کے درپے تھے اس لیئے من جانب اللہ آپ
کو ہجرت کی دعا تلقین ہوئی وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا کیونکہ قضا و قدر نے ہجرت کو اسلام کی ترقی کا زینہ بنایا
اور جس آسمانی بادشاہت و سلطنت کا خدا تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا تھا، ہجرت کو اس کا پیش خیمہ
بنایا اس لیے آپؐ کو ہجرت کی دعا کا حکم ہوا اور وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا: میں
اسی بادشاہی و سلطنت کی طرف اشارہ ہے اور قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ میں اسلام کے ظہور
اور غلبہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ
الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ اور یہ قرآن جو نسخہ کیمیا، اور شفاء اور رحمت ہے اس کا پورا استعمال
اس وقت شروع ہوگا کہ جب بدر میں کفر کے سر پر اسلام کی ضربِ کاری لگے گی اور کفر کے غرور کا
نشہ کافور ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بخیر و عافیت آپؐ کو مدینہ منورہ پہنچا دیا اور ہجرت کے بعد
اسلام کی شان و شوکت یوماً فیوماً زائد ہونے لگی اور حق غالب ہوا اور باطل مضمحل ہوا مکہ فتح ہوگیا اور نجد
اور یمن کا تمام علاقہ اور حجاز کا علاقہ اسلام کے زیر نگیں آگیا اور شاہانہ طریقہ سے اللہ کے احکام جاری
ہونے لگے اور اہلِ اسلام اس نسخہ کیمیاء (قرآن کریم) کے استعمال سے ایسے شفایاب اور تندرست ہوئے
کہ قیصر و کسریٰ کا آپریشن کرنے کے لیے تیار ہوگئے اور جن ظالموں نے مال و دولت کے نشہ میں اس
نسخہ کیمیاء کے استعمال سے گریز کیا وہ کفر اور شرک کے زہریلے مادہ سے ہلاک ہوگئے اور وَاِذَآ اَنْعَمْنَا
عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ میں اشارہ اس طرف فرمایا کہ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ
جب خدا تعالیٰ کسی انسان پر انعام فرمائیں تو انسان کو چاہیئے کہ اپنے منعم سے مانوس ہو نعمتوں میں
مست ہو کر منعم سے متوحش نہ ہو۔

چنانچہ فرماتے ہیں قائم کر اے نبیؐ! نماز کو زوال آفتاب کے وقت سے لے کر رات کی
تاریکی کے چھا جانے تک اس میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء جیسا کہ حدیث سے اس
اجمال کی تفصیل ہوگئی اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک "دُلوک شمس" سے زوال آفتاب مراد ہے اور
مطلب یہ ہے کہ آفتاب ڈھلنے کے بعد رات کا کچھ حصہ گزر جانے تک کہ جب رات کی تاریکی افق
پر چھا جائے نمازیں ادا کریں اور بعض صحابہ و تابعین یہ کہتے ہیں کہ دلوک شمس سے غروب آفتاب
کے معنی مراد ہیں اس سے مغرب کی نماز مراد ہے اور غسق اللیل یعنی جب رات کی سیاہی افق
پر پھیل جائے اس وقت عشاء کی نماز پڑھو اور لازم کر لو قرآن کا پڑھنا فجر کی نماز میں اشارہ اس

www.ahlehaq.org

طرف ہے کہ فجر کی نماز میں قرآن زیادہ پڑھا جائے اور بہ نسبت اور نمازوں کے فجر کی نماز میں قرأت قرآن زیادہ طویل ہونی چاہیئے بے شک فجر کی قرأت یعنی نماز فجر محل حضور ملائکہ ہے اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ فجر اور عصر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں پس جو فرشتے شب کو تم میں رہے وہ عروج کرتے ہیں پس اللہ عزّ وجلّ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ کہتے ہیں کہ جب ہم انکے پاس گئے تھے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم نے انکو چھوڑا تب بھی نماز پڑھ رہے تھے اور چونکہ نماز صبح کا وقت نیند سے اٹھنے کا وقت ہے اس لیے نماز فجر کا حکم الگ بیان کیا پھر اسی کے متصل نماز تہجد کو بیان کیا جو شب کے اخیر میں پڑھی جاتی ہے اور خصوصی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا خطاب فرمایا۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبیؐ رات کے کچھ حصّہ میں قرآن کے ساتھ شب خیزی کرو یعنی رات کا کچھ حصّہ تہجد کے لیے مخصوص کر دو "تہجّد" ہجود سے مشتق ہے معنی ترک خواب کے ہیں یعنی رات کے کچھ حصّہ میں خواب سے بیدار ہو کر نماز میں قرآن پڑھا کرو یہ نماز تہجد کا حکم خاص تیرے لیے زیادہ ہے نماز پنجگانہ کے علاوہ خاص آپؐ کے لیے یہ حکم زیادہ ہے کہ آپؐ ضرور تہجد پڑھا کریں اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ آپؐ کو سب سے زیادہ بلند مقام عطا کریں گے لہٰذا آپؐ امید رکھیے کہ تیرا پروردگار تجھ کو ایک پسندیدہ مقام میں کھڑا کرے گا مقام محمود کے معنی مقام عزت کے ہیں۔

احادیث صحیحہ اور متواترہ سے ثابت ہے کہ آیت میں مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے اور اسکو محمود اس لیے کہتے ہیں کہ اس مقام میں کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کی عجیب وغریب حمد و ثناء کریں گے کہ جو کسی بشر کے دِل پر نہیں گذری ہوگی اور پھر اس مقام میں تمام اُمم اور اقوام عالم کے لیے شفاعت کریں گے تو تمام اولین اور آخرین آپ کی تعریف کریں گے جس کی مفصل کیفیت احادیث میں مذکور ہے۔

نکتہ آیت میں لفظ "عسٰی" امید دلانے کے لیے ہے اور درحقیقت وہ بشارت اور وعدہ ہے کیونکہ کریم کا امید دلانے کے بعد محروم کرنا یہ موجبِ عار ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ وہ امید دلانے کے بعد پھر نہ دے۔

فائدہ تہجّد ابتداء اسلام میں سب پر فرض تھا بعد میں امت سے اسکی فرضیّت منسوخ ہو گئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ تہجّد آپؐ کے حق میں خاص طور پر فرض رہا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپؐ پر فرض نہ رہا تھا اس لیے نَافِلَۃً لَّکَ کے دو معنی بیان کیے گئے ایک یہ کہ تہجّد خاص آپؐ کے لیے فرض زائد ہے دوم

www.ahlehaq.org

یہ کہ تہجد خاص آپؐ کے لیے فضیلت زائدہ اور زیادتیِ مرتبہ کا موجب ہے۔

تلقین دعاء ہجرت و بشارت قیام حکومت

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ.. الیٰ..اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

گزشتہ آیت میں ——— مقام محمود یعنی مقامِ شفاعت کے وعدہ اور بشارت کا ذکر تھا جو آخرت سے متعلق ہے اب اس آیت میں دارِ کفر سے دارِ امان کی طرف ہجرت کی دعا تلقین فرماتے ہیں اور ایک دنیوی بشارت دیتے ہیں کہ ہجرت کے بعد اسلام کی شان یوماً فیوماً بلند ہو گی اور عنقریب مکہ مکرمہ فتح ہو گا اور جزیرۃ العرب پر اسلام کی حکومت اور سلطنت قائم ہو جائے گی حق ظاہر ہو گا اور باطل مٹ جائے گا۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبیؐ آپ کفار مکہ کی عداوت سے پریشان نہ ہوں آپؐ تو یہ دعا مانگیں کہ اے میرے پروردگار داخل کر مجھ کو مقامِ صدق میں سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو دشمنوں کے نرغے سے سچا اور اچھا نکالنا یعنی مکہ سے اچھی طرح نکال اور اچھی طرح عزت کے ساتھ مدینہ میں داخل کر اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ عطا کر جو دین کے بارے میں میرا معین و مددگار ہو مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں میری اعانت اور امداد کر کہ یہاں سے نکلتے وقت اور دوسری جگہ داخل ہونے کے وقت بھی یعنی اس شہر سے مجھ کو آبرو کے ساتھ نکال اور کسی جگہ مجھ کو آبرو سے ٹھہرا دے اور ایسی حکومت اور ایسی سلطنت عطا فرما جو تیرے دین میں مدد دینے والی ہو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی مکہ سے اس خیر و خوبی اور خوش اسلوبی اور عزت و آبرو کے ساتھ آپؐ کو نکالا کہ دشمن دیکھتے ہی رہ گئے اور پھر نہایت عزت و آبرو کے ساتھ آپؐ کو مدینہ پہنچایا جہاں سے حق کا بول بالا ہوا اور مدینہ کے لوگ آپؐ کے انصار اور یار و مددگار بنے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اسلام کی حکومت اور سلطنت قائم ہوئی اور دعا وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا: کا ظہور ہوا۔

اور اے نبیؐ! جب مکہ فتح ہو جائے اور اللہ کی فتح اور نصرت اور من جانب اللہ سلطانًا نصیرا کو آپؐ دیکھ لیں تو اس وقت یہ کہنا آگیا حق اور صدق یعنی دین اسلام اور نابود ہوا دین باطل یعنی کفر اور شرک سرزمین عرب سے دُم دبا کر بھاگ نکلا اور بے شک وہ تو تھا ہی مٹنے والا باطل کو اگرچہ کسی وقت میں دولت و صولت حاصل ہو جائے تو وہ چند روزہ ہے جیسے کوڑا کرکٹ بظاہر اگرچہ پانی کے اوپر نظر آئے تو اس کا اعتبار نہیں وہ عارضی ہے جامع ترمذی میں ادخلنی اور اخرجنی کی تفسیر ہجرت کے ساتھ آئی ہے اور قُلْ جَآءَ الْحَقُّ سے فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آپؐ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو تین سو ساٹھ بُت اس کے اندر

www.ahlehaq.org

رکھے ہوتے تھے ہر قوم کا الگ بت تھا آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے بتوں کو کوچہ دیتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔ (اور آئندہ نہ باطل ابتداءً پیدا ہوگا اور نہ لوٹے گا)۔

آپؐ یہ پڑھتے جاتے تھے اور بت منہ کے بل اُوندھا ہوتا جاتا تھا حق جل شانہٗ نے باطل کی مغلوبی اور سرنگونی لوگوں کو بچشم سر مشاہدہ کرادی اور غلبۂ حق کی جو پیش گوئی کی تھی اسکا نظارہ کرادیا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آیت کریمہ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ : کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مکہ معظمہ سے نکال کر باعزاز واکرام مدینہ طیبہ پہنچایا نیز قتادہؓ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حدود اور احکام شریعت بدون قوت اور سلطنت اور امارت محفوظ نہیں رہ سکتے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔

حکومت اور امارت اعزازِ الٰہی ہے جو اس نے بندوں کو عطا کیا ہے اور اگر حکومت اور امارت نہ ہوتی تو بعض لوگ بعض کو تباہ و برباد کر دیتے اور قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا حسن بصریؒ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم ملک فارس اور روم کافروں سے چھین کر تم کو دیں گے ان دعاؤں کی تلقین سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و بشارت دینا ہے کہ آپؐ کفار و فجار کی ستم رانیوں سے گھبرائیں نہیں یہ باطل کا چند روزہ غلغلہ ہے بالآخر دین حق غالب و سربلند ہو کر رہے گا اور کفر ذلیل و خوار و سرنگوں ہوگا اور اے کافرو! تمہاری تدبیریں کارآمد نہ ہوں گی لہٰذا اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو کفر و عناد کو چھوڑ دو اور طبیب روحانی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نسخۂ شفاء یعنی (قرآن کریم) تمہارے لیے لے کر آئے ہیں اس کا استعمال کرو اور دیکھو کہ ہم نازل کرتے ہیں قرآن[1] سے وہ چیز کہ جو امراض باطنی کے لیے شفاء ہے جس سے دل کے شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں اس کے ماننے والوں کے لیے اور پھر اس کا استعمال کرنے والوں کے لیے رحمت ہے کہ اس نسخۂ شفاء کو پیتے ہی چنگے ہو گئے اور دلوں کی

[1] اشارہ اس طرف ہے کہ من القرآن کا "من" بیانیہ ہے ماھو شفاء کا بیان مقدم ہے اہتمام کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مبیّن طویل تھا اس لیے بیان کو مبین پر مقدم کر دیا گیا اور مطلب یہ ہے کہ سارا ہی قرآن شفاء ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ "من" تبعیض کے لیے ہے اور تبعیض کا یہ مطلب نہیں کہ بعض قرآن شفاء ہے اور بعض شفاء نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کا نزول تدریجًا ہو رہا ہے لہٰذا جس قدر حصّہ نازل ہوا وہ بلاشبہ شفاء ہے اس اعتبار سے من بیانیہ اور من تبعیضیہ کا مآل ایک ہو جائے گا باعتبار معنی کے دونوں میں کوئی فرق نہ رہے گا (دیکھو حاشیہ تتوی علی التفسیر البیضاوی ص ۸۱)

www.ahlehaq.org

ساری بیماریاں دور ہوگئیں اور سارے شک و شبہے مٹ گئے اور نہیں زیادتی کرتا یہ قرآن ان ظالموں کے حق میں سوائے خسارہ اور نقصان کے کسی اور چیز کو چونکہ تمرد اور عناد میں مبتلا ہیں اس لیے قرآن سُن کر جوش عداوت میں آجاتے ہیں اور استہزاء اور تمسخر پر اُتر آتے ہیں لہٰذا بجائے رحمت کے لعنت اور بجائے شفاء کے مرض پیدا ہوتا ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔

اب آئندہ آیت میں اس خسارہ کا سبب بیان کرتے ہیں کہ انسان مال و منال اور جاہ و جلال کی محبت میں غرق ہے تکبر اور قساوت قلبی کی بیماری میں مبتلا ہے اور منعم حقیقی سے بے تعلق ہوگیا ہے اس لیے کوئی دَوا اسکے حق میں کارگر نہیں ہوتی چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور یہ قرآن جو شفاء اور رحمت کا سبب تھا وہ مرض اور خسارہ کا سبب کیسے بنا اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں یعنی صحت اور مال دیتے ہیں تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمت کو ہمارے قرب اور رضا کا ذریعہ بنائے تو وہ بجائے قریب ہونے کے ہم سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو ہم سے دور کرلیتا ہے یعنی نعمت ملنے کے بعد منعم حقیقی سے پہلو تہی اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے یہ کنایہ تکبر سے ہے اور جب اسکو کوئی تکلیف اور سختی پہنچتی ہے یعنی زمانہ کے حوادث اور مصائب میں سے کوئی چیز اسکو لاحق ہوتی ہے تو وہ بالکل مایوس (ناامید) ہوجاتا ہے کہ اب اسکو کوئی خیر اور بھلائی نہیں ملے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر آدمی کو نعمت اور دولت ملتی ہے تو وہ اس پر مغرور ہوکر منعم حقیقی کو یعنی خدا تعالیٰ کو بالکل بھول جاتا ہے اور اگر دنیا سے محروم ہوا تو اس پر غم اور افسوس چھا جاتا ہے اور خدا کی رحمت سے بالکل ناامید ہوجاتا ہے پس جو دنیا کا ایسا شیدائی اور فدائی ہوگیا وہ قرآن کی نعمت اور رحمت کو کیا جانے اور کیا سمجھے ان بندگانِ شکم کے حق میں قرآن جیسے نسخۂ شفاء کے اسرار و حِکَم عبث ہیں آپؐ کہہ دیجیے کہ یہ قرآن گو تمہارے نزدیک عبث ہو مگر ہمارے نزدیک عبث نہیں ازلی سعادت اور شقاوت کے ظہور کا ذریعہ ہے اس لیے کہ ہر ایک اپنی طبیعت اور فطرت اور روحانی مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے شکر کرنے والا اور کفر کرنے والا جو بھی عمل کرتا ہے وہ عمل اسکی روح کے ہم شکل ہوتا ہے ہم نے اپنی حکمت سے مخلوق کو مختلف الانواع بنایا کسی کی فطرت میں نیکی ودیعت رکھی اور کسی کی فطرت میں برائی رکھی ہر ایک اپنی فطرت اور جبلت کے مطابق عمل کرتا ہے پس قرآن کے ماننے نہ ماننے سے انسان کی اس پوشیدہ استعداد اور صلاحیت کا ظہور ہوجاتا ہے اس سے اگر اعمال خیر کا صدور ہوا تو دنیا نے سمجھ لیا کہ یہ نیک جبلت ہے اور اگر اس سے اعمالِ شر کا صدور ہوا تو دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ شخص بدجبلت ہے باقی تمہارا پروردگار پہلے ہی سے خوب جانتا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے کون زیادہ ٹھیک راہ پر جارہا ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہمیں تمہاری سعادت اور شقاوت کا پہلے ہی سے علم ہے یہ قرآن ہم نے تم پر الزام

www.ahlehaq.org

جنّت کے لیے نازل کیا ہے جیسا عمل کروگے اسکے مطابق تم کو جزاء دے گا قال اللّٰہُ تعالیٰ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنَّا عَامِلُوْنَ وَانْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ

پس جب معلوم ہو گیا کہ خیر و شر کا مبداء اور منشاء انسان میں اسکی روح اور اسکی فطرت اور جبلت ہے جسم سے روح کے مطابق اعمال سرزد ہوتے ہیں اس لیے آئندہ آیت میں روح کے متعلق سوال کا ذکر کرتے ہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو تو کہہ روح ہے میرے رب

رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵ وَلَىِٕنْ

کے حکم سے اور تم کو خبر دی ہے تھوڑی سی اور اگر ہم

شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ

چاہیں لے جاویں جو چیز تم کو وحی بھیجی، پھر تو نہ پاوے اسکے

بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝۸۶ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ

لادینے کو ہم پر کوئی ذمہ لینے والا مگر مہربانی سے تیرے رب کی اسکی بخشش تجھ پر

كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝۸۷

بڑی ہے

ظالموں کے ایک معاندانہ سوال کا جواب

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ... اِلٰی ... اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا

(ربط) گزشتہ آیت وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا : میں جن ظالموں کی عداوت کا ذکر فرمایا یہ ظالم قرآنِ عظیم اور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم پر طرح طرح کی نکتہ چینیاں کرتے تھے ازاں جملہ یہ ہے کہ ایک بار قریش نے باہم فیصلہ اور مشورہ کیا کہ یہود اہل علم اور اہل کتاب ہیں ان سے دریافت کرکے کوئی بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایسی پوچھنی ہے کہ جس کا جواب آپ سے نہ بن سکے چنانچہ

www.ahlehaq.org

قریش نے یہود سے دریافت کرنے کے لیئے کچھ لوگوں کو مدینہ بھیجا انہوں نے مشرکین سے کہلا بھیجا کہ وہ آپؐ سے تین باتیں پوچھیں ۔

(۱) روح کی بابت سوال کرو۔

(۲) اصحاب کہف کا حال دریافت کرو کہ وہ کون تھے اور کیوں غائب ہو گئے ۔

(۳) ذوالقرنین کا حال پوچھو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا اور اس نے کیا کیا ؟

اور یہود نے کہلا بھیجا کہ آپؐ سے یہ تین باتیں پوچھیں پس اگر آپؐ ان سب باتوں کا جواب دیں یا ان میں سے کسی کا بھی جواب نہ دیں تو آپؐ نبی نہیں اور اگر آپؐ ان سب باتوں کا جواب دیں اور تیسری بات (روح) کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو کہ وہ نبی ہیں کیونکہ روح کی کیفیت کسی آسمانی کتاب میں مذکور نہیں اور توریت میں ہے کہ روح کی حقیقت سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں پس اگر آپؐ روح کی حقیقت نہ بیان کریں تو سمجھ لو کہ آپؐ نبی ہیں ۔

چنانچہ ان لوگوں نے مکہ واپس آکر آپؐ سے یہ سوالات کیئے ایک سوال روح کا کیا کہ وہ کیا ہے اس سوال کا جواب تو اس آیت میں مذکور ہے اور باقی دونوں سوالوں کے جواب دوسرے مقام پر مذکور ہیں ۔ آیت کا یہ شان نزول مذکورہ سطور بالا ابن عباسؓ سے منقول ہے اور یہی قرینِ قیاس ہے کیونکہ یہ تمام سورت مکی ہے اور مکہ ہی میں اتری اور بخاری کی بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال یہود نے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کے لیئے کیا اس قول کی بنا پر یہ آیت مدنی ہو گی اسی وجہ سے اس آیت کے مکی اور مدنی ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ممکن ہے کہ اس آیت کا نزول مکرّر ہو پہلی بار قریش کے سوال پر آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور پھر جب یہود نے مدینہ میں آپؐ سے روح کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت دوبارہ مدینہ میں یہود کے سوال پر نازل ہوئی ۔

(ربط دیگر) گزشتہ آیت میں بطور تہدید مشرکین کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ اے نبی کریمؐ! آپ ان ظالموں سے بطور تہدید کہہ دیجیئے کہ ہر ایک شخص خواہ وہ سعید ہو یا شقی اپنی فطرت اور جبلت کے مطابق عمل کرتا ہے جو اسکی جوہر روح کے ہم شکل ہوتا ہے ہر شخص کا عمل اور ہر جسم کا ہر فعل اسکی روح اور اس کے روحانی مزاج اور طبیعت کے مشاکل اور مماثل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو تمہاری سعادت اور شقاوت کا پہلے ہی سے علم ہے قرآن کریم کو تم پر اتمام حجّت کے لیے اور تمہاری روح میں جو صلاحیّت اور استعداد پوشیدہ ہے اس کے اظہار کے لیے نازل کیا ہے کہ جس نے قرآن کی ہدایت کو قبول کیا اور اس نسخۂ شفا کو استعمال کیا معلوم ہوا کہ اسکی روح سعید ہے اور جس نے اس نسخۂ شفاء سے منہ موڑا وہ شقی ہے اللہ نے جس فطرت اور جبلّت پر تم کو پیدا کیا ہے وہ پہلے ہی تم سے خوب آگاہ ہے تم اگر اپنی سعادت و شقاوت کو جاننا چاہتے ہو تو اس کا معیار یہ نسخۂ شفاء اور نسخۂ ہدایت ہے اور خوب سمجھ

www.ahlehaq.org

لو کہ یہ قرآن کیمیاء سعادت ہے اس لیے آئندہ آیت میں روح کے متعلق سوال کا ذکر فرماتے ہیں۔

اے نبیؐ یہ لوگ آپؐ سے امتحاناً روح انسانی کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکی حقیقت اور کنہ کیا ہے جس سے انسان کی زیست متعلق ہے سو آپؐ انکے جواب میں کہہ دیجیے کہ تمہارے لیے اجمالی طور پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ روح ایک خاص چیز ہے کہ جو میرے پروردگار کے حکم سے پیدا ہوئی ہے جب اسکے حکم سے بدن میں جان ڈالی جاتی ہے تو بدن جی اٹھتا ہے اور جب اسکے حکم سے نکال لی جاتی ہے تو مر جاتا ہے اور باقی اسکی مفصّل حقیقت اور اصل کنہ اور ماہیت کی معرفت کا تو خیال بھی نہ کرنا اس لیئے کہ تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے صرف چند چیزوں کی چند صفات اور چند کیفیات کا تھوڑا سا علم بقدر ضرورت اور بطور عاریت چند روز کے لیے تم کو دیا گیا ہے اور اکثر چیزوں کا علم تم سے مخفی رکھا گیا ہے جہاں نہ تمہارے حواس ظاہرہ کی رسائی ہے اور نہ حواسِ باطنہ کی پس روح کو بھی اسی کثیر یعنی ان ہی بے شمار چیزوں میں داخل کر لو جن کا تم کو بالکل علم نہیں تمہارا مبلغ علم صرف اتنا ہے کہ تم حق تعالیٰ کے عطا کردہ حواس سے کچھ شدھ بدھ حاصل کر لیتے ہو باقی اصل حقیقت اور کنہ تمہیں کسی چیز کی بھی معلوم نہیں صرف چند مادی چیزوں کے صفات اور چند کیفیات کا تم کو کچھ علم حاصل ہوا ہے جس پر فلاسفہ اور سائنس دان اِترا رہے ہیں فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ :

اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تھوڑا بہت علم جو ان کو ملا ہے وہ بطور عاریت ہے جس طرح انسان کا نفس وجود اسکا ذاتی نہیں بلکہ من جانب اللہ لباسِ عاریت ہے اسی طرح انسان کا علم اور ادراک بھی اسکا ذاتی نہیں بلکہ وجود کی طرح چند روزہ عاریت ہے اور تنبیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھول چوک ساتھ لگا دی ہے تاکہ یہ نادان انسان اپنے آپ کو اس علم و ادراک کا مالک نہ سمجھے۔

حضرت امام قرطبی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ روح کے علم کو انسان سے پوشیدہ رکھا کہ انسان کو اپنا عاجز اور قاصر ہونا معلوم ہو جائے کہ میں اس درجہ قاصر ، ہوں کہ اپنی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتا اور اپنی روح کو بھی نہیں جان سکا جس سے میری زندگی ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو خداوند دوجہاں کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔

(تفسیر قرطبی ص ۴ ۳۲ جلد ۱۰)

حق تعالیٰ نے انسان کو قلیل علم اور معرفت سے سرفراز فرمایا مگر اس کو خود اپنی حقیقت کی معرفت سے محروم کر دیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ روح عالم امر کی ایک خاص چیز ہے جو تمہاری عقل اور ادراک سے بالا ہے تم کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے اس علم قلیل کے ذریعہ سے تم دنیا کی چند چیزوں کو کچھ سمجھ لیتے ہو عالم آخرت اور عالم غیب کی چیزوں کو کیا جانو اور کیا سمجھو يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ

www.ahlehaq.org

غَافِلُوْنَ تمہارے علم کا حال تو یہ ہے کہ تم پانی اور خاک کی حقیقت سے بھی واقف نہیں تم روح اور جان کو کیا جانو روح کے متعلق خدا تعالیٰ اور اسکے رسولؐ نے جتنا بتلا دیا اتنا جان سکتے ہو اس سے زائد کچھ نہیں جان سکتے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ∴ کہ جاہا سپر باید انداختن

انسان اپنی عقل اور فکر سے فقط اشیاء کے وجود کو معلوم کر سکتا ہے خواہ وہ اشیاء محسوس ہوں یا غیر محسوس مگر انکی کنہ اور اصل حقیقت کو نہیں جان سکتا کہ آگ اور پانی موجود ہے مگر انکی اصل حقیقت نہیں بتلا سکتا کہ وہ کیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اسکے کچھ اوصاف بتلا دے گا اور اگر وہ شئے مرکب ہوئی تو اسکے کچھ اجزاء کی تشریح کر دے گا اور اپنا اندازہ اور تخمینہ بتلا دے گا مگر ان اجزاء کی پوری حقیقت اور اصل ماہیّت اور انکی پوری کمیّت اور پوری کیفیت نہیں بیان کر سکے گا انسان صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ پانی میں آکسیجن اور ہائیڈروجن ہے مگر جب اس سے یہ پوچھو کہ آکسیجن اور ہائیڈروجن کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے تو نہیں بتلا سکے گا فلاسفۂ جدید وقدیم جو سماعت اور بصارت اور فہم وفراست اور جہالت وحماقت کے وجود کے بلا اختلاف قائل ہیں مگر سماعت اور بصارت کی حقیقت اور کیفیت کے بیان کرنے میں حیران وسرگردان ہیں اور فہم وفراست اور جہالت اور حماقت کی حقیقت بتلانے سے عاجز اور درماندہ ہیں آج تک کوئی بڑے سے بڑا حکیم اور فلسفی اور کوئی بڑے سے بڑا سائنس دان یہ نہیں بتلا سکتا کہ فہم و فراست اور جہالت وحماقت کی اصل حقیقت اور اسکی کنہ اور ماہیّت کیا ہے پس جب کہ انسان ان چیزوں کی حقیقت نہیں بتا سکتا کہ جو روزمرّہ اسکے مشاہدہ اور تجربہ میں آتی رہتی ہیں تو اسی طرح یہ بھی سمجھو کہ انسان اپنی عقل سے روح کے وجود کو تو معلوم کر سکتا ہے مگر اسکی حقیقت کو معلوم نہیں کر سکتا اور کسی شئے کے وجود کا محض اس لیے انکار کر دینا کہ ہمیں اسکی حقیقت معلوم نہیں ہوئی یا ہم نے اپنی آنکھوں سے اسکا مشاہدہ نہیں کیا کھلی ہوئی بے عقلی اور نادانی ہے ابتداء آفرینش عالم سے لے کر اب تک عالم کے کل عقلاء نے مجموعی طور پر جن چیزوں کو جانا ہے وہ محدود ہیں اور نہایت معدود ہیں اور جن چیزوں کو نہیں جانا اور نہیں پہچانا وہ غیر محدود اور لامتناہی ہیں اور محدود کو غیر محدود سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہے اس لیئے کہ سمندر خواہ کتنا ہی وسیع ہو مگر بہرحال محدود اور متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود اور غیر متناہی ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کو یہود نے پوچھا سو اللہ تعالیٰ نے کھول کر نہ بتایا کیونکہ ان میں سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا آگے بھی پیغمبروں نے خلق سے ایسی باریک باتیں نہیں کہیں اتنا جاننا کافی ہے اور بس ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی اور وہ جی اٹھا جب نکل گئی وہ مرگیا (انتہیٰ)

صرف اتنی بات تو قطعی اور یقینی ہے کہ روح ایک چیز ہے کہ جو بدن میں آگئی تو بدن زندہ ہوگیا

www.ahlehaq.org

اور جب بدن سے نکل گئی تو مردہ ہو گیا اس کے سوا سب باتیں ظنی ہیں غرض یہ کہ روح ایک حقیقت نورانیہ اور واقعیہ ہے مگر محسوس نہیں اور اس کے غیر محسوس ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں آتا ایتھر وغیرہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو حواس سے محسوس نہیں ہوتیں مگر انکے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا اسی طرح روح بلاشبہ ایک حقیقت واقعیہ ہے اگرچہ وہ ہم کو محسوس نہیں اسکا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی بندہ کو اللہ نے اسکا پورا علم نہیں دیا اور آیت کے ختم پر یہ فرمانا کہ تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے یہ خطاب تمام مخلوق کو ہے۔

فائدۂ جلیلہ اس آیت میں تمام عالم کے علم کو جو قلیل فرمایا وہ بہ نسبت علم الٰہی کے فرمایا کہ بمقابلہ علم الٰہی بہت ہی قلیل ہے اور دوسری آیت میں جو کتاب اور حکمت کے علم کو خیر کثیر فرمایا وہ بندوں کے اعتبار سے فرمایا کہ بہ نسبت متاعِ دنیا علم حکمت خیر کثیر ہے کتاب و حکمت کا علم اگرچہ قلیل ہو مگر وہ بھی خیر کثیر ہے اس آیت میں کثیر خیر کی صفت ہے نہ کہ علم کی لہٰذا دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

نکتہ آیت کا آغاز سوال سے فرمایا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ لوگ از راہ تعنت و عناد غیر ضروری مسائل میں آپؐ سے جھگڑتے ہیں اور نسخۂ شفاء (قرآن کریم) جو روح ہدایت ہے اس سے حیات اور زندگی حاصل نہیں کرتے۔

اقوال حکماء و علماء دربارۂ روح

روح انسانی کی ماہیّت میں عقلاء کے درمیان اختلاف ہے کیونکہ آدمی جب مر جاتا ہے تو اس میں سے سوائے خون کے کوئی چیز کم نہیں ہوتی اور بعض کا قول یہ ہے کہ وہ سانس کا نام ہے کیونکہ سانس کے رک جانے سے آدمی مر جاتا ہے اور اطباء یہ کہتے ہیں کہ خون کے بخاراتِ لطیفہ کا نام روح ہے اور یورپ کے فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ روح ایک لطیف بھاپ اور اسٹیم کا نام ہے جس سے جسم کی تمام کلیں چلتی رہتی ہیں جب یہ بھاپ بننا بند ہو جاتی ہے تو آدمی مر جاتا ہے۔

اور حضرات متکلمین اور اولیاء و عارفین یہ کہتے ہیں کہ روح ایک جسم نورانی اور لطیف کا نام ہے جو تمام بدن میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے عرق گلاب گلاب کے پتوں میں اور جیسے پانی درخت کی رگوں میں جب تک اس جسمِ لطیف کا تعلق بدن سے باقی رہتا ہے اس وقت تک انسان زندہ رہتا ہے اور جب اس جسم لطیف کا تعلق بدن سے منقطع ہو جائے تو اس کا نام موت ہے امام الحرمینؒ اور امام رازیؒ کے نزدیک یہی مختار ہے۔

پس یہ روح انسان ایک جسم لطیف اور دوامی ہے اور عالم امر کی ایک چیز ہے جو ساعت اور

www.ahlehaq.org

مقدار سے بَری ہے اور روح حیوانی ایک بخارِ لطیف کا نام ہے جو اس روح انسانی کے لیے بمنزلہ سواری کے ہے اور یہ جسم نورانی لطیف، صورت ظاہرہ اور اعضاء ظاہری میں جسم ظاہری کثیف کا شریک ہے جسم لطیف اپنے اعضاء کے ذریعہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور جب اس جسم لطیف نورانی کا اس جسم ظاہری اور حِسّی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو یہ جسم نورانی عالم ملکوت کی طرف چلا جاتا ہے جہاں سے آیا تھا وہیں واپس ہو جاتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک روح حیوانی اور ایک روح انسانی، روح حیوانی اس بخار لطیف کا نام ہے جو اخلاطِ اربعہ خون اور بلغم اور صفراء اور سودا سے پیدا ہوتا ہے اور ان چاروں کی چار اصلیں ہیں آگ، پانی، خاک، ہوا اور علم طب میں اسی روح سے بحث ہوتی ہے کیونکہ مزاج اور طبیعت کا اعتدال اسی سے وابستہ ہے گرمی اور سردی اور خشکی اور تری کی کمی زیادتی کی وجہ سے مزاج میں تغیر آتا ہے اور یہ روح حیوانی عالم سِفلی سے ہے اور جنس حیوانی سے ہے جس کی حقیقت ایک ہوائے لطیف اور بخارِ لطیف ہے اور روح انسانی وہ ایک نورانی اور لطیف شئے ہے جو اس عالم سفلی سے نہیں بلکہ عالم علوی سے ہے اور فرشتوں کی جنس سے ہے اور یہ عالم اس کے لیئے ایک مسافر خانہ ہے اور روح حیوانی اس کے لیے بمنزلہ سواری کے ہے اور یہ روح انسانی عالم آخرت سے سفر کر کے اس عالم دنیا میں اس لیے آتی ہے تاکہ یہاں آکر تجارت کرے اور ہدایت حاصل کرے اور آخرت کیلیئے توشہ لے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ:

خلاصۂ کلام یہ کہ جس قدر علم تم کو دیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے روح کی حقیقت اور ماہیت کے سمجھنے کے لیے کافی نہیں اور پھر وہ قلیل علم جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے اسکے متعلق ہم کو اختیار ہے کہ جب چاہیں تو وہ قلیل علم بھی تم سے واپس لے لیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اے ہمارے رسولؐ ہم نے جس قدر علم آپؐ کو دیا وہ ہمارا فضل اور احسان ہے اگر ہم چاہیں تو وہ علم بھی واپس لے لیں جو ہم نے بذریعہ وحی آپؐ کو عطا کیا ہے یعنی جو قرآن ہم نے آپؐ پر وحی کیا ہے سو ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کو آپؐ کے سینے سے ایسا محو کر دیں کہ آپؐ کو اس کا ایک حرف بھی یاد نہ رہے اور لوگوں کے سینوں سے بھی قرآن نکال دیں اور کاغذوں سے مٹا دیں جو خدا سینہ میں علم پہنچا سکتا ہے وہی خدا سینہ سے اس علم کو نکال بھی سکتا ہے جس طرح دینا اس کے اختیار میں ہے اسی طرح چھیننا بھی اسکے اختیار میں ہے تو آپ ہمارے لے جانے کے بعد اس کے واپس لانے کے لیئے کوئی کارساز نہ پائیں گے کہ کوئی دوبارہ اس قرآن کو سینوں میں اور مصاحف میں واپس لے آتے مگر تیرے پروردگار نے اپنی مہربانی سے اس علم کو تیرے پاس باقی رکھا اور اپنے عطا کیے ہوئے علم کو تجھ سے واپس نہیں لیا یعنی اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو واپس لے جاتے مگر بمقتضائے فضل وکرم ایسا نہیں کرتے یا یہ معنی ہیں مگر یہ کہ اللہ تجھ پر

www.ahlehaq.org

رحم کرے اور سلب اور محو کرنے کے بعد وہ علم دوبارہ آپؐ کو واپس کر دے اور بذریعہ وحی جدید کے وہ علم پھر آپ کو دوبارہ عطا کر دے معلوم ہوا کہ علم کی عطاء اور پھر اسکی بقاء یہ سب اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے ہے بے شک اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے کہ اسکے فضل سے یہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا اور اسی نے اپنے فضل سے اس قرآن کو آپؐ کے سینہ میں باقی رکھا منجانب اللہ اس قرآن عظیم کا آنا یہ بھی اس کا فضل ہے اور آپؐ کے سینہ میں بلا کم و کاست محفوظ رہنا یہ بھی اسکا فضل ہے۔

ان آیات میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مقصود لوگوں کو سنانا ہے کہ اے لوگو اس قرآن کو اللہ کی نعمت جانو اور اس پر عمل کرو اور اس نعمت کی ناقدری نہ کرو ورنہ خوب سمجھ لو کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس نعمت کو تم سے واپس لے لیں چنانچہ جب دنیا میں گمراہی عام ہو جاتے تو ہم اس قرآن کو اٹھا لیں گے اور قیامت قائم کر دیں گے۔

لطائف و معارف

پہلی معرفت

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں اس ظاہری جسم اور اِس مادی بدن کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جس کا نام رُوح ہے جو اللہ کے حکم سے فائض ہوتی ہے جس سے ہم زندہ ہیں اور وہ ہم کو نظر نہیں آتی ۔ دنیا میں عقلاء کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ رُوح فقط ایک لطیف بھاپ کا نام ہے کہ جس کے زور سے ذی روح بدن کی تمام کلیں چل رہی ہیں جب یہ بھاپ ختم ہو جاتی ہے تو تمام کلیں بند ہو جاتی ہیں اور سب کام بگڑ جاتا ہے اسی کا نام موت ہے مرنے کے بعد پھر کوئی شئے باقی نہیں رہتی اسی وجہ سے یورپ کے دہری لوگ اور مادی لوگ مرنے کے بعد کسی حساب و کتاب کے قائل نہیں اس لیئے کہ مرنے کے بعد کوئی شئے باقی ہی نہیں رہتی تو ثواب و عذاب کس پر ہو گا مگر یہ خیال غلط ہے اور اب یورپ میں بھی فلاسفہ کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جو اس غلطی کا اقرار کرتا ہے ۔

(۱) تمام ادیان اور مذاہب اس پر متفق ہیں کہ انسان کے اندر جسم کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس کو روح اور جان اور اوان کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں بچپن سے لے کر بڑھاپے تک جسم میں ہزاروں بلکہ لاکھوں تغیرات پیش آتے ہیں مگر وہ چیز جس کی وجہ سے یہ شخص بعینہٖ وہی شخص کہلاتا ہے جو پہلے تھا اس میں کوئی تغیر نہیں آتا طبی تحقیقات سے یہ امر ثابت ہے کہ سات برس کے بعد جسم کے اجزاء اور ذرات ختم ہو جاتے ہیں اور نئے اجزاء اور ذرات پیدا ہو جاتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ جسم اور یہ بھاپ اور یہ لطیف بخار ان میں سے کوئی چیز روح نہیں بلکہ روح حقیقی وہ چیز ہے کہ جو ابتداء پیدائش سے لے کر اخیر عمر تک یکساں رہتی ہے جس کو انسان اَنَا اور مَیں سے تعبیر کرتا ہے اور یہ امر بدیہی ہے اور اس پر تمام عقلاء کا

www.ahlehaq.org

اتفاق ہے اور ظاہر ہے کہ عقلاء عالم کا اتفاق اور اجماع خود ایک مستقل دلیل ہے لہٰذا جو شخص روح کے وجود کا منکر ہے وہ عقلاء عالم و اجماع کا منکر ہے عقلاء عالم اگرچہ اب تک روح کی حقیقت اور کیفیت کے بتلانے سے قاصر رہے لیکن کسی شئے کی حقیقت اور کیفیت کا جاننا اور چیز ہے دنیا کی ہزاروں بلکہ لاکھوں چیزیں ایسی نکلیں گی کہ دنیا انکی حقیقت اور کیفیت کے جاننے سے عاجز اور قاصر ہے مگر اصل شئے کی قائل ہے۔

لہٰذا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح وجود باری تعالیٰ کا اقرار ایک اَمر فِطری ہے اسی طرح روح کے وجود کا اقرار بھی ایک امر فطری ہے۔

(۲) نیز چالیس سال کے بعد آدمی کے تمام اعضاء میں نقصان اور انحطاط شروع ہو جاتا ہے مگر عقلی قوت بڑھ جاتی ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس شے کے ساتھ قوت عقلی قائم ہے وہ کوئی جسمانی شئے نہیں۔

(۳) نیز خواب کی حالت میں تمام جسمانی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں قوت سامعہ اور قوت باصرہ اور قوت شامّہ وغیرہ یہ تمام قوتیں نیند کی حالت میں بے کار ہو جاتی ہیں لیکن نیند کی حالت میں روحانی قوتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے خواب میں انسان کو عجیب وغریب انکشافات ہوتے ہیں اور دوسرے عالم کی چیزوں پر مطلع ہوتا ہے پس جو چیز ان جسمانی قوتوں کے معطل ہو جانے کے بعد قوی اور تیز ہو جاتی ہے اور دوسرے عالم کی چیزوں کا مشاہدہ کرتی ہے وہی روح ہے۔

(۴) نیز انسان بسا اوقات اپنے اعضاء کو اپنی طرف مضاف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا سر اور میرا دماغ اور میرا بدن اور میرا پیر وغیرہ وغیرہ معلوم ہوا کہ انسان کی حقیقت ان اعضاء کے سوا ہے اس لیے کہ مضاف الیہ مضاف کے سوا ہوتا ہے بسا اوقات انسان یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا پس اگر اس لفظ "میں"، کا مصداق بھی اعضاء اور جوارح ہوتے تو لازم آتا کہ ہاتھ اور پیر کٹ جانے کے بعد انسان انسان نہ رہے معلوم ہوا کہ اس لفظ "میں"، کا مصداق اس جسم ظاہری کے علاوہ کوئی اور شئے ہے اور وہی روح ہے۔

(۵) نیز انسان بسا اوقات کسی کام میں ایسا منہمک ہوتا ہے کہ اس وقت وہ اپنے تمام ظاہری اور باطنی اعضاء سے بالکل غافل ہو جاتا ہے لیکن اس حالت میں وہ اپنی حقیقت سے غافل نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ اس حالت میں یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا اور یہ دیکھا اور یہ سُنا تو معلوم ہوا کہ آدمی کی حقیقت ان اعضاء اور جوارح کے سوا کوئی اور چیز ہے اور وہی رُوح ہے۔

(۶) انسان کے شعور وادراک اور کمال کی کوئی حد نہیں اور جسم اور عالم جسمانی سب محدود ہے معلوم ہوا کہ اس غیر محدود شعور کا تعلق کسی جسمانی چیز سے نہیں اس لیے کہ اگر ادراک اور شعور کا تعلق اس جسم سے محسوس ہوتا تو بقدر اس کے طول اور عرض اور عمق کے ہوتا یہ غیر محدود علوم اور ادراکات اس محدود جسم میں کیسے سما گئے۔

(۷) جو شخص بھی جسم پر غور کرے گا اس پر یہ بات بالبداہت منکشف ہو جائے گی کہ جسم میں جو

www.ahlehaq.org

چیز بھی ہے وہ کسی دوسری چیز کے لیے آلہ اور وسیلہ ہے خود مقصود نہیں پس جو چیز ان آلات کو استعمال کرنے والی ہو وہ جسم کے علاوہ کوئی اور شئے ہے انسان کے تمام اعضاء ظاہرہ بمنزلہ آئینہ کے ہیں اور دیکھنے والا کوئی اور ہے۔

(۸) نیز ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بسا اوقات خالص امور معنویہ اور عقلیہ کا ادراک کرتا ہے جیسے اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین اور اس ادراک میں وہ حواس ظاہرہ کا مطلق محتاج نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ جسم انسانی میں کوئی شئے ایسی ضرور ہے جو اس ظاہری جسم کے علاوہ ہے۔

(۹) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ : اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے بعد شہید زندہ ہے اسکو مردہ کہنا جائز نہیں حالانکہ جسم مُردہ ہے معلوم ہوا کہ یہ جسم ظاہری انسان کی حقیقت نہیں۔

(۱۰) آیت قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ انسان مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاتا ہے اور جنت اور جہنّم پر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ ان تمام حالات میں جسم انسانی مردہ ہوتا ہے معلوم ہوا کہ انسان اس جسم کے علاوہ کوئی دوسری حقیقت ہے۔

بعض جاہل مدعیان فلسفہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو مردہ کے منہ سے کوئی شے نکلتی ہوئی نہیں دیکھتے روح اگر کوئی چیز ہوتی تو نکلتے ہوئے ہم کو دکھائی دیتی اور محسوس ہوتی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ روح کا محسوس نہ ہونا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہوسکتا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لطافت کی وجہ سے محسوس نہ ہوتی ہو جیسے ہوا اور ایتھر جس کے علماء طبعیات بھی قائل ہیں اور فرشتہ بھی اللہ کی ایک لطیف اور نورانی مخلوق ہے اللہ نے اس کو قوّت اور طاقت دی ہے کہ وہ جسم انسانی میں سے اس لطیف چیز (یعنی روح) کو خداداد قوّت سے نکال لے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ روح اس جسم کا نام نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک اور حقیقت ہے جو اس جسم میں مستور اور مخفی ہے اور اس جسم ظاہری کیلئے مدبّر اور حاکم ہے اور یہ جسم اس کے لیے بمنزلہ سواری کے ہے پس اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ میری حقیقت محض یہ ظاہری جسم ہی ہے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی گدھے پر سوار ہو کر یہ سمجھے کہ میری حقیقت صرف یہی گدھا ہے جس پر میں سوار ہوں سو اسکا علاج کسی کے پاس نہیں۔

حضرات متکلمین فرماتے ہیں کہ روح ایک جسم لطیف اور صاف وشفاف کا نام ہے جو بدن میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جس طرح کوئلہ میں آگ اور سبز شاخ میں پانی سرایت کیے ہوتے ہوتا ہے۔

اور براء بن عازبؓ کی ایک حدیث میں ہے جو مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ ملائکۃ الموت اچھے لوگوں کی روح کو جنت کے کپڑوں میں لپیٹ کر آسمان پر لے جاتے ہیں اور بُرے لوگوں کی روح کو ٹاٹ کے کفن میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں اس قسم کی بے شمار احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے اور نورانی ہے کیونکہ کپڑوں میں لپیٹنا یہ شانِ جسم سے ہے۔

www.ahlehaq.org

امام رازی قدس اللہ سرہٗ نے تفسیر کبیر ص ۴۵۱ جلدہ میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہی قول قوی ہے اور کتب الٰہیہ کے بہت زیادہ قریب اور مطابق ہے اور یہی حضرات متکلمین کا قول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ روح ایک جسمِ لطیف نورانی اور علوی ہے اور زندہ ہے اور متحرک بالارادہ ہے اور اسکی حقیقت اس جسم محسوس سے بالکل مختلف ہے یہ جسم کثیف آب وگل سے مرکّب ہے اور تغیر و تبدل کی آماج گاہ ہے اور وہ جسمِ لطیف نورانی جو اس جسمِ کثیف کے اندر مستور ہے وہ کون وفساد اور تغیر وتبدل سے پاک ہے اور یہ جسم نورانی اس جسم محسوس میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے سبز شاخ میں پانی اور کوئلہ میں آگ سرایت کیے ہوئے ہے اور تیل زیتون میں سرایت کیے ہوئے ہے اس جسم نورانی کا اس جسمِ کثیف کے ساتھ تعلق موجب حیات ہے اور اس سے علیٰحدگی اور بے تعلقی موجب موت ہے اور اسی قول کو علامہ آلوسیؒ نے اختیار کیا اور فرمایا کہ یہی قول صحیح ہے اور اسی پر کتاب اور سنّت اور اجماع صحابہ اور ادلۂ عقلیہ اور فطریہ دلالت کرتے ہیں۔

(دیکھو روح المعانی ص ۴۴ اجلد ۱۵)

اور حافظ ابنِ قیمؒ نے کتاب الروح میں اس قول کو صحیح اور صواب بتلایا ہے، کتاب الروح حقیقت میں عجیب کتاب ہے جس سے روح تازہ ہو جاتی ہے کہ روح ایک جسم لطیف نورانی کا نام ہے حضرات متکلمین اور محدثین کا یہی مذہب ہے اور اکثر حکماء قدیم کے نزدیک روح جوہر مجرد ہے اور حکماء کے نزدیک روح ایک عرض ہے۔

دوسری معرفت

روح اللہ کی مخلوق اور حادث ہے اس لیے کہ روح مربوب ہے اور جو مربوب ہے وہ مخلوق اور حادث ہے اور اسی پر تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع ہے کہ روح مخلوق اور حادث ہے فلاسفہ میں سے افلاطون اس طرف گیا ہے کہ روح قدیم ہے۔

تیسری معرفت

ارواح اپنی صفات اور کمالات کے اعتبار سے مختلف المراتب ہیں اسلیئے کہ ربّ اعلیٰ کی تربیت کے درجات مختلف ہیں اور قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ میں رب کی یائے متکلم کی طرف اضافت اس طرف مشیر ہے کہ روح نبوی رب اکرم کی تربیت کا مظہر اتم اور مولودِ اعظم ہے اور عجب نہیں کہ عرش اور سدرۃ المنتہیٰ تک سیر کرانے میں اشارہ اس طرف ہو کہ روحِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کمالات نبوت ورسالت کا سدرۃ المنتہیٰ ہے اس عروجِ حسّی سے عروج معنوی کی طرف اشارہ ہو واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

www.ahlehaq.org

چوتھی معرفت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح کے کمالات ذاتی نہیں بلکہ رب کریم کا عطیہ ہیں اور وہ کمالات محدود اور معدود ہیں چنانچہ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ علم اللہ کا عطیہ ہے اور جو علم تم کو دیا گیا ہے وہ نہایت ہی قلیل اور محدود ہے اس لیے کہ لفظ قلیلاً کا مادہ بھی قلّت پر دلالت کرتا ہے اور قلیلاً کی تنوین بھی تقلیل کے لیے ہے بندہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو جائے مگر اس کا علم اس کے جہل سے کبھی نہیں بڑھ سکتا اس لیے کہ انسان کا علم محدود اور متناہی ہے اور جہل غیر محدود اور غیر متناہی بالفعل ہے جن چیزوں کو انسان نہیں جانتا انکی کوئی حد اور شمار نہیں معلوم ہوا کہ انسان کا جہل اور اسکی لاعلمی غیر محدود اور غیر متناہی ہے اور پھر انسان کو جن چند چیزوں کا علم ہوتا ہے وہ بھی فقط ان چیزوں کے چند ظاہری احوال اور چند صفات اور چند کیفیات کا علم ہوتا ہے مفصل حقیقت اور ماہیت کا اور پوری صفات اور تمام کیفیات کا وہاں بھی علم نہیں ہوتا بلکہ انسان جس چیز کے علم کا مدعی ہوتا ہے اس ایک چیز کے علم میں بھی اس کا جہل اسکے علم پر غالب رہتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ علم اور ادراک کا معدن اور مخزن دِل اور دماغ ہے جو حق تعالیٰ کے قبضۂ قدرت اور دستِ تصرف میں ہے جس کو چاہے عقل دے اور جتنی چاہے اتنی ہی دے اور جس کو چاہے عقل سے بالکل محروم کر دے جس طرح عقل اور ادراک اور شعور کا دینا اسکے اختیار میں ہے اسی طرح چھیننا بھی اسکے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے فرزانہ بنا دے اور جسکو چاہے دیوانہ بنا دے بہرحال انسان کا ادراک اور شعور محدود ہے وہ کسی ایک شئے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔

پانچویں معرفت

لفظ "خلق"[1] اور لفظ "امر" کی تشریح اور ان کا باہمی فرق

قرآن کریم میں لفظ خلق اور لفظ امر بکثرت مستعمل ہوا ہے اور سورۂ اعراف کی اس آیت اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ میں دونوں لفظوں کو یکجا لایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق اور امر دونوں ایک دوسرے

[1] لفظ خلق اور لفظ امر کا باہمی اصلی فرق" حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر سے ماخوذ ہے اور اس پر جو اضافہ ہے وہ اس ناچیز کی طرف سے ہے (واللہ اعلم)

www.ahlehaq.org

سے جُدا اور علیحدہ ہیں کیونکہ امر کو خلق کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے اور عطف بھی مغایرت کو چاہتا ہے رہا یہ امر کہ خلق اور امر میں کیا فرق ہے؟ سو آیت کے سیاق و سباق میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق کے معنی پیدا کرنے کے ہیں اور امر کے معنی حکم اور فرمانروائی کے ہیں یعنی جو چیز اسکی قدرت اور مشیت سے جس کام اور جس مقصد کے لیے پیدا کی گئی ہے اسکے حکم سے اس کام اور اس غرض کے لیے اسکا جاری ہو جانا یہ "امر" ہے مثلاً کسی مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا اور اس کی کل اور پرزوں کو ایک خاص انداز پر بنانا یہ ایک مرحلہ ہے اور اسکے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ مشین فِٹ ہو جانے کے بعد اس میں بجلی کا کرنٹ چھوڑا جائے تاکہ مشین چالو ہو جائے اور اپنی اپنی ساخت کے مطابق تمام کل پرزے حرکت میں آجائیں۔

اسی طرح سمجھو کہ حق تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں طرح طرح کی مشینیں بنائیں جس کو "خلق" کہتے ہیں اور پھر ہر مشین کا چھوٹا اور بڑا پُرزہ ایک خاص انداز کے مطابق بنایا جس کو "تقدیر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۔ اور پھر اس مشین کے تمام کل ـــــ اور پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فِٹ کیا جس کو حق تعالیٰ نے "تصویر" اور "تسویہ" کے لفظ سے تعبیر فرمایا خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ: اور پھر اس میں بجلی کا کرنٹ چھوڑ کر یعنی روح پھونک کر اسکو جاری اور چالو کیا جس کو حق تعالیٰ نے "نفخ روح" سے تعبیر کیا فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ـــــ پس جب کرنٹ چھوڑا جاتا ہے تو ہر مشین اپنی اپنی ساخت اور بناوٹ کے موافق چلنے لگتی ہے اور کام کرنے لگتی ہے غرض یہ کہ کسی مشین کو بنانا یہ "خلق" ہے اور جس کام کے لیے وہ مشین بنائی گئی اس کے لیے اسکو چالو کرنے کا نام "اَمر" ہے۔

جب تک امر الٰہی کی بجلی نہ چھوڑی جائے اس وقت تک دنیا کی کوئی مشین چالو نہیں ہو سکتی خدا کی طرف سے امر اور حکم ہوا کہ "چل" فوراً چلنے لگی اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ جب اللہ کا حکم ہو جاتا ہے تو ہر مشین اپنی اپنی ساخت اور بناوٹ کے موافق حرکت کرنے لگتی ہے

خلاصہ یہ کہ جسم انسانی بمنزلہ قمقمہ کے ہے اور روح اس برقی رو کی مانند ہے کہ جو قمقموں کے اندرونی تاروں کو روشن اور منور کرتی ہے اور قمقمہ میں بجلی کے کرنٹ چھوڑ دینے کا نام نفخ روح ہے جب تک برقی رو کا تعلق قمقموں کے تاروں سے باقی رہے گا اس وقت تک تمام قمقمے روشن رہیں گے اور جب اس برقی رَو کا تعلق اِن تاروں سے منقطع ہو جائے گا تو معًا روشنی معدوم ہو جائے گی۔

اسی طرح جب تک روح کا تعلق بدن سے رہے گا تو تمام قُوٰی اور اعضاء حس و حرکت میں رہیں گے اور جب روح کا تعلق بدن سے بالکلیہ منقطع ہو جائے گا تو بدن کی حس و حرکت یکلخت ختم ہو جائے گی اول الذکر حالت کا نام "حیات" ہے اور دوسری حالت کا نام "موت" ہے۔

اور اگر روح کا تعلق بدن سے بالکلیہ منقطع نہیں ہوا بلکہ من وجہ باقی ہے تو یہ خواب اور نیند کی حالت ہے نیند کی حالت میں انسان کے ظاہری حواس معطل ہو جاتے ہیں مگر بعض طبعی افعال بدستور

www.ahlehaq.org

باقی رہتے ہیں مثلاً تنفس اور دوران خون اور ہضم طعام اور کروٹیں بدلنا وغیرہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن سے روح کا تعلق بالکلیہ منقطع نہیں ہوا بلکہ ایک طرح کا مجہول الکیف علاقہ بدن کے ساتھ قائم ہے بخلاف موت کے کہ اس میں تمام حواس اور تمام قوتیں یکلخت بے کار اور ختم ہو جاتی ہیں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ جسم اور روح دو الگ الگ چیزیں ہیں نیز یہ کہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد اپنے جسم کو بھولتی نہیں دوبارہ اپنے ہی جسم میں واپس آتی ہے نیز یہ کہ روح بعض مرتبہ خواب میں سالہا کسی شہر میں مقیم رہتی ہے اور یہاں جسم سے صرف چند گھنٹے جدا رہتی ہے بلکہ بعض مرتبہ چند منٹ ہی گزرتے ہیں کہ آنکھ کھل جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس عالم کے لیل و نہار اُس عالم کے لیل و نہار سے مختلف ہیں۔

چھٹی معرفت

جس طرح انسانی اجسام باہم متمیز ہیں اور ہر ایک کی ایک خاص صورت اور ایک خاص شکل ہے اسی طرح ارواح انسانی باہم متمیز ہیں اور ہر روح کی خاص صورت اور خاص شکل ہے جو اس جسم کثیف کے ہم شکل اور ہم صورت ہیں روح کی شکل بعینہٖ وہی ہے جو انسان کی ہے جس طرح جسم کے آنکھ اور ناک اور کان اور ہاتھ اور پیر ہیں اسی طرح روح کے بھی آنکھ اور ناک اور ہاتھ اور پیر ہیں اصل انسان تو روح ہے اور یہ ظاہری جسم روح کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ روحانی ہاتھوں کے لیئے بمنزلہ آستین کے ہیں اور ٹانگیں بمنزلہ پاجامہ کے ہیں اور سر بمنزلہ ٹوپی کے ہے اور چہرہ بمنزلہ نقاب کے ہے وقس علیٰ ھٰذا۔

ساتویں معرفت

مرنے کے بعد اگرچہ رُوح بدن سے علیحدہ ہو گئی مگر روح کا اس مادی جسم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے جس کی حقیقت اور کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں جس طرح نیند کی حالت میں روح کو اس جسم کے ساتھ ایک تعلق ضرور رہتا ہے مگر اس کی حقیقت اور کیفیت کے ادراک سے عقل قاصر ہے اسی طرح سمجھو کہ مرنے کے بعد بھی رُوح کو جسم میّت کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے مگر اسکی حقیقت اور کیفیت کے ادراک سے عقل قاصر ہے اور اسی تعلق کا نام حیات ہے جسکی بناء پر مردہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دیتا ہے جس قسم کا ــــ اور جس درجہ کا تعلق ہے اسی قسم کی

www.ahlehaq.org

اور اسی درجہ کی حیات ہے اسی تعلق کی بناء پر مردہ قبر پر گذرنے والے اور سلام کرنے والے کے سلام کو سنتا ہے اور جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا وہ اس وقت بھی اسکو پہچانتا ہے۔

اور قرآن اور حدیث نے عالم برزخ کے متعلق جو خبر دی ہے وہ سب حق اور صدق ہے کیونکہ انبیاء کرامؑ نے کبھی بھی ایسے امر کی خبر نہیں دی جو عقلاً محال اور ناممکن ہو عالم آخرت کے متعلق جو خبر دی ہے یا تو وہ خود انکی چشم دید ہے یا جن فرشتوں نے ان کو خبر دی ہے انکی چشم دید ہے اور تمام عقلاء کے نزدیک یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ جو شئے عقلاً ممکن ہو اور کوئی مخبر صادق اسکے وجود اور وقوع کی خبر دے تو عقلاً اس خبر کو قبول کرنا اور تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے خود مشاہدہ اور معاینہ تو دلیل ہے ہی اور کسی مخبر صادق کا اپنے مشاہدہ کی خبر دینا یہ بھی تمام عقلاء کے نزدیک دلیل اور حجت ہے اور کسی کا کسی چیز کو نہ دیکھنا یہ کسی عاقل کے نزدیک بھی اس شئے کے عدم کی دلیل نہیں بینا کا مشاہدہ نابینا پر حجت ہے اور نابینا کا نہ دیکھنا بینا پر حجت نہیں۔

فلاسفہ عالم آخرت کے بارہ میں نابینا ہیں اور حضرات انبیاء کرامؑ بینا ہیں عالم آخرت کے متعلق حضرات انبیاء کرامؑ جو کچھ مشاہدہ بیان کریں وہ عقلاً قابلِ قبول ہوگا کیونکہ انبیاء کرام سرتاپا صدق ہیں اور انکے قول اور فعل میں ذرہ برابر بھی کذب کا امکان نہیں اور عالم آخرت کے نابیناؤں یعنی فلاسفہ پر اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ کا مشاہدہ حجت ہوگا۔

آٹھویں معرفت

روح نظر کیوں نہیں آتی

روح ایک حقیقت واقعیہ ہے مگر لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم میں سے کوئی شئے مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے اور ہم اسکو محسوس نہیں کر سکتے مگر اسکے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ایسی شئے کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا دیکھو ایتھر کہ جس کا حواس سے ادراک نہیں ہو سکتا مگر اسکے وجود کا انکار بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ روشنی کا دار و مدار ایتھر پر ہے ایتھر ایک قسم کی گیس ہے جو تمام خلاء میں پھیلی ہوئی ہے اور وہ بذاتہٖ ساکن ہے جب تک کوئی دوسرا جسم اسکو حرکت نہ دے وہ حرکت میں نہیں آتا جس طرح ہوا کسی آواز کو بذریعہ تموّج کے کان تک پہنچاتی ہے اسی طرح ایتھر روشنی کو تموج کے ذریعے قوتِ باصرہ تک پہنچاتا ہے غرض یہ کہ دنیا میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے احساس سے ہمارے حواس قاصر ہیں مگر لامحالہ انکے وجود کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

www.ahlehaq.org

نویں معرفت

روح اور نفس میں فرق

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک ہی شئے ہیں یعنی روح اور نفس ایک ہی شئ کے دو نام ہیں یا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ہر ایک کی حقیقت اور ماہیت جُدا ہے بعض علماء کے نزدیک نفس اور روح ایک ہی شئے ہیں مگر علماء محققین کے نزدیک روح اور نفس دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں روح انسان کو آخرت کی طرف بلاتی ہے اور نفس دنیا کی طرف بلاتا اور کھینچتا ہے نفس کو سوائے کھانے اور پہننے کے اور کچھ معلوم نہیں نفس، لذات اور شہوات کے اعتبار سے کُتّا ہے اور غیظ و غضب کے اعتبار سے درندہ ہے اور مکر و فریب کے اعتبار سے شیطان کا حقیقی بھائی معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم)

استاد ابوالقاسم قشیری قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اخلاق حمیدہ کے معدن اور منبع کا نام "روح" ہے اور اخلاق ذمیمہ کے معدن اور سرچشمہ کا نام "نفس" ہے مگر جسم لطیف ہونے میں دونوں مشترک ہیں جیسے ملائکہ اور شیاطین جسم لطیف ہونے میں دونوں شریک ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ملائکہ نورانی ہیں نور سے پیدا ہوتے ہیں اور شیطان ناری ہیں نار سے پیدا ہوتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے تمہید شرح موطأ میں اس بارہ میں ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ان اللہ خلق آدم جعل	اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا
فیہ نفساور وحا فمن	اور ان میں نفس اور روح کو ودیعت رکھا پس
الروح عفافہ وفہمہ	عفت اور فہم اور حلم اور سخاوت اور وفا اس
وحلمہ وسخاءہٗ وَوفَاءُہٗ	قسم کے پاکیزہ اخلاق اور صفات روح سے
وَمن النفس شہوتہ وطیشہ	نکلتے ہیں اور شہوت اور طیش اور سفاہت اور
وسفہہ وَغضبہ ونحو ہذا	غیظ و غضب وغیرہ اس قسم کے تمام اخلاق
کذا فی الروض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام ص ۱۹۷ جلد ۱	رذیلہ نفس سے ظاہر ہوتے ہیں (روض الانف)

یہ حدیث اس بات پر صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ آدم کی فطرت میں یہ دو متضاد چیزیں پیوست کر دی گئی ہیں ایک رُوح جو جنس ملائکہ سے ہے اور ایک نفس جو جنس شیاطین سے ہے بلکہ بقول بعض اولیاء "نفس" شیطان کا جڑواں بھائی ہے جس طرح قرآن حکیم نے شیطان کو انسان کا دشمن بتایا ہے اسی طرح حدیث میں نفس کو سب سے بڑا دشمن بتایا ہے جیسا کہ ایک ضعیف الاسناد حدیث میں ہے اعدیٰ عدوک نفسک التی بین جنبیک :۔ اے انسان تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے

www.ahlehaq.org

درمیان واقع ہے اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے شیطان تو اعوذ باللہ پڑھنے سے بھاگ جاتا ہے مگر نفس اعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھنے سے بھی نہیں بھاگتا نیز شیطان جب انسان کو گمراہ کرتا ہے تو نفس کے واسطے سے گمراہ کرتا ہے شیطان اپنے کام میں نفس کا محتاج ہے اور نفس گمراہ کرنے میں شیطان کا محتاج نہیں اس لیئے آپؐ نے نفس کو بڑا دشمن قرار دیا۔

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں۔

نفس و شیطاں زد کریما راہِ من رحمتت باشد شفاعت خواہ مَن

شیخ فریدالدینؒ نے نفس کو شیطان سے پہلے ذکر کیا کہ اغواء میں نفس شیطان کا محتاج نہیں شیطان کو گمراہ کرنے والا اسکا نفس ہے کسی شیطان نے شیطان کو گمراہ نہیں کیا بہرحال نفس انسان کا دشمن ہے اور روح انسان کی دشمن نہیں اس لیئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح اور نفس دو الگ الگ چیزیں ہیں نیز احادیث میں جہاد کی بکثرت ترغیب مذکور ہے اور ایک حدیث میں جہادِ نفس کو جہادِ اکبر فرمایا کیونکہ نفس قریبی دشمن ہے اور دارالحرب کے کافر دور کے دشمن ہیں اور حق تعالیٰ کا حکم یہ ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً : یعنی اے مسلمانو! قریبی کافروں سے جہاد وقتال کرو اسلیئے اس قریبی دشمن (نفس) سے جہاد کرنا جہادِ اکبر ہوا بہرحال قرآن اور حدیث میں نفس سے جہاد کا حکم آیا ہے روح سے جہاد کا حکم نہیں آیا اور قرآن اور حدیث نے تمام اخلاقِ ذمیمہ کی جڑ ہوائے نفس کو قرار دیا ہے کہ نفس انسان کو لذات اور شہوات کی طرف دعوت دیتا ہے حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی پرواہ نہیں کرتا لہٰذا معلوم ہوا کہ نفس اور روح دو الگ الگ چیزیں ہیں روح جنس ملائکہ سے ہے اور نفس جنس شیطان سے ہے روح نورانی اور روحانی ہے اور نفس ناری ہے جس میں کچھ آمیزش (طین) گارے اور مٹی کی بھی ہے اور یہ انسان جو ایک پتلۂ خاکی ہے عجیب معجون مرکب ہے کہ مادّۂ روحانی اور مادۂ شیطانی کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ کبھی خیر کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی شر کی طرف عقل جس کا محل قلب ہے کما قال تعالیٰ لَھُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِھَا۔ یا بقول بعض ـــــ کہ عقل کا محل دماغ ہے وہ روح کی معین اور مددگار ہے اور نفس شیطان کا مددگار بلکہ اس کا نمائندہ اور اس کا قائم مقام ہے عقل ایک جوہر نورانی ہے اور نفس ایک جوہر ظلمانی ہے

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند کس بمیداں درنمی آید سواراں راچہ شد

دوسری بات جو حدیث اَعْدٰی عدوکَ نفسک التی بین جنبیک سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ نفس کا مقام دو پہلوؤں کے درمیان ہوتا ہے اس سے بھی روح کا نفس سے مغایر ہونا ثابت ہوا اس لیے کہ روح سر سے پیر تک تمام اعضاء بدن میں جاری وساری ہے پہلو کے ساتھ مخصوص نہیں بہرحال نفس اور روح الگ الگ حقیقتیں ہیں البتہ کتاب وسنت میں نفس کا اطلاق روح پر بھی آیا ہے اس لیے دونوں کے ایک ہونے کا اشتباہ ہوگیا۔

www.ahlehaq.org

دسویں معرفت

عارفین کا قول ہے کہ روح انسانی نر اور مرد ہے اور بمنزلہ شوہر کے ہے اور نفس حیوانی مادہ اور مؤنث ہے اور بمنزلہ زوجہ کے ہے اور دونوں میں اللہ تعالیٰ نے باہمی محبت ڈال دی، دونوں کا باہم نکاح ہو گیا پھر دونوں کے باہمی تعلق سے اولاد پیدا ہونے لگی اور وہ اولاد اعمال ہیں جو روح اور نفس کے امتزاج سے متولد ہیں اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ : حدیث میں ہے کہ اگر مرد کا نطفہ غالب اور سابق ہوا تو اولاد نر پیدا ہوتی ہے اور اگر عورت کا نطفہ غالب اور سابق ہوا تو لڑکی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح سمجھو کہ اگر نفس اور رُوح کے مخالطت اور معاشرت میں غلبہ رُوح کا ہوا تو اعمال صالحہ کا تولد ہوگا اور اگر غلبہ نفس کا ہوا تو اعمال سیئہ کا تولد ہوگا اور تمام ائمہ لغت اور ائمہ نحو کے نزدیک لفظ "نفس" مؤنث سماعی ہے نفس کے لیے جو فعل یا ضمیر لائی جائے گی وہ فعل مؤنث کا ہوگا اور ضمیر بھی مؤنث کی ہو گی اور حدیث میں ہے کہ عورتیں جو مشورہ دیں اسکی مخالفت میں خیر و برکت ہے لہٰذا مرد مؤمن کو چاہیئے کہ نفس کے مشوروں پر نہ چلے روح کے مشوروں پر چلے فتلك عشرة كاملة

دریں مشہد زگویائی مزن دم ❊ سخن را ختم کن واللہ اعلم.

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ

کہہ، اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا

هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

قرآن ، نہ لاویں گے ایسا، اور پڑے مدد کریں ایک کی

ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ

ایک ❊ اور ہم نے پھیر پھیر سمجھائی لوگوں کو اس قرآن میں ہر کہاوت

كُلِّ مَثَلٍ ۚ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

سو نہیں رہتے بہت لوگ بن ناشکری کیئے.

(اطلاع) روح اور نفس کے فرق پر میں نے سیرۃ المصطفیٰ حصہ اول میں بھی کچھ لکھ دیا ہے اسکو بھی دیکھ لیا جائے (واللہ اعلم بالصواب)

www.ahlehaq.org

اعجاز قرآن واثبات رسالت محمدیہؐ

قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ ... الیٰ اِلَّا كُفُوْرًا ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں یہ بتلایا تھا کہ قرآن نسخۂ شفاء ہے مگر یہ معاندین بجائے اس کے کہ اس نسخۂ شفاء سے متمتع ہوں تعنت اور عناد پر اُترے ہوئے ہیں اور خدا کی رحمت کی قدر نہیں کرتے اب آگے قرآن کا اعجاز بیان فرماتے ہیں جو آپؐ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن جیسی مُعجز کتاب کا آپؐ پر نازل ہونا یہ اللہ کا آپؐ پر فضل کبیر ہے چنانچہ فرماتے ہیں

اے نبیؐ آپ کہہ دیجیے کہ یہ قرآن میری نبوت کی حجت کبریٰ اور مجھ پر اسکے فضل و رحمت کی آیت عظمیٰ ہے اگر انسان اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن بنا لاویں تب بھی اس جیسا نہ بنا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا مددگار اور پشت پناہ بھی ہو جائے انسان انسان کے کلام کا مقابلہ کر سکتا ہے مگر خدا کے کلام کا کوئی مقابلہ اور برابری نہیں کر سکتا بعض مشرکوں نے یہ کہا تھا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس قرآن کے مثل کہہ سکتے ہیں اس پر آیت نازل ہوئی لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے یہ چاہا کیوں نہیں تم سب مل کر اس کے مثل بنانا چاہو تو نہ بنا سکو گے تم بے چارے کیا چیز ہو اور البتہ تحقیق ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں قسم قسم کی مثالیں بیان کیں مگر اکثر آدمیوں نے سوائے ناشکری اور ناسپاسی کے اور کسی بات کو قبول نہ کیا معلوم ہوا کہ انکی فطرت اور جبلت اور روحانی مزاج فاسد تھا کفر اور عناد میں ایسے طریقہ کو اختیار کیا جو ان کی روح کے ہم شکل تھا کما قال تعالیٰ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ : ہر شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے ۔

وَقَالُوْا	لَنْ	نُّؤْمِنَ	لَكَ	حَتّٰى	تَفْجُرَ لَنَا
اور بولے،	ہم نہ	مانیں گے	تیرا کہا،	جب تک	تو
مِنَ	الْاَرْضِ	يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾	اَوْ تَكُوْنَ	لَكَ	
نہ بہا نکالے	ہمارے واسطے	زمین سے	ایک چشمہ	یا ہو جاوے	تیرے واسطے
جَنَّةٌ	مِّنْ نَّخِيْلٍ	وَّعِنَبٍ	فَتُفَجِّرَ	الْاَنْهٰرَ	
ایک باغ	کھجور	اور انگور کا،	پھر بہالے	تو اسکے بیچ	نہریں

www.ahlehaq.org

خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا

چلا کر یا گراوے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے

كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ

ٹکڑے، یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے

لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ

تجھ کو ایک گھر سُنہری ، یا چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم

نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ

یقین نہ کرینگے تیرا چڑھنا جب تک نہ اُتار لاوے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہہ

سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ ع

سبحان اللہ ! میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں بھیجا ہوا اور لوگوں کو

النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

اٹکاؤ نہیں ہوا اس سے کہ یقین لاویں جب پہنچی انکو راہ کی سوجھ مگر یہی کہ کہنے لگے

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ

کیا اللہ نے بھیجا آدمی پیغام لے کر ؟ کہہ اگر ہوتے زمین میں

مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

فرشتے ، پھرتے بستے ، تو ہم اُتارتے اُن پر آسمان سے

مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ

کوئی فرشتہ پیغام لے کر کہہ اللہ بس ہے حق ثابت کرنے والا میرے تمہارے بیچ

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

وہ ہے اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا اور جسکو سوجھاوے اللہ

www.ahlehaq.org

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ

وہی ہے سوجھا اور جسکو بھٹکاوے پھر تو نہ پاوے انکے کوئی رفیق

مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ

اس کے سوا اور اُٹھاویں گے ہم انکو دن قیامت کے اوندھے منہ پر

عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ

اندھے اور گونگے اور بہرے ٹھکانا ان کا دوزخ ہے جب لگے گی بجھنے

زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝۹۷ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور دینگے ان پر بھڑکا یہ اُن کی سزا ہے! اس واسطے کہ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا

اور بولے، کیا جب ہوگئے ہڈیاں اور چورا؟ کیا ہم کو اُٹھانا ہے نئے بنا

جَدِيْدًا ۝۹۸ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کر؟ کیا نہیں دیکھ چکے جس اللہ نے بنائے آسمان و

وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ

زمین، سکتا ہے ایسوں کو بنانا اور ٹھہرایا ہے انکا

اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۹۹ قُلْ

ایک وعدہ بے شبہ سو نہیں رہتے بے انصاف بن ناشکری کیئے کہہ

لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَاۗىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ

اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی مہر کے خزانے، تو مقرر موند رکھتے

خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝۱۰۰ ع

اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جاویں اور ہے انسان دل کا تنگ

www.ahlehaq.org

معاندین کے سوالات اور ان کے جوابات

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ ..اِلیٰ..... وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا

(ربط) گزشتہ آیت میں قرآن کے اعجاز کا ذکر تھا جب مشرکین جواب سے عاجز اور لاچار ہوگئے تو انہوں نے ازراہِ عناد آپؐ سے بے شمار بے سروپا فرمائشیں شروع کیں اور کہا کہ اگر آپؐ سچے نبی ہیں تو یہ نشانات دکھلایئے جن کا آئندہ آیت میں ذکر ہے ان کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں ان آیات میں کفّار کے ان شبہات کا جواب دیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق تھے چنانچہ فرماتے ہیں.

اور یہ لوگ باوجودیکہ قرآن کا اعجاز ان پر ظاہر ہوگیا اور آپکی نبوت و رسالت اس سے ثابت ہوگئی پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے.

(۱) یہاں تک کہ تو ہمارے لیے مکہ کی زمین سے چشمہ جاری کر دے جس سے تمام اہل مکہ سیراب ہوں.

(۲) یا خاص تیرے لیے کھجوروں یا انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تو انکے درمیان میں نہریں جاری کر دے اور اس قسم کا باغ تیری سرداری اور برتری کا نشان ہو.

(۳) یا ہم پر کوئی بلا نازل کر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے اور ہم کو ڈراتا رہتا ہے کہ ہم پر آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرا دے جس سے تیرے نہ ماننے والے مرجائیں.

(۴) یا لے آ تو اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے کہ ہم اپنی آنکھوں سے سب کو دیکھ لیں اور ہمارے سامنے یہ شہادت دیں کہ یہ خدا کا رسول ہے.

(۵) یا تیرے پاس سونے کا گھر ہو جس سے دنیا میں تیری کوئی شان ظاہر ہو.

(۶) اور یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تجھے چڑھتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں

(۷) اور پھر ہم تیرے چڑھنے پر بھی تیری نبوت پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تو ہم پر ایک کتاب اتار کر لائے جس کو ہم آپ پڑھ لیں اور اس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ یہ ہمارا رسول ہے تم اس کا اتباع کرو اگر تم ہماری اِن باتوں کو پورا کر دو گے تو ہم تم کو سچا مان لیں گے اور جان لیں گے کہ اللہ کے یہاں تیرا بڑا مرتبہ ہے اور تم اسکے ایلچی ہو اس نے تم کو اپنا رسُول بنا کر بھیجا ہے آپ ان سب خرافات کے جواب میں کہہ دیجیے کہ یہ فرمائشیں اس شخص سے ہو سکتی ہیں جو اپنے لیے کمال قدرت کا مدعی ہو میرا پروردگار پاک ہے اس سے کہ اسکی قدرت کاملہ میں کوئی اسکا شریک ہو بشر میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اس قسم کے نشانات دِکھلا سکے میں نہیں ہوں مگر ایک بشر ـــــ جس کو خدا نے تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے مجھ کو اسی قدر قدرت حاصل ہے جو ایک بشر کو دی گئی ہے مگر میں اللہ کا رسول اور اسکا فرستادہ ہوں اس کا پیغام اور اسکے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہوں ایسی باتیں کرنے کی مجھ میں قدرت

www.ahlehaq.org

نہیں جیسے پہلے رسُول گزرے ہیں ایسا ہی میں بھی رسول ہوں اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں پیغمبروں کو مناسبِ حال معجزات عطا کیے اور ان معجزات کا ظہور اللہ کی قدرت اور مشیت سے تھا رسولوں کے اختیار اور مشیت سے نہ تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا اور میری تصدیق کے لیے بہت سے معجزات دیئے جو تمہارے ان فرمائشی معجزات سے ہرگز کم نہیں مثلاً شق القمر اور انگلیوں سے پانی کا جاری ہو جانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے معجزات آپؐ سے ظاہر ہوئے کہ جو آپؐ کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کافی اور شافی تھے اور مشرکین کے اس قول سے کہ ہم تیرے آسمان پر چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے اِلیٰ آخرہٖ ان کا عناد اور ہٹ دھرمی صاف ظاہر ہے اور ضِدّی اور ہٹی آدمی کا منہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔

جواب استعجاب کفّار بر رسالت بشر

اب آگے کافروں کے اس استعجاب کو ذکر کر کے اس کا رد فرماتے ہیں، کافروں کا استعجاب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو ہی رسول بنا کر بھیجا ملائکہ کو رسول کیوں نہیں بنایا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور جب لوگوں کے پاس ہدایت یعنی قرآن آگئی تو انکو ایمان لانے سے سوائے اس بات کے اور کسی امر نے نہیں روکا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی لوگوں کے پاس قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کے متعلق سوائے اسکے اور کوئی عذر نہیں ہے کہ وہ بشر کے رسول ہونے کو مستبعد جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد بشر ہیں اور بشر رسول نہیں ہو سکتا اگر اللہ رسول بھیجنا چاہتا تو اسکے یہاں فرشتوں کی کیا کمی تھی یہ لوگ بشریت کو رسالت کے منافی سمجھتے تھے حالانکہ پہلے جتنے بھی نبی گزرے وہ سب کے سب بشر ہی تھے ان میں سے کوئی فرشتہ نہ تھا اے نبیؐ! آپؐ اِن کے جواب میں کہہ دیجیئے اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے کہ اس میں اطمینان سے چلتے پھرتے تو پھر ہم انکے مناسب ضرور آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیج دیتے جو انہی کی جنس سے ہوتا کیونکہ تعلیم و تلقین کے لیے مناسبت اور باہمی جنسیّت شرط ہے مگر چونکہ زمین پر آدمی رہتے ہیں تو آدمی ہی رسول ہونا چاہیئے۔

جواب اخیر مشتمل بر وعید سعیر

اور اگر باوجود دلائل ظاہرہ اور آیات باہرہ کے یہ ظالم آپؐ سے کہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت کا گواہ کون ہے تو آپ جواب میں کہہ دیجیئے کہ میرے نبی اور رسول ہونے پر میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی ہے گواہ اللہ کی گواہی یہ ہے کہ اس نے میری زبان سے علم و حکمت کے چشمے جاری کر دیئے اور قسم قسم کے معجزات اور نشانات

www.ahlehaq.org

میرے ہاتھ سے تم کو دکھلا دیتے یہی اللہ کی گواہی ہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے ان کو دیکھنے والا ہے وہ صادق کو بھی جانتا ہے اور کاذب کو بھی اور سعادت اور شقاوت اور ہدایت اور ضلالت سب اسکے ہاتھ میں ہے جس کو اللہ ہدایت یعنی توفیق دے وہی ہدایت پانے والا ہے یعنی جس کے دل میں اللہ ہدایت ڈال دے وہی ہدایت پانے والا ہے پھر کسی کو قدرت نہیں کہ اسے گمراہ کر سکے اور جس کو وہ گمراہ کرے تو تو اس کے لیئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پائے گا جو اسے راہ ہدایت پر لے جا سکے اس سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی قسمت میں اللہ نے ہدایت لکھ دی ہے وہ ضرور ہدایت پائیں گے اور جن کو وہ ازل میں گمراہ ٹھہرا چکا ہے ان کا حق اور ہدایت کی طرف آنا محال ہے پس ایسی صورت میں آپ کافروں کے اعراض سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں قیامت کے دن سب کے اعمال کا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا اور قیامت کے دِن ہم ان گمراہوں کو ان کے منہ کے بل اندھا اور گونگا اور بہرا بنا کر اٹھائیں گے یہ سزا ان کو اس لیے دی جائے گی کہ وہ دنیا میں الٹے چلے تھے اور حق کے دیکھنے سے اندھے اور کہنے سے گونگے اور سننے سے بہرے بنے ہوئے تھے ابتداء حشر کے وقت انکی یہی حالت ہو گی تاکہ ان کی ذلت اور رسوائی سب پر ظاہر ہو بعد میں یہ حالت نہ رہے گی اس لیے کہ دوسری آیات اور احادیث سے ان کا دیکھنا اور بولنا اور سننا ثابت ہے ان گمراہوں کا ٹھکانا جہنم ہے جب وہ آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسکو اور بھڑکا دیں گے یہ ان کی سزا ہے اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا اور کہا کہ جب ہم مرے پیچھے ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش سے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انکا یہ خیال بالکل غلط ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ یقیناً ان کے مثل پیدا کرنے پر بھی قادر ہے ولیکن اللہ نے اس دوبارہ پیدا کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ شک نہیں جس طرح اس دنیاوی حیات کے لیے ایک وقت مقرر ہے اسی طرح دوبارہ زندگی کے لیے بھی وقت مقرر ہے اس پر بھی ظالموں نے سوائے ناشکری کے اور بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ عذاب ضرور آکر رہے گا لیکن اسکی ایک مدت مقرر ہے اور آدمی جب مرگیا تو اسکی قیامت آگئی۔

اوپر کی آیتوں میں اللہ کے فضل اور رحمت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جس کو چاہے سرفراز فرمائے اور اس نے اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا اس کے بعد مخالفین کے تعنت آمیز سوالات کا ذکر فرمایا جن میں ایک سوال یہ تھا کہ کافر یہ کہتے ہیں کہ ایمان جب لائیں گے جب زمین میں چشمے اور نہریں جاری ہو جائیں تاکہ زراعت سے اموال کثیرہ جمع ہو جائیں اور کھجور اور انگور کے باغات پیدا ہو جائیں اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر

www.ahlehaq.org

بالفرض تم اللہ کی رحمت پر قابض اور متصرف ہو جاؤ تو تم اپنی طبعی تنگ دلی اور جبلی بخل کی وجہ سے ختم ہو جانے کے خوف سے اپنا ہاتھ روک لو گے لہٰذا تمہاری یہ فرمائش پوری نہ ہو گی اور خزائن رحمت اور وسائل رزق و معیشت تمہارے اختیار میں نہیں دیئے جائیں گے اللہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی حکمت اور مصلحت سے جس پر چاہے رزق کو وسیع کرے اور جس پر چاہے تنگ کرے اور جس کو چاہے اپنے فضل سے اور رحمت سے نبوت اور قرآن عظیم عطا کرے اللہ اپنے بندوں سے باخبر ہے چنانچہ فرماتے ہیں (اے نبیؐ)

آپ ان ظالموں سے کہہ دیجیئے کہ اگر تم میرے پروردگار کے خزانہائے رحمت کے مالک اور متصرف بن جاؤ تو البتہ اسوقت بھی تم اپنے ہاتھ خرچ کرنے سے روک لو گے اس ڈر سے کہ یہ خزانے خرچ ہو کر ختم نہ ہو جائیں اور تم محتاج ہو جاؤ اور انسان بڑا تنگ دِل ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم بے شمار خزانوں کے بھی مالک ہو جاؤ تو تب بھی تم اس بخل اور دنائت پر رہو گے لہٰذا تم ایسی باتوں کا کیوں سوال کرتے ہو تم اس قابل نہیں تم جیسوں کو دینے سے کیا فائدہ (تفسیر کبیر ص ۴۱۳ ج ۵)

اس آیت کے بارہ میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ آیت خاص مشرکوں کے حق میں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عام ہے اور مقصود انسان کا من حیث انسان ہونے کے اعتبار سے — حال بتلانا ہے کہ وہ طبعی طور پر بخیل ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ توفیق اور ہدایت دے کما قال تعالیٰ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: اور جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔

(تفسیر قرطبی ص ۳۳۵ جلد ۱۰)

یہ تمام کلام منکرین کے تہدید میں تھا اب آگے پھر منکرین نبوّت کے تہدید کے لیئے موسیٰ علیہ السّلام کا قِصّہ بیان کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو (۹) نشانیاں صاف پھر پوچھ بنی

اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ

اسرائیل سے، جب آیا وہ انکے پاس، تو کہا اسکو فرعون نے، میری اٹکل میں

يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ

موسیٰ تجھ پر جادو ہوا بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں

www.ahlehaq.org

هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ

اتاریں ، مگر آسمان و زمین کے صاحب نے سوجھانے کو

وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ

اور میری اٹکل ہیں فرعون ! تو کھپا چاہتا ہے پھر چاہا

اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ

کہ ان کو چین نہ دے اس زمین میں ، پھر ڈبا دیا ہم نے

وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ۙ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

اسکو اور اسکے ساتھ والوں کو سارے اور کہا ہم نے اس کے پیچھے بنی اسرائیل کو

اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ

بسو تم زمین میں پھر جب آوے گا وعدہ آخرت کا ، لے آویں گے ہم تم

لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

کو سمیٹ کر اور سچ کے ساتھ اُتارا ہم نے یہ قرآن اور سچ کے ساتھ اترا اور تجھ کو جو بھیجا ہم نے

اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى

سو خوشی اور ڈر سناتا اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے اسکو بانٹ کر کہ پڑھے

النَّاسِ عَلٰی مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ

تو اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور اسکو ہم نے اتارتے اُتارا کہہ تم اس کو مانو یا

اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا

نہ مانو جن کو علم ملا ہے اس کے آگے سے جب

یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ۙ وَّیَقُوْلُوْنَ

ان کے پاس اسکو پڑھیئے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدے میں اور کہتے ہیں

www.ahlehaq.org

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ

پاک ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ البتہ ہونا ہے اور گرتے ہیں

لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ

ٹھوڑیوں پر روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے انکو عاجزی

ذِکر معجزاتِ موسویہ برائے تحقیق رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ ... الیٰ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا

(ربط) گزشتہ آیات میں مخالفین کے معاندانہ سوالات کا ذکر تھا اب ان آیات میں معجزات موسویہ یعنی ان نشانیوں کو ذکر کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون اور اس کی قوم کی تہدید کے لیے عطا کی تھیں مگر باوجود اسکے وہ ایمان نہیں لاتے اور بالآخر ہلاک ہوتے اور غرق ہوتے اسی طرح تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کرتے ہو اور تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تمہاری سفارش کے مطابق وہ معجزات ظاہر کر بھی دیئے جائیں تب بھی تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرو گے۔

جس طرح وہ متکبر اور جبّار (فرعون) خدا تعالیٰ کے درویش نبی یعنی موسیٰ علیہ السّلام کا مقابلہ نہ کر سکا اسی طرح سمجھ لو کہ تم ہمارے کملی والے نبی کا مقابلہ نہ کر سکو گے یہ رسول بھی موسیٰ علیہ السّلام کے مشابہ ہے اور بنی اسرائیل کے بھائیوں (یعنی بنی اسماعیل) میں سے مبعوث ہوا ہے اس کا عصا قرآن ہے سب کفروں کو نگل جائے گا اور ڈکار بھی نہ لے گا تم اپنے انجام کو سوچ لو موسیٰ علیہ السّلام کوئی فرشتہ نہ تھے بلکہ ظاہر صورت کے لحاظ سے ایک بے سرو سامان بشر تھے مگر در پردہ فرشتہ سے بڑھ کر تھے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بشری اور ظاہری فقیری اور درویشی سے دھوکہ نہ کھاؤ اس لباس بشری میں خداوند ذوالجلال کی پیغمبری مستور ہے کوئی فرعون اور ہامان اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا اور جس طرح فرعون اور فرعونیوں کے غرق کے بعد اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو سرزمین مصر کا وارث بنایا اسی طرح عنقریب مکہ فتح ہوگا اور اس نبی آخر الزمان کے اصحاب اوّل سرزمین عرب کے وارث ہوں گے اور پھر سرزمین شام کے وارث ہوں گے جو بنی اسرائیل کا آبائی مسکن ہے غرض یہ کہ اس تمام کلام سے اثبات رسالت مقصود ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) روشن نشانیاں دیں جو انکی نبوت و رسالت کی

www.ahlehaq.org

روشن دلیلیں تھیں جن کا ذکر نویں پارہ کے چھٹے رکوع میں گذر چکا ہے اور اگر تم کو کچھ شک ہو تو بنی اسرائیل کے عُلماء سے پوچھ لو کہ جب موسیٰ علیہ السّلام ان کے پاس یہ معجزات لے کر آئے جن کا ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور پھر ان کے بعد وہ معجزات تم تک بطریق تواتر پہنچے جس میں شک اور شبہ کی گنجائش نہیں اس لیے کہ تواتر بھی بمنزلہ مشاہدہ کے ہے آپ علماء بنی اسرائیل سے پوچھ لیجیے وہ آپ کے قول کی تصدیق کریں گے اور وہ نو معجزے تمہارے ان فرمائشی معجزات کے برابر یا اس سے بڑھ کر تھے ہم اب بھی اس قسم کے معجزات عطا کرنے پر قادر ہیں مگر اس وقت ہماری مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ فی الوقت اس قسم کے معجزات کا ظاہر کرنا سودمند نہیں۔

(تفسیر کبیر ص ۴۶۳ ج ۵)

آیت مذکورہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ میں علماء تفسیر کے دو قول ہیں۔

قول اوّل یہ ہے کہ تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ سے موسیٰ علیہ السّلام کے نو معجزے مراد ہیں وہ نو بیّنات یہ ہیں۔

(۱) عصا اور (۲) ید بیضا اور (۳) قبطیوں پر قحط شدید اور (۴) طوفان باراں اور (۵) جراد یعنی ٹڈیاں اور (۶) قمل یعنی چیچڑیاں اور (۷) ضفادع یعنی مینڈک اور (۸) دم یعنی خون اور (۹) نقص ثمرات یعنی پھلوں کی کمی۔

یہ نو[1] آیات بینات اور مفصّلات ہیں اور آیات واضحات ہیں جن کا فرعونیوں نے مشاہدہ کیا مگر ان ظالموں پر ان آیات واضحات نے کچھ اثر نہ کیا اسی طرح اگر ہم ان لوگوں کے سوالات پورے کر دیں کہ چشمے اور نہریں جاری کر دیں تو یہ ظالم بھی فرعونیوں کی طرح ایمان لانے والے نہیں جیسے فرعون نے باوجود مشاہدۂ آیات بینات موسیٰ علیہ السّلام سے یہ کہا کہ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۱ اے موسیٰ میں تم کو جادو گر گمان کرتا ہوں اسی طرح یہ ظالم ان معجزات کے ظاہر ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو جادوگر بتلائیں گے لیکن قوم فرعون کو تو ان آیات بینات پر ایمان نہ لانے کے بعد غرق کر دیا گیا مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپؐ کی قوم کو ہلاک کرنے کا نہیں اس لیے ان کے یہ سوالات پورے نہیں کیے اور موسیٰ علیہ السّلام کو ان نو نشانیوں کے سوا اور بھی نشانیاں عطا ہوئیں مثلاً (۱) دریا کا شق ہونا ——— (۲) عصا کے پتھر پر مارنے سے پتھر سے پانی نکل آنا۔
(۳) پتھر سے بارہ چشموں کا جاری ہو جانا — (۴) بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل ہونا۔

[1] ان نو نشانیوں میں سے سات کی تعیین پر تو سب کا اتفاق ہے اور دو میں اختلاف ہے جن سات کی تعیین پر اتفاق ہے وہ یہ ہیں (۱) عصا (۲) ید بیضا (۳) طوفان (۴) جراد (۵) قمل (۶) ضفادع (۷) دم اور جن کی تعیین میں اختلاف ہے وہ بعض کے نزدیک (۱) فلق بحر اور (۲) حجر ہیں اور بعض کے نزدیک (۱) قحط اور (۲) کمی پیداوار (واللہ اعلم)

www.ahlehaq.org

(۵) بنی اسرائیل پر ابر کا سایہ کرنا وغیر ذٰلِكَ یہ نشانیاں موسیٰ علیہ السّلام کو بلاد مصر سے نکلنے کے بعد عطا ہوئی تھیں لیکن اس جگہ انہیں نو نشانیوں کا ذکر ہے جن کا مشاہدہ فرعون لعین نے کیا تھا اور قوم فرعون نے مصر میں ان کو دیکھا تھا اس لیے یہی آیات ان پر حجت تھیں جن کی از راہ عناد انہوں نے مخالفت کی اور تباہ و برباد ہوئے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تسع آیات بینات سے نو معجزات مراد ہیں جو سورۂ اعراف میں مذکور ہیں آیت کی تفسیر میں یہ پہلا قول ہوا اب دوسرا قول سنیئے۔

قول دوم دوسرا قول یہ ہے کہ تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ سے آیات احکام مراد ہیں یعنی نو آیات سے تورات کے نو احکام مراد ہیں جیسا کہ مسند احمد اور ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دو عالموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تسع آیات کے متعلق سوال کیا آپؐ نے فرمایا وہ احکام یہ ہیں۔

(۱) خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۲) چوری مت کرو (۳) زنا مت کرو (۴) ناحق خون مت کرو (۵) سود مت کھاؤ (۶) جادو مت کرو (۷) کسی بے گناہ کو مت پکڑو (۸) کسی عفیف عورت پر تہمت نہ لگاؤ (۹) جہاد سے مت بھاگو۔

یہ نو احکام تو عام ہیں یعنی سب کے لیے ہیں اور ایک حکم اے یہود خاص تمہارے لیئے ہے کہ سبت یعنی شنبہ کے دن حدود الٰہی سے تجاوز نہ کرنا یہود نے سن کر آپؐ کی تصدیق کی اور ان دونوں یہودیوں نے آپؐ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نبی ہیں آپؐ نے ان سے پوچھا کہ پھر تم میرا اتباع کیوں نہیں کرتے انہوں نے کہا کہ داؤد علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی تھی کہ آئندہ نبوت ہمیشہ انھی کے خاندان میں رہے (یہ ان کا داؤد علیہ السّلام پر افترا تھا) اور یہ کہا کہ ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ہم آپ کا اتباع کریں گے تو یہودی ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔

محققین کے نزدیک راجح پہلا قول ہے کہ تسع آیات سے نو معجزات مراد ہیں اور وہ کلمات جو حدیث میں مذکور ہوئے وہ مراد نہیں کیونکہ وہ احکام اور وصایائے توریت ہیں ان میں سے فرعون پر کوئی چیز حجت نہیں لفظ "بصائر" بھی اسی معنی پر ہی چسپاں ہوتا ہے یعنی یہ میرے معجزات ایسی چیز ہیں جنکو دیکھ کر آنکھیں کھل جائیں اور ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے موسیٰ علیہ السّلام کے نو معجزات کے علاوہ توریت کے اِن نو احکام کو بھی بیان کیا ہو مگر راوی نے احکام کا تو ذکر کر دیا اور معجزات کو حذف کر دیا۔ واللہ اعلم۔

اور آیات قرآنیہ میں تسع آیات بینات سے وہ نشانات مراد ہیں کہ جو بطور دلائل و حجج فرعونیوں کو دکھلائے گئے تاکہ ان پر حجت قائم ہو حافظ ابن کثیرؒ کا خیال یہ ہے کہ اسی روایت میں راوی کو اشتباہ ہوا کہ اس نے کلمات عشر کی جگہ تسع آیات کو ذکر کر دیا بہرحال سیاق و سباق کا مقتضی یہ ہے کہ تسع آیات

www.ahlehaq.org

بینات سے وہ معجزات مراد لیے جائیں جو فرعونیوں پر حجت قائم کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السّلام کو دیئے گئے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو اور فرعونیوں کو ان آیاتِ بینات سے ڈرایا تو فرعون نے از راہ تکبر وغرور موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ اے موسیٰ میں بلاشبہ تجھ کو جادو کا مارا ہوا خیال کرتا ہوں جس کی وجہ سے تو مخبوط الحواس ہوگیا ہے اور ایسی بہکی ہوئی باتیں کرتا ہے جب فرعون نے ان آیاتِ بینات کو باوجود واضح ہونے کے نہ مانا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا البتہ تحقیق تو ضرور جان چکا ہے اور دل سے مان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو سوائے آسمانوں اور زمینوں کے پروردگار کے اور کسی نے نہیں اُتارا مگر تو ضد اور عناد سے ان کا انکار کرتا ہے اور یہ ایسے نشانات ہیں کہ جن کو سوائے پروردگار عالم کے کوئی اتار ہی نہیں سکتا پروردگار ہی نے ان نشانیوں کو اتارا ہے درآں حالیکہ وہ سامان بصیرت ہیں کہ جن کو دیکھنے سے چشمِ بصیرت روشن ہو جاتی ہے اور دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور حق نظر آنے لگتا ہے اور انسان پہچان لیتا ہے کہ یہ خدائی کرشمہ ہے کوئی جادو نہیں مگر ضد اور عناد کی پٹی بصارت اور بصیرت سب کو معطل کر ڈالتی ہے چنانچہ فرعون اور اس کی قوم ان بصائر اور عبر کے دیکھنے کے باوجود ایسی اندھی بنی کہ بنی اسرائیل کو نیست ونابود کرنے کا ارادہ کیا پس فرعون نے یہ ارادہ کر لیا کہ موسیٰ علیہ السّلام اور انکی قوم کے سرزمین مصر سے قدم اکھاڑ دے کہ بنی اسرائیل اس سرزمین میں رہنے نہ پائیں جب اس نے چاہا تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو دریائے قلزم میں غرق کر دیا اور موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی اور اسکے غرق کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ جاؤ اسی سرزمین میں بسو جہاں سے وہ تم کو نکالنا چاہتا تھا اسی طرح اللہ کو قدرت ہے کہ مشرکینِ مکہ کو تباہ کر کے مسلمانوں کو انکی سرزمین کا وارث بناتے اور اسی میں ان کو بساتے اسی آیت میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور جو لفظ اس آیت میں فرعون کے متعلق لایا گیا ہے فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ — بعینہٖ اسی قسم کا لفظ اسی سورت میں تین رکوع قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق گزر چکا ہے وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا یعنی اہل مکہ آپؐ کو اس سرزمین سے نکالنا چاہتے ہیں اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ عنقریب آپ کو اس سرزمین کا وارث بنائے جس سے مشرکین مکہ آپکو نکالنا چاہتے ہیں۔

بہرحال فرعون اور فرعونیوں کا غرق اور موسیٰ علیہ السّلام اور بنی اسرائیل کی نجات کا ذکر وما جرا تو اس دنیا میں ہوا پھر جب آخرت کا وعدہ آپہنچے گا تو ہم سب کو گڈمڈ یعنی خلط ملط میدانِ حشر میں لا موجود کریں گے مؤمن اور کافر اور نیک اور بد سب گڈمڈ اور مخلوط ہوں گے اور سب کو جمع کر کے فیصلہ کر دیا جائے گا اور جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السّلام پر توریت کو حق کے ساتھ اتارا اسی طرح ہم نے اس قرآن کو آپؐ پر حق کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے ساتھ آپؐ پر نازل ہوا از اوّل تا آخر شیاطین سے محفوظ ہے، از اول تا آخر حق ہی حق ہے اور صدق ہی صدق ہے جس طرح خدا کے پاس سے

www.ahlehaq.org

چلا تھا اسی طرح محفوظ و محروس بلاکم وکاست آپ کے پاس پہنچ گیا غیر کا کلام اس سے مخلوط نہیں ہوا اور جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السّلام کو پیغمبر بناکر بھیجا کہ لوگوں کو اللہ کے احکام پہنچا دیں مگر ہدایت انکے اختیار میں نہ تھی اسی طرح ہم نے آپ کو فقط بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بناکر بھیجا ہے ایمان پر ثواب اور نجات کی بشارت دیدینا اور کفر و معصیت پر عذاب سے ڈرانا یہ آپ کا کام ہے باقی کسی کو ہدایت دینا وہ سب ہمارے اختیار میں ہے لہٰذا آپ کسی کے کفر اور معصیت سے رنجیدہ اور غمگین نہ ہوں اور علاوہ ازیں کہ ہم نے اس قرآن کو حق اور صدق کے ساتھ نازل کیا ہے بمقتضائے رحمت ہم نے اس میں ایک رعایت یہ بھی رکھی ہے کہ ہم نے اس قرآن کو ٹکڑے کرکے اُتارا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سکیں اور لوگوں کو اسکے یاد کرنے اور سمجھنے میں آسانی ہو اور ہم نے اس کو حسبِ حالات و واقعات تدریجاً اتارا ہے تاکہ واقعہ سامنے ہونے سے حقیقت خوب واضح ہو جائے اور آیت اور حکم کا مصداق نظروں کے سامنے آجائے اور ہر آیت اور ہر حکم کا محل اور موقعہ خوب اچھی طرح دل نشین ہو جائے تاکہ آیت کو بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے نیز اگر تمام احکام دفعۃً نازل ہو جاتے تو گھبرا جاتے۔ یہ اللہ کا کلام ہے اور اسکے احکام ہیں جس کو خدا نے بندوں کی مصلحت سے تھوڑا تھوڑا اتارا ہے اس تدریجی نزول میں تمہاری مصلحت ملحوظ ہے لہٰذا تم کو چاہیئے کہ اس کتاب پر ایمان لاؤ تاکہ تم کو فائدہ ہو ورنہ خدا تعالیٰ بے نیاز ہے اسے کسی کے ایمان کی ضرورت نہیں اے نبیؐ آپ ان سے کہہ دیجیئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ — خدا کے یہاں سب برابر ہے تحقیق جن لوگوں کو قرآن کے نزول سے پہلے علم دیا گیا یعنی حق شناس اور نیک دِل علماء اہل کتاب ان کا یہ حال ہے کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کلام خداوندی کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں کیونکہ جب انسان پر کسی کی عظمت و ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے تو اکثر وہ زمین پر اُوندھا گر جاتا ہے اور اَذْقَان پر گرنا یہ کنایہ ہے غلبۂ خوف اور جذبۂ شوق سے اور مطلب یہ ہے کہ غلبۂ شوق کی بناء پر اسکی تعظیم کے بجالانے میں جلدی کرتے ہیں حتّٰی کہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور سجدہ کی حالت میں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار وعدہ خلافی سے پاک ہے یہ ناممکن ہے کہ اس نے جو اپنی پہلی کتابوں میں وعدہ کیا ہے وہ پُورا نہ کرے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی زبانی توریت کتاب استثناء میں یہ وعدہ کیا تھا کہ "اے بنی اسرائیل! میں تیرے بھائیوں (یعنی حضرت اسماعیل) میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا" اس بشارت اور وعدہ کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب بشائر النبیین میں لکھ دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

اس آیت میں ان حق شناس اور طالب حق علماء اہل کتاب کا ذکر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے انکو توریت اور انجیل کا علم دیا گیا تھا جیسے زید بن عمرو بن نفیلؓ اور سلمان فارسیؓ اور ابوذر غفاریؓ وغیرھم۔ یہ لوگ انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی خبروں کی وجہ سے

www.ahlehaq.org

بنی آخر الزمانؐ اور قرآن کے منتظر تھے وہ اس قرآن کو سن کر خوش ہوتے اور سجدۂ شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کے عیب سے پاک ہے کتب سماویہ ومقدسہ میں جو اس نے بنی آخر الزمانؐ کے مبعوث کرنے اور قرآن کے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ تو ضرور پورا ہونا ہی تھا خدا تعالیٰ نے کتب سابقہ میں جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا فرما دیا قرآن کو سنتے ہی سمجھ گئے کہ یہ اس وعدہ کا ایفاء ہے اور ایمان لے آئے اور قرآن سننے کے وقت ان پر ایسی رقت اور کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ قرآن کی موعظت انکے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی ہے اور یہ قرآن کا سننا بارگاہ خداوندی میں انکی فروتنی اور عاجزی کو اور زیادہ کرتا ہے یعنی وہ بڑے نرم دل ہیں قرآن سُن کر ان پر عجیب رقت طاری ہوجاتی ہے یہ حال تو اہل علم کا ہے اور جاہل اور نادان اس قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں ۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا

کہہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جو کہہ کر

تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ

پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے اور تو نہ پکار

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ

اپنی نماز میں نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ لے اس کے

ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ

بیچ میں راہ اور کہہ، سراہیئے اللہ کو جس نے

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ

نہیں رکھی اولاد، نہ کوئی اسکا ساجھی سلطنت میں

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲ ۱۱ ۱۲

نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر اور اسکی بڑائی کر بڑا جان کر

www.ahlehaq.org

خاتمۂ سورت بر توحید و تحمید

قال اللّٰہُ تعالیٰ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ... الیٰ.... وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا

(ربط) سورت کا آغاز اللہ کی تسبیح و تنزیہ سے ہوا اب سورت کا اختتام اللہ کی توحید اور اسکی تحمید اور اسکی تکبیر و تمجید پر ہو رہا ہے جو غایت درجہ لطیف ہے ابتداء کی طرح اخیر میں بھی اللہ تعالیٰ کا تمام نقائص عجز اور ذلت سے مبرّا اور منزّہ ہونا بیان فرمایا اور چونکہ گزشتہ آیت میں سجود اور خشوع کا ذکر تھا اس لیے اسکی مناسبت سے ان آیات میں یہ دعا یعنی خدا تعالیٰ کو پکارنے کا ذکر فرماتے ہیں واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ کہتے تھے یا اللّٰہ و یا رحمٰن تو اس پر مشرکین نے طعن کیا کہ ہم کو تو دو خدا کی پرستش سے منع کرتے ہیں اور خود دو خداؤں کو پکارتے ہیں اس پر آیت نازل ہوئی۔

اے نبیؐ! کہہ دیجیے کہ خواہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو تو سب اچھے نام اسی کے ہیں جس نام سے چاہو اس کو پکارو ناموں کے متعدد ہونے سے مسمّیٰ متعدد نہیں ہو جاتا اسماء اور صفت کی تعداد سے ذات کا تعدّد لازم نہیں آتا جو توحید کے منافی ہو عنوان کے بدلنے سے معنون نہیں بدلتا اچھے نام وہ ہیں جو اللہ کی تنزیہ و تقدیس اور اسکی تحمید و تمجید اور اسکی تعظیم و تکریم پر مشتمل ہوں اور اس کے جلال اور کمال پر دلالت کریں اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں ترمذی کی روایت میں اللہ تعالیٰ کے جن اسمائے حسنیٰ کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں۔

اللّٰہ الذی لا اِلٰہَ الاھو الرحمٰن، الرحیم، الملک، القدوس، السلام، المؤمن، المھیمن، العزیز، الجبار، المتکبر، الخالق، البارئ، المصوّر، الغفار، القھار، الوھاب، الرزاق، الفتاح، العلیم، القابض، الباسط، الخافض، الرافع، المعز، المذل، السمیع، البصیر، الحکم، العدل، اللطیف، الخبیر، الحلیم، العظیم، الغفور، الشکور، العلی، الکبیر، الحفیظ، المقیت، الحسیب، الجلیل، الکریم، الرقیب، المجیب، الواسع، الحکیم، الودود، المجید، الباعث، الشھید، الحق، الوکیل، القوی، المتین، الولی، الحمید، المحصی المبدئ، المعید، المحیی، الممیت، الحی، القیوم، الواجد، الماجد، الواحد، الصمد، القادر المقتدر، المقدم، المؤخر، الاول، الآخر، الظاھر، الباطن، الوالی، المتعالی، البر، التواب المنعم، العفو، الرؤف، مالک الملک، ذوالجلال والاکرام، المقسط، الجامع، الغنی المغنی، الضار، النافع، النور، الھادی، البدیع، الباقی، الوارث، الرشید، الصبور، الستّار

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ جو مشہور ہیں وہ یہ ہیں جن کی تعداد لفظ اللہ کے سوا ننانوے ہے اس کے

www.ahlehaq.org

علاوہ اللہ کے اور نام بھی منقول ہیں جو درحقیقت انہی ننانوے ناموں میں مندرج ہیں۔

اب دعا کے بعد صلاۃ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کیوں کہ دعا کی طرح نماز کی روح بھی خشوع ہے اور رکوع وسجود نماز کا رکن ہے دعا کے لیے رکوع اور سجود لازم نہیں اور اے نبیؐ اپنی نماز کی قرأت میں آواز کو بہت بلند نہ کرو اور نہ بہت آہستہ کرو اور ان دونوں حالتوں کے درمیان متوسط راہ اختیار کرو یعنی نماز میں نہ تو قرأت کو اتنی بلند آواز سے کرو کہ مشرکین سن کر قرآن کو اور قرآن کے اتارنے والے کو اور اس کے لانے والے کو گالیاں دیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھو کہ آپؐ کے اصحاب بھی نہ سُن سکیں درمیانی راہ اختیار کرو۔ یہ مضمون حدیث میں آیا ہے معلوم ہوا کہ امام کا کام سنانے کا ہے اور مقتدی کا کام سننے کا ہے نہ کہ پڑھنے کا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارہ میں نازل ہوئی یعنی دعا نہ بہت بلند آواز سے مانگ اور نہ بالکل چپکے ہی چپکے، بہرحال مقصود یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے تو درمیانی حالت میں رہے نہ آواز بہت بلند ہو اور نہ بہت پست۔

شریعت نے نماز کے جہر اور اخفاء کے متعلق بھی احکام بتلا دیئے اور دعا کے متعلق بھی بتلا دیئے اور یہ بھی بتلا دیا کہ نماز میں احوال مختلف ہیں کہیں جہر ہے اور کہیں اسرار ہے اور دعا میں یہ بتلا دیا کہ دعا میں اخفاء اور اسرار افضل ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔

اب نماز اور دعا کے بعد اللہ کی تحمید و تمجید اور اس کی تنزیہ و تقدیس کو ذکر کرکے سورت کو ختم فرماتے ہیں تاکہ اللہ کی کمال قدرت وعظمت ظاہر اور اہل شرک کی جہالت کا رد ہو اور کہہ دیجئے کہ کمال تعریف ہے اللہ کو جو اولاد نہیں رکھتا کیونکہ صاحب اولاد کسی نہ کسی درجہ میں اولاد کا محتاج ہوتا ہے اور محتاج کمالِ حمد کا مستحق نہیں اس لفظ میں یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کا رد ہو گیا یہود حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا بتاتے تھے اور مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتاتے تھے۔

و اور نہ کوئی سلطنت میں شریک ہے کیونکہ شرکت نقص اور عیب ہے اور جس میں نقص اور عیب ہو وہ مستحق حمد نہیں۔

و اور نہ کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اگر وہ کمزور ہوتا تو کمال حمد کا مستحق نہ ہوتا کیونکہ جو دوسرے کی امداد کا محتاج ہو وہ کمال حمد کا مستحق نہیں نیز جو کمزور ہوگا وہ کمال انعام پر قادر نہ ہوگا اور جو کمال انعام پر قادر نہ ہو وہ کمال حمد کا مستحق نہیں۔

و اور اسکی کبریائی اور حمد اور بڑائی کو بیان کر خوب بیان کرنا۔ دل و جان سے یہ عقیدہ رکھ کہ اس سے بڑا کوئی نہیں اور وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک اور منزہ ہے اور تمام صفات کمال کے ساتھ وہم و خیال سے بڑھ کر موصوف ہے لہٰذا وہی تمام محامد کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو اپنی تحمید و تمجید پر ختم فرمایا اور تنزیہ کے لیے مدد کی تمام صورتوں کی نفی فرمادی اس لیے کہ کسی سے مدد لینے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنے چھوٹے سے مدد لے

www.ahlehaq.org

جیسے باپ اولاد سے مدد لے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا میں اس صورت کی نفی فرما دی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے مساوی سے مدد لے جیسے ایک شریک دوسرے سے مدد لے وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ میں اس صورت کی نفی فرما دی تیسری صورت یہ ہے کہ کمزوری کی وجہ سے اپنے بڑے سے مدد لے وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ میں اسکی نفی کر دی ان تین جملوں میں یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب کا رد ہو گیا پھر اپنی کبریائی پر سورت کو ختم فرمایا کہ وہ سب سے بلند اور برتر ہے۔

الحمد للہ آج بروز چہار شنبہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ ہجری کو غروب شمس سے پہلے اس سورت کی تفسیر سے فراغت ہوئی۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین۔

اٰیاتُھا ۱۱۰ | ۱۸ = سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ = ۶۹ | رُكُوْعَاتُھا ۱۲

سورۂ کہف مکی ہے اسمیں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

تفسیر سورۂ کہف

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں اس سورت کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو ستر ہزار فرشتے اس کے ہمراہ آئے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جس نے سورۂ کہف کی اول دس آیتیں یاد کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو گیا۔ اخرجہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وغیرھم۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی وہ آٹھ دن تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا چونکہ اس سورت میں اصحاب کہف کا قصہ بیان ہوا اس لیے یہ سورت "سورت الکہف" کے نام سے مشہور ہوئی۔

www.ahlehaq.org

ربط اور مناسبت

گزشتہ سورت (سورۃ الاسراء) کا آغاز تسبیح سے ہُوا اور اختتام تحمید پر ہُوا قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا الخ: اور قرآن اور حدیث میں تسبیح اور تحمید ایک دوسرے کے ساتھ مقرون ہیں۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ اس لیئے اس سورت کا آغاز تحمید سے ہوا جو گزشتہ سورت کی ابتداء اور آغاز کے ساتھ تو مناسب ہے اور گزشتہ سورت کے خاتمہ کا عین ہے۔

نیز وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ کفّار نے آپؐ کے آزمانے کے لیے تین سوال کیئے تھے ایک روح کے متعلق دوسرا اصحاب کہف کے متعلق اور تیسرا ذوالقرنین کے متعلق پہلے سوال کا جواب گزشتہ سورت میں گزر چکا ہے اور دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یعنی اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قِصّہ اس سورت میں ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اس سوال سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں قدح کرنا تھا اس لیے سورت کے شروع میں نزول قرآن کا ذکر فرمایا کیونکہ قرآن عظیم آپؐ کی نبوت و رسالت کی برہان عظیم ہے اس لیئے اس سورت کے شروع میں اوّل آپؐ کی نبوت و رسالت کی دلیل اور برہان کو ذکر کیا اور اس کے بعد اصحاب کہف کا قِصّہ منکرین نبوت کے شبہ کے جواب میں ذکر فرمایا۔

اور علاوہ جوابِ کفّار کے، اصحاب کہف کے قِصّہ سے اثباتِ بعث و حشر و نشر بھی مقصود تھا اسلیئے اصحابِ کہف کے قِصّہ کے بعد دنیا کا فنا و زوال اور قیامت و آخرت کا حال بیان فرمایا جو دور تک چلا گیا اور اس کی مناسبت سے اور بھی مضامین کا بیان ہوا اور جس طرح پہلے سوال یعنی روح کے متعلق سوال کے جواب کے بعد یہ فرمایا وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا کہ تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے اسی طرح یہاں دوسرے سوال کے جواب کے بعد یعنی اصحاب کہف کے قِصّہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قِصّہ ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ بندہ کو جو علم دیا گیا ہے وہ قلیل ہے کسی کو اللہ نے کوئی علم دیا اور کسی کو کوئی دوسرا علم دیا پیغمبر خواہ کتنا ہی اولوالعزم کیوں نہ ہو اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ تمام علوم سے واقف ہو گویا کہ موسیٰ علیہ السّلام کا یہ قِصّہ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا: کی ایک دلیل ہے پھر آخرِ سورت میں تیسرے سوال کے جواب میں ذوالقرنین کا قِصّہ ذکر فرمایا اور جس طرح اصحاب کہف کے قِصّہ کے بعد دنیا کے فنا و زوال اور قیامت اور عالم آخرت کا ذکر فرمایا تھا اسی طرح ذوالقرنین کے واقعہ کے بعد قیامت اور عالم آخرت کا ذکر فرمایا اور مضمون توحید و رسالت پر سورت کو ختم فرمایا۔

(یا یوں کہو) کہ پہلی سورت میں مقام نبوت کے علو اور عروج کا اور اس کی عزت و رفعت کا اور

www.ahlehaq.org

معجزاتِ نبوت کا اور نبی کی آیات بینات کا بیان تھا اور اس سورت میں مقام ولایت کا اور اولیاء اللہ کی کرامتوں کا اور عزلت اور گوشہ نشینی اور فقیری اور درویشی کا بیان ہے۔

اس سلسلہ میں حق جل شانہٗ نے اصحاب کہف کا قصہ ذکر فرمایا کہ یہ چند باہمت جوان تھے کہ جو کفر اور شرک کے فتنہ سے بچنے کے لیے اپنے دین کو لے کر بھاگے اور ایک غار میں جاکر چھپے جیسا کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کی کتاب الایمان میں ایک باب یہ منعقد فرمایا ہے باب من الدین الفرار من الفتن جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دین کو کفر اور شرک کے فتنہ سے بچانے کے لیے بھاگ کر کسی پہاڑ اور غار میں جا چھپنا یہ بھی ایمان کا ایک عظیم شعبہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اور دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت بھی اسی فرار من الفتن کا ایک فرد ہے اور جس طرح گزشتہ سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کی ایذاء رسانی کے وقت یہ دعا بتلائی گئی وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ : اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے نکلنا خروج صدق ہوا اور مدینہ میں داخل ہونا دخول صدق ہوا اسی طرح اصحاب کہف کا اپنے شہر سے نکلنا جہاں کفر اور شرک کا فتنہ بپا تھا یہ خروج صدق ہوا پھر شہر سے نکل کر کہف (غار) میں عزلت گزیں اور گوشہ نشین ہو جانا یہ دخولِ صدق ہوا اور اس خلوت و عزلت کی برکت سے خداوند ذو الجلال کی رحمت و کرامت کے مورد بنے کما قال تعالیٰ حکایۃ عنھم وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔

خدا تعالیٰ کی محبت میں اس جگہ کو چھوڑ دینا کہ جہاں خدا کی معصیت جاری ہو اور کسی غار اور پہاڑ میں جاکر چھپ جانا کہ خدا کا دشمن (کافر) نظر ہی نہ آئے یہ خود ایک عظیم عبادت ہے۔

با محبان باش دائم ہم نشیں تا توانی روئے اعدا را مبیں

صحیح بخاری میں ہے وکان یخلو بغار حراء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے غار حرا میں خلوت و عزلت فرماتے تھے اشارہ اس طرف ہے کہ خلوت اور عزلت ایسی عظیم چیز ہے کہ مبادی نبوت میں سے ہے جیسا کہ اخلاص نیت اور رؤیائے صالحہ مبادی نبوت میں سے ہے اسی طرح سمجھو کہ سورۂ اسراء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اور آپ کے عروج اور سیر سموٰت اور علو اور رفعت کا بیان تھا اب سورۃ الکہف میں غار اور پہاڑ کی خلوت اور عزلت کا بیان ہے جو شان ولایت ہے اور پھر اس کرامت کا بیان ہے جو اس عزلت گزینی اور گوشہ نشینی پر اصحاب کہف کو عطا ہوئی اور پھر اس سورت کو ذو القرنین کے قصہ پر ختم فرمایا جو سلطنت اور ولایت اور فقیری اور امیری دونوں کا جامع تھا اور اس شعر کا مصداق تھا۔

بود شاہے در زمان پیش زیں
ملک دنیا بودش و ہم ملک دیں

www.ahlehaq.org

فائدہ جب نبوت اور بادشاہت ایک کمبل میں جمع ہو جائیں تو اس کا نام خلافت الٰہیہ ہے اور ایسا بادشاہ جو نبی بھی ہو وہ خلیفۂ الٰہی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام یہ دونوں خلیفۂ الٰہی تھے کہ نبوت اور بادشاہت دونوں کے جامع تھے اور جب ولایت اور بادشاہت اور امیری اور فقیری کسی ایک کمبل اور گدڑی میں جمع ہو جائیں تو اس کا نام خلافت راشدہ ہے جیسے ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین تھے بادشاہت اور ولایت دونوں کے جامع تھے اور خاتم الانبیاء کے جانشین تھے امیر سلطنت بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ

سراہیئے اللہ کو، جس نے اُتاری اپنے بندے پر کتاب، اور نہ رکھی اس میں

لَّهٗ عِوَجًا ؕ (۱) قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ

کچھ کجی ٭ ٹھیک اتاری تا ڈر سناوے ایک سخت آفت کا اسکی طرف سے

وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ

اور خوشخبری دے یقین لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں کہ اُنکو اچھا

اَجْرًا حَسَنًا ۙ (۲) مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ (۳) وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ

نیگ ہے جس میں رہا کریں ہمیشہ اور ڈر سناویں اُن کو

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ (۴) مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا

جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد کچھ خبر نہیں ان کو اس بات کی نہ اُنکے

لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ

باپ دادوں کو کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے سب

www.ahlehaq.org

يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ

جھوٹ ہے جو کہتے ہیں سو کہیں تو گھونٹ ڈالے گا اپنی جان انکے پیچھے

اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا

اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو پچتا پچتا کر ∴ ہم نے بنایا ہے جو

عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷

کچھ زمین پر ہے اس کی رونق تا جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کام کرتا ہے

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸ ط

اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ اُس پر ہے میدان چھانٹ کر

آغاز سورت بتحمید بر انزال کتاب ہدایت برائے اثبات توحید و رسالت

و ذکر فنا و زوال دنیا برائے تذکیر آخرت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ... اِلٰى .. صَعِيْدًا جُرُزًا

(ربط) گزشتہ سورت کی طرح اس سورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور دنیا کے فنا و زوال اور اس کی حقارت اور آخرت کی جزاء و سزا کو بیان فرمایا اور تین قصے بیان فرمائے جن سے بھی مقصود اثبات توحید و رسالت اور اثباتِ قیامت ہے اور گزشتہ سورت کو حمد پر ختم فرمایا اور اس سورت کو توحید و حمد سے شروع فرمایا اور مسئلۂ نبوت سے اسکی ابتداء فرمائی اور اپنی سب سے بڑی نعمت کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ کتاب ہدایت نازل فرمائی جو تمہارے لیے سامانِ ہدایت ہے اور نبی کے لیے دلیلِ نبوت اور برہان رسالت پھر اس قرآن کو نازل کرنے کی حکمت بیان فرمائی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمتِ مجسم تھے اس لیے آپؐ کو کفّار کے ایمان نہ لانے سے رنج ہوتا تھا اس لیے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ سے آپؐ کی تسلّی فرمائی اور اہل دنیا اور اہل غفلت کو تنبیہ فرمائی کہ یہ دنیا اور اس کی نعمتیں چند روزہ ہیں ان میں پڑ کر خدا سے غفلت نہ برتو اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ سے یہی بتلایا کہ دنیا ہذا اور اس کا

www.ahlehaq.org

عیش و آرام چند روزہ ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں سب حمد و ثناء اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے جس نے اپنے خاص بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب قرآنِ کریم اتاری اور ذرّہ برابر اس میں کسی قسم کی کجی نہ رکھی نہ لفظوں کے اعتبار سے اس میں کوئی خلل ہے اور نہ معانی کے اعتبار سے اس میں کوئی کمی ہے یہ کتاب تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی کجی دُور کرنے کے لیے نازل کی اس کتاب میں کوئی بھی عیب اور کجی نہیں اور جو اس میں عیب نکالے سو وہ اسکی عقل کا فتور اور قصور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ٹھیک اتارا راستی اور استقامت کے ساتھ موصوف ہے خود راست اور درست ہے اور دوسروں کو راہِ راست پر لے جانے والی ہے ایسی کتاب میں تو کجی کا امکان ہی نہیں اور اس آیت میں خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کے نازل کرتے پر اپنی حمد فرمائی کیونکہ نزول قرآن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت اور اسکی عبادت کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور فوز عظیم اور سعادت دارین کا ذریعہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی برہان عظیم ہے اور اس کتاب کو اس لیے نازل کیا تاکہ وہ کتاب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب سے ڈرائے جو من جانب اللہ کج طبیعت والوں پر نازل ہوگا اور تاکہ خوشخبری دے — اہل ایمان کو جو اعمال صالحہ کرتے۔ یعنی جن لوگوں نے اعمال صالحہ سے اپنی باطنی کجی کو دُور کر لیا اور صراط مستقیم اور راہِ راست پر چل پڑے ایسے لوگوں کو یہ کتاب بشارت دے کہ ان کے لیے آخرت میں نیک بدلہ ہے یعنی جنت ہے جو دارِ کرامت اور دارِ نعمت ہے جس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کبھی اس سے منتقل نہ ہوں گے اور تاکہ کافروں میں سے بالخصوص ان لوگوں کو ڈرائے کہ جنہوں نے قصور عقل اور کج راہی کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے یہ کہنے والے یہود و نصاریٰ ہیں اور خدا کے لیے اولاد تجویز کرنا یہ کج طبعی اور قصور عقل کی دلیل ہے اس بات کا ان کو کچھ بھی علم نہیں اور نہ انکے باپ دادا کو اسکی خبر ہے اس قسم کی نامعقول باتیں انکی کج طبعی کی دلیل ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شانِ قدوسیت اور سبّوحیت سے بالکل بے خبر ہیں بڑی بھاری بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے یعنی نہایت نامعقول اور نازیبا بات ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ نرا جھوٹ کہتے ہیں۔ خدا کے لیے اولاد بتلانا ایسا جھوٹ ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اور زمین پھٹ جائیں اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا : اولاد تو اسکے ہو سکتی ہے کہ جو جسم ہو اور اجزاء لاتتجزیٰ سے مرکب ہو اور اپنے ترکیب اور ترتیب دینے والے کا محتاج ہو اور خدا تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور منزّہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کج فہموں اور کج راہوں کی اس قسم کی باتیں سُن کر رنج ہوتا تھا تو آپؐ کی تسلّی کے لیے فرماتے

www.ahlehaq.org

ہیں پس شاید آپؐ انکے پیچھے اپنی جان ہلاک کر دیں اگر وہ اس بات پر یعنی قرآن پر ایمان نہ لائیں تو اندیشہ ہے کہ آپ غم یا حسرت کی وجہ سے اپنی جان نہ دیدیں۔

مطلب یہ ہے کہ اتنا غم نہ کیجیئے کیوں کہ یہ دنیا، دارِ ابتلاء اور دارِ امتحان ہے ایک عجائب گھر ہے طرح طرح کی زینتوں سے مزیّن ہے کوئی کدھر جا رہا ہے اور کوئی کدھر اس لیے کہ تحقیق جو چیز بھی اس زمین پر ہے خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات یا انسان اور حیوانات ہوں اسکو ہم نے اہل زمین کے لیے آرائش اور زینت بنایا ہے تاکہ اہل زمین کو آزمائیں کہ ان میں سے ازراہ عمل کون شخص بہتر ہے یعنی اس عالم آرائش وزیبائش کے پیدا کرنے سے ہمارا مقصود آزمائش ہے اور ظاہر ہے کہ امتحان میں سب کامیاب نہ ہوں گے لہٰذا آپؐ اس فکر میں نہ پڑیئے کہ سب ہی کامیاب ہو جائیں عاقل وہ ہے کہ جو خدا سے غافل نہ ہو اور اس کی اطاعت میں کاہل نہ ہو اور بے شک یہ دنیا زینت کا گھر ہے لیکن اس زینت اور امتحانی آرائش کے بعد تحقیق ہم ان تمام چیزوں کو جو اس زمین پر ہیں ایک روز چٹیل میدان بنانے والے ہیں کہ اس روز زمین کی تمام ہی زینت جاتی رہے گی تو اس ناپائیدار زینت پر فریفتہ ہونا کج طبعی اور فتور عقل کی دلیل ہے ؎

جہاں از رنگ و بو ساز دا سیرت ⁘ ولے نزدیک اربابِ بصیرت
نہ رنگ دلکشش را اعتباریست ⁘ نہ بوئے دلفریبش را مداریست

اللّٰھم اجعلنا من الزاھدین فی الدنیا الراغبین فی الْاٰخِرَۃ المنقطعین الیک
آمین یا ربّ العالمین

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ

کیا تو خیال رکھتا ہے کہ غار اور کھوہ والے ہماری قدرتوں میں

اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا

اچنبھا تھے :: جب جا بیٹھے وہ جوان اس کھوہ میں پھر بولے

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا

اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے مہر اور بنا ہمارے کام کا

رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ

بناؤ پھر تھپک دیئے ہم نے اُن کے کان اس کھوہ میں کئی برس

www.ahlehaq.org

عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی

گنتی کے پھر ہم نے اُن کو اُٹھایا کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی ہے

لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع

جتنی مدّت وہ رہے

ع ۱۲ ۱۳

ذکرِ اجمالی قِصّۂ اصحاب کہف

قال اللّٰہُ تعالیٰ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ... اِلٰی.... لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا

(ربط) اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا ذکر تھا اب اصحابِ کہف کا قِصّہ بیان کرتے ہیں جو آپؐ کی نبوت و رسالت کی بھی دلیل ہے اور قیامت کی بھی دلیل ہے چونکہ قریش نے یہود کے سکھلانے سے آپؐ کی آزمائش کے لیے آپؐ سے تین سوال کیے تھے ایک رُوح کے متعلق جس کا جواب پہلی سورت میں گزر چکا ہے اب دوسرے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کا قِصّہ ذکر کرتے ہیں کہ صدہا سال کے ماقبل کے واقعات کا صحیح صحیح علم بدون اللہ کے وحی کے ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ آپؐ نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا واقعہ نہ کسی سے سُنا اور نہ کسی کتاب میں دیکھا اور نہ پڑھا یہ آپؐ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

اور اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کی دلیل اس اعتبار سے ہے کہ جو خدا صدہا سال سلانے کے بعد بیدار کرسکتا ہے وہ صدہا اور ہزارہا سال کی موت کے بعد زندہ بھی کرسکتا ہے کیونکہ النوم اخو الموت نیند اور خواب موت کا بھائی ہے دونوں بھائیوں کا حکم یکساں ہے حق جل شانہٗ نے اصحاب کہف کے قِصّہ کو اوّلاً اجمالاً اور پھر تفصیلاً ذکر فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں اے گمان کرنے والے کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے کوئی عجیب چیز تھے کیونکہ یہود نے جب قریش مکہ کو اصحاب کہف کا قِصّہ پوچھنے کی تلقین کی تو انکی زبان سے یہ لفظ نکلا تھا فانہٗ کان لھم امرٌ عجیب (یعنی ان کا قِصّہ عجیب ہے) تو ان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ اس قِصّہ کو بہت ہی عجیب خیال کرتے تھے اور اسی خیال سے اسکو سوال کیلئے منتخب کیا اس لیے ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا کسی کا گمان ہے کہ یہ قِصّہ عجیب ہے بے شک عجیب ہے مگر ہماری آیات قدرت کے سامنے کوئی چیز عجیب نہیں آسمان اور زمین اور چاند اور سورج کی پیدائش کے عجائبات اصحاب کہف کے حال سے کہیں زیادہ عجیب ہیں اور غار ثور میں آنحضرت صلی اللہ

www.ahlehaq.org

علیہ وسلّم اور آپؐ کے یار غار ابوبکرؓ کی حفاظت کرنا اور دشمنوں کو اندھا بنا دینا کہ غار ثور کے منہ پر کھڑے ہو کر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو نہ دیکھ سکیں یہ اصحاب کہف کے قِصّہ سے کم عجیب نہیں اور اگر نزول سکینت و معیّتِ خداوندی کی نعمت اور ملائکہ کی حراست اور حفاظت پر نظر کیجیئے تو غار ثور کا واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بہت زیادہ عجیب ہے۔

اصحاب کہف و رقیم

کہف اس وسیع غار کو کہتے ہیں جو پہاڑ کے اندر ہو اور رقیم کے معنی لکھی ہوئی چیز کے ہیں لوگوں نے اصحاب کہف کے نام اور ان کا قِصّہ ایک پتھر یا رانگ کی تختی پر کندہ کر کے اس غار کے منہ پر نصب کر دیا تھا اس وجہ سے انکو اصحاب کہف و رقیم کہتے ہیں۔

اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں غار میں ہونے کی وجہ سے اصحاب کہف کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام اور قِصّہ کی تختی لکھ کر وہاں لگا دی تھی اس لیے اصحاب رقیم کہلاتے ہیں بہرصورت اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں اور فی الحقیقت دونوں ایک ہیں اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اصحاب رقیم اور اصحاب کہف دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہیں اور رقیم کے معنی پہاڑ کی کھوہ کے ہیں اور قرآنِ کریم میں اصحاب کہف کا قِصّہ تو ذکر کیا گیا مگر اصحاب رقیم کا قِصّہ قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرہ میں اس کا بھی ذکر کر دیا گیا اور فی الحقیقت اصحاب رقیم (کھوہ والے) سے وہ تین اشخاص مراد ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے تھے اور اوپر سے ایک پتھر آپڑا تھا جس نے غار کا منہ بند کر دیا تھا اس وقت ہر شخص نے اپنی عمر کے نیک اور مقبول ترین عمل کا واسطہ دیکر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی جس سے بتدریج غار کا منہ کھل گیا امام بخاریؒ نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کے عنوان سے ایک مستقل باب منعقد فرمایا اور اس کے ذیل میں بنی اسرائیل کے ان تین شخصوں کا قِصّہ ذکر فرمایا جو غار میں بند ہو گئے تھے اس لیئے بعض لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ اصحاب رقیم دوسری جماعت ہے اور راجح اور صحیح قول یہی ہے کہ رقیم کے معنی کھوہ کے نہیں بلکہ رقیم کے معنی کتاب مرقوم کے ہیں جیسا کہ فرّاءؒ سے منقول ہے کہ رقیم سے وہ لوح مراد ہے جس پر اصحاب کہف کے نام اور انکے نسب اور ان کا دین اور مذہب مرقوم تھا اور اسی کو ابنِ جریرؒ اور ابن کثیرؒ نے اختیار کیا کہ صحیح یہ ہے کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم دونوں ایک ہی ہیں اور دوسرے قول کی بناء پر دو علیحدہ علیحدہ قِصّے ہیں ؛

(دیکھو زاد المسیر لابن الجوزی ص اجلد ۵)

علہ دیکھو زاد المسیر ص ۱۰۸ جلد ۵۔

www.ahlehaq.org

اب ان آیات میں حق جلّ شانہ اصحاب کہف کا قِصّہ ذکر فرماتے ہیں پہلے تو اللہ تعالیٰ نے مجمل اور مختصر ذکر فرمایا پھر ضروری تفصیل فرمائی۔

چنانچہ فرماتے ہیں یاد کرو اس وقت کہ جب ان نوجوانوں نے دنیا کی زینت اور آرائش سے منہ موڑ لیا اور کفر اور شرک کے فتنہ سے بھاگ کر ایک غار میں جاکر پناہ لی اور اپنے عالی شان مکانوں کو چھوڑ کر غار کو اپنا مأوٰی اور ملجا بنایا کیونکہ یہ جوان سب شاہی خاندان کے تھے بڑے دولت مند تھے اور محلوں کے رہنے والے تھے چونکہ عزیز و اقارب کافر تھے اور بادشاہ وقت بت پرست ظالم تھا لوگوں کو کفر و شرک پر مجبور کرتا تھا اس لیئے یہ چند جوانان ہمت اور مردانِ آخرت اپنے دین اور ایمان کو لے کر شہر سے بھاگے اور شہر کے قریب پہاڑ کے ایک غار میں جا چھپے کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑ کا نام بنجلوس تھا اور اس غار کا نام جیرون تھا۔ واللہ اعلم۔

پس جب غار پر پہنچے تو دعا کی اور یہ کہا اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے خاص رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لیے کامیابی اور راہِ بالی مُہیّا فرمایا کہ ہمارا انجام نیک ہو رحمت سے مراد حق اور ہدایت پر استقامت اور دشمنوں سے امن اور حفاظت ہے۔

سو ہم نے انکی دعا قبول کی اور اسکا سامان یہ کیا کہ اس غار میں گنتی کے چند سالوں تک ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا یعنی غار میں انکو ایسی گہری نیند سلایا کہ گویا کہ ان کے کانوں پر پردے پڑے ہوتے ہیں کہ کوئی آواز انکے کانوں تک نہ پہنچ سکے مطلب یہ ہے کہ ہم نے انکو تمام زحمتوں اور پریشانیوں سے بے خوف و خطر آرام سے سلا دیا اور ہم نے ان پر ایسی نیند غالب کر دی کہ برسوں تک بے فکر سوتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے گنتی کے سال ان تین سو برسوں کو اسلیئے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے یہاں تو ایک دن ہزار سال کا ہے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ : اس اعتبار سے تو وہ گویا چند گھنٹے سوتے اور چند گھنٹے سونا کوئی عجیب بات نہیں یہ نادان کیوں تعجب کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت کے ظاہر کرنے کیلیئے سِنِيْنَ عَدَدًا کا لفظ استعمال فرمایا پھر ان گنتی کے سالوں کے بعد ہم نے انکو نیند سے اٹھایا جیسے موت کے سالہا سال بعد لوگوں کو قیامت میں اٹھاویں گے تاکہ ہم دیکھ لیں اور دکھلا دیں کہ اس قِصّہ میں دو فریقوں میں سے کون سے فریق نے انکے غار میں رہنے کی مدت کو خوب[1] یاد رکھا ہے اور کس کا شمار بہت صحیح ہے جب وہ جاگے تو آپس میں گفتگو ہوئی کہ کس قدر سوئے کسی نے کہا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم۔ لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ اور کسی نے کہا کہ تمہارا پروردگار

[1] اس ترجمہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ احصٰی فعل ماضی کا صیغہ ہے اور بعض نے احصٰی کو افعل التفضیل قرار دیا ہے تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ کون سا فریق اس مدت کو زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔

www.ahlehaq.org

ہی خوب جانتا ہے کہ تم کتنی مدت سوئے قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ انہیں کا قول ٹھیک تھا کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم طویل مدت سوئے یہ کلام اجمالی طور پر صحیح ہے اگرچہ اس میں مدت کا تعین نہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ نے انکے حال کو اجمالی طور پر بیان فرمایا اور آئندہ آیات میں اسکی ضروری تفصیل فرمائی اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ آیات کی تفسیر سے پہلے اصحابِ کہف کے قِصّہ کی کچھ تفصیل کر دی جائے تاکہ ناظرین کو آیات کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

اَصحابِ کہف کا قِصّہ

محمد بن اسحاقؒ اور دوسرے اہل سیر نے نقل کیا ہے کہ ملک روم میں دقیانوس نامی ایک بت پرست بادشاہ تھا جو بڑا ظالم اور جبّار تھا اپنی رعایا کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اور زبردستی ان سے بتوں کو سجدہ کراتا تھا جس شخص کی نسبت سُنتا کہ وہ توحید پر قائم ہے اور بت پرستی سے متنفر ہے اسکو پکڑوا بلاتا اور بت کے آگے سجدہ کرنے یا قتل ہو جانے کے درمیان اسکو اختیار دیتا جو بت کو سجدہ کرتا وہ نجات پاتا اور جو انکار کرتا اسکو سنگسار کرتا اور عبرت ناک سزا دیتا جہاں جہاں اسکی حکومت تھی سب جگہ یہی آفت برپا تھی روم کے شہروں میں ایک شہر "افسوس" تھا جس کو عرب "طرطوس" کہتے ہیں وہاں چند نوجوان تھے جو شاہی خاندان سے تھے ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے اور توحید پر قائم تھے اور دین مسیحی کے پیرو تھے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام سے پہلے گزرے ہیں اور عیسیٰ علیہ السّلام کے رفع اِلی السماء کے بعد خواب سے بیدار ہوئے ہیں۔

(دیکھو روح البیان ص ۲۲۱ جلد ۵)

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد گزرے ہیں اور انکا قِصّہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پہلے کا ہے ابن کثیرؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پہلے کا ہے۔

اس ظالم بادشاہ کو جب ان نوجوانوں کا حال معلوم ہوا تو اپنے پیادے بھیج کر انکو پکڑوا بلوا لیا اور کہا کہ تم میرے معبودوں کو کیوں نہیں پوجتے اور انکے لیئے قربانی کیوں نہیں کرتے ــــــ تم کو چاہیئے کہ عقیدۂ توحید سے باز آجاؤ ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا اس کے جواب میں مکسلینا نے جو اِن میں سب سے بڑا تھا کہا کہ ہمارا معبود وہ ہے جس کی عظمت اور جلال سے آسمان وزمین پُر ہیں ہم اسکے سوا کسی کو نہیں پوجیں گے تجھ سے جو ہو سکتا ہے کر گزر اس کے بعد دوسرے ساتھیوں نے بھی یہی کہا اس ظالم نے جب انکا یہ قول سُنا تو انکے کپڑے اور سونے چاندی کا جو زیور وہ پہنے ہوئے تھے سب اتروا لیئے اور کہا کہ جس سزا کا میں نے تم سے وعدہ کیا ہے وہ

www.ahlehaq.org

میں تم کو ضرور دوں گا مگر میں تمہاری نوعمری کا خیال کر کے تم کو مہلت دیتا ہوں تاکہ تم اپنے معاملے میں غور و فکر کر لو اچھا اب تم جاؤ اگر تم نے عقل سے کام لیا تو بہتر ورنہ تمہاری سزا قتل ہے یہ کہہ کر وہ ظالم کام سے دوسرے شہر میں چلا گیا جب یہ نوجوان اس سے جدا ہوئے تو آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ سب اپنے اپنے باپ کے گھر سے کافی مقدار میں خرچ لے لیں پھر اس میں سے کچھ خیرات کریں اور باقی کو بطورِ توشہ اپنے ساتھ رکھیں اور شہر کے قریب جو پہاڑ ہے اس کے غار میں جا کر چھپ جائیں اور وہیں رہ کر اپنے خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرتے رہیں چنانچہ وہ سب اس رائے پر متفق ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے باپ کے گھر سے خرچ لیا کچھ اس میں سے خیرات کیا اور باقی کو اپنے ساتھ لے کر غار کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں سے ایک چرواہا اور چرواہے کا کتا بھی انکے پیچھے پیچھے ہو لیا ہر چند اسکو دفع کیا لیکن وہ دفع نہ ہوا اور اس نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا خدائے تعالیٰ نے اس کتے کو بولنے کی قوت دی تو بولا کہ تم مجھ سے نہ ڈرو میں خدا کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں میں تمہاری حفاظت اور پاسبانی کروں گا جب پہاڑ کے پاس پہنچے تو وہ چرواہا بولا کہ میں اس پہاڑ کے ایک غار کو جانتا ہوں کہ ہم اس میں پناہ لے سکتے ہیں متفق ہو کر سب اس غار کی طرف روانہ ہوئے اور غار میں پہنچ کر نماز اور تسبیح اور تحمید میں مشغول ہو گئے ان میں سے ایک کا نام تملیخا تھا اس کے پاس سب نے اپنا خرچ جمع کروا دیا وہ رات کو چھپ کر اور بھیس بدل کر شہر میں جاتا اور انکے لیئے کھانا لاتا اور شہر کی خبریں ان تک پہنچاتا جب دقیانوس اپنے کام سے فارغ ہو کر پھر شہر افسوس (طرطوس) واپس آیا تو اس نے ان سات جوانوں کی تفتیش کا حکم دیا تملیخا کو جب یہ معلوم ہوا کہ سرکاری طور پر ہماری تلاش ہو رہی ہے اور ہمارے اعزاء و اقارب کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں تو تملیخا یہ معلوم کر کے تھوڑا کھانا اپنے ساتھ لے کر روتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور سارا حال بیان کیا اور بتلایا کہ وہ ظالم پھر شہر میں آگیا ہے اور اس نے ہماری تلاش کا حکم دیا ہے یہ سنتے ہی سب گھبرا کر سجدہ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ اس ظالم کے فتنے سے ہم کو پناہ دے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے دعا سے فارغ ہو کر وہ آپس میں باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے کو تسلی دینے لگے اللہ تعالیٰ نے دفعتہً ان سب پر نیند طاری کر دی اور سب پڑ کر سو گئے اور کتا غار کے منہ پر اپنی باہیں پسار کر پڑ گیا۔

اگلے روز دقیانوس نے انکو تلاش کیا مگر کہیں ان کا پتہ نہ چلا شہر کے سرداروں سے پوچھا اور کہا کہ مجھ کو ان نوجوانوں کے لاپتہ ہونے کا بڑا رنج ہے اگر وہ توبہ کر لیتے اور میرے معبودوں کو پوجنے لگتے تو میں انکو معاف کر دیتا سرداروں نے کہا کہ حضور نے حد درجہ مہربانی کی کہ ان سرکشوں پر رحم فرمایا اور ان کو مہلت دی وہ چاہتے تو اس مدّت میں توبہ کر لیتے مگر انہوں نے توبہ

www.ahlehaq.org

نہ کی بڑے ہی سرکش اور نافرمان ہیں بادشاہ یہ سن کر اور غضب ناک ہوا اور ان کے باپوں کو پکڑوا بلایا اور پوچھا کہ بتلاؤ کہ تمہارے وہ سرکش بیٹے جنہوں نے میرے حکم کو نہیں مانا کہاں گئے انھوں نے کہا حضور واقعی سرکش ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں روپوش ہو گئے ہیں باقی ہم نے حضور کی کوئی نافرمانی نہیں کی انکے جرم میں ہم کو قتل نہ کیجیے بادشاہ نے یہ سن کر انکو تو چھوڑ دیا اور جوانوں کی تلاش میں پڑ گیا۔ بادشاہ کو بڑی تحقیق و تفتیش کے بعد کسی ذریعے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ نوجوان شہر کے قریبی پہاڑ کے کسی غار میں جا چھپے ہیں بادشاہ کو یہ علم ان جوانوں کے باپوں کے ذریعے سے ہوا کہ انہوں نے بادشاہ کے ڈر سے بتلا دیا کہ وہ غار میں جا چھپے ہیں یا کسی اور ذریعے سے علم ہوا واللہ اعلم۔

غرض یہ کہ بادشاہ نے ان کے باپوں کو تو چھوڑ دیا اور اگلے روز خود دقیانوس ارکان دولت کو ساتھ لے کر انکی تلاش میں نکلا اور اس غار کے منہ تک پہنچ گیا مگر اس پر کچھ ایسا رعب اور دہشت طاری ہوئی کہ بادشاہ اور اسکے ہمراہیوں میں سے کوئی اندر داخل نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو اس ظالم سے مخفی رکھا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے یار غار کو جب وہ غار میں چھپے تھے کافروں سے پوشیدہ رکھا اور محفوظ رکھا اور انکی نظروں کو ایسا خیرہ کر دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضؓ کو نہ دیکھ سکے حالانکہ وہ غارِ ثور کے کنارے پر تھے ذرا بھی اگر اپنے قدموں پر نظر کرتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضؓ کو دیکھ لیتے۔

دقیانوس کو جب ان کا کچھ پتہ نہ چلا تو خدا تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس غار کے منہ کو بند کرا دیا جائے تاکہ بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر اسی کے اندر مر جائیں اور یہی غار جس میں انہوں نے پناہ لی ہے وہی انکی قبر بن جائے۔

(تفسیر[۱۵] در منثور ص ۲۱۵ جلد ۴)

دقیانوس کا یہ خیال تھا کہ وہ اندر جاگ رہے ہیں اور جو کچھ انکے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کا انکو علم ہے مگر اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اندر میٹھی نیند سو رہے ہیں اور وہ کروٹیں بدل رہے ہیں اور ان کا کتا غار کے دروازے پر اپنی باہیں پسارے پڑا ہے دقیانوس کے حاشیہ نشینوں میں دو شخص تھے جو در پردہ مسلمان تھے اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے ان میں سے ایک کا نام بیدروس اور دوسرے کا نام رونانس تھا انہوں نے رانگ کی دو تختیوں پر ان نوجوانوں کے نام اور نسب اور مفصل واقعہ لکھ کر یا کندہ کرا کر ایک تانبے کے تابوت میں رکھا

[۱۵] فَخَرَجَ الملک باصحابه يبتغونهم حتى وجدوهم قد دخلوا الكهف فلما اراد الرجل منهم ان يدخل ارعب فلم يطق احد منهم ان يدخله فقال لكم قائل الست قلت لو قدرت عليهم قتلتهم قال بلى قال فابن عليهم باب الكهف ودعهم يموتوا جوعا وعطشا ففعل الخ تفسیر در منثور ص ۲۱۵ ج ۴

www.ahlehaq.org

اور پھر اس تابوت کو غار میں رکھ دیا شاید اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے کسی مؤمن قوم کو ان جوانوں کے حال پر مطلع کرے۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ جب باوجود تلاش کے اصحاب کہف کا پتہ نہ چلا تو بادشاہ ہی نے حکم دیا کہ ان سب کے نام رانگ کی ایک تختی پر لکھ کر خزانہ میں محفوظ کر دیئے جائیں۔

(دیکھو فتح الباری ص ۲۶۶ جلد ۶ باب قولہ تعالیٰ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ)

غرض یہ کہ وہ ساتوں جوان غار میں جاکر چھپ گئے اور کسی کو ان کا پتہ نہ چلا اللہ تعالیٰ نے ان جوانوں کو ایسا سلایا کہ مسلسل تین سو سال تک سوتے رہے اس زمانہ میں دقیانوس بھی مر گیا اور اس کا قرن بھی گزر گیا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے بہت سے بادشاہ ہوئے اور دنیا سے رخصت ہوئے مگر اصحاب کہف تین سو نو برس تک راحت و آرام سے اسی غار میں پڑے سوتے رہے جب ان کی بیداری کا وقت قریب آیا تو من جانب اللہ ایک ایسا بادشاہ آیا کہ جو عابد و موحد بھی تھا اور عادل بھی تھا اور بتوں کو توڑتا تھا اس کے دور حکومت میں اصحاب کہف تین سو سال کی طویل نیند سے بیدار ہوئے یہ فرماں روا نہایت نیک بخت اور خدا پرست تھا اور اس کا نام بیدروس تھا اڑسٹھ سال اس نے سلطنت کی اس کے زمانے میں قیامت کے بارے میں بڑا اختلاف ہو رہا تھا بعض تو بالکل ہی قیامت اور حشر و نشر کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ جینا نہیں اور بعض کہتے تھے کہ قیامت حق ہے مگر روحانی ہے جسمانی نہیں یعنی حشر صرف روحوں کا ہوگا جسموں کا نہیں ہوگا مرنے کے بعد زمین جسم کو کھا جاتی ہے فقط روح باقی رہ جاتی ہے اس لیئے فقط روح کا بعث ہوگا اور بعض کہتے تھے کہ روحانی اور جسمانی دونوں ہوگا کہ حسب سابق روحوں اور جسموں دونوں ہی کا حشر ہوگا۔

بادشاہ حق پرست اور نیک دل تھا لوگوں کا یہ اختلاف اس پر بڑا گراں تھا جب اس نے اہل باطل کو یہ کہتے سُنا کہ زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں اور اگر حشر ہوگا تو صرف روحوں کا ہوگا جسموں کا نہیں ہوگا تو اس کو رنج ہوا کہ اہل باطل اہل حق پر غالب آنے کی کوشش کر رہے ہیں بادشاہ نے لوگوں کو نصیحت بھی کی مگر لوگوں نے اس کی نصیحت کو قبول نہ کیا۔

جب بیدروس نے یہ دیکھا تو اپنے گھر میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا اور دن رات اللہ کے سامنے رونے اور گڑگڑانے لگا اور یہ دعا کرنے لگا کہ اے پروردگار تو ان لوگوں کے اختلاف کو دیکھ رہا ہے تو غیب سے ایسی نشانی بھیج کہ جس سے حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا ظاہر ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول کی اور اس شہر کے ایک شخص اولیاس نامی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ کوہ بنجلوس کے غار پر جو عمارت ہے اسکو گرا کر اپنی بکریوں کے لیے ایک باڑہ بنائے آخر مزدوروں کو لے کر اس عمارت کے پتھر اکھاڑنے شروع کیئے جب غار کے منہ پر کے تمام پتھر اکھڑ چکے اور اس کا منہ کھل گیا تو حق تعالیٰ نے ان جوانوں کو بیدار کر کے اس میں بٹھا دیا غار والے جب بیدار ہوئے تو انکو یہ معلوم ہوا کہ ہم معمولی نیند سے بیدار ہوئے ہیں اور سمجھے کہ شاید ایک دن یا آدھے دن مصروف خواب

www.ahlehaq.org

رہے حالانکہ اس عرصہ دراز میں ملک کی کایا پلٹ چکی تھی نہ وہ حکومت رہی تھی نہ وہ بادشاہ رہا خواب سے بیدار ہوتے ہی نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو بھوک محسوس ہوئی تملیخا سے کہا کہ شہر میں جاؤ وہاں سے کھانا مول لے کر آؤ اور دقیانوس اور اہل شہر کا حال معلوم کر کے آؤ تملیخا نے کہا کہ کل شہر میں تمہاری تلاش ہوئی ہے اور بادشاہ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تم کو پکڑوا کر تم سے بتوں کو سجدہ کرائے یا تم کو قتل کر دے مکسلمینا نے ان سے کہا بھائیو! تم کو معلوم ہے کہ ایک روز تم ضرور اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو یہ دشمن خدا جب تم کو بُلائے تو ہرگز ہرگز کفر نہ کرنا پھر تملیخا سے کہا کہ تو شہر جا اور معلوم کر کہ ہمارے بارے میں دقیانوس کی کیا رائے ہے اور چپکے چپکے جا کہ کسی کو خبر نہ ہو اور کھانا لے کر جلد ہمارے پاس واپس آجا ہم بھوکے ہیں تملیخا نے اپنے کپڑے اتارے اور مزدوروں جیسے میلے کچیلے کپڑے پہنے اور بھیس بدل کر دقیانوس کے سکہ کے روپے اپنے ساتھ لے کر شہر کو چلا جب غار کے منہ پر پہنچا تو وہاں اکھڑے ہوئے پتھر دیکھے انکو دیکھ کر سخت متعجب ہوا مگر اس کی پرواہ نہ کی اور سیدھا شہر کو چلا گیا چونکہ دل پر دقیانوس کا خوف سوار تھا یہ معلوم نہ تھا کہ دقیانوس کو مرے ہوئے تین سو برس گذر چکے ہیں اور اس عرصہ میں کتنی سلطنتیں بدل چکی ہیں چھپتا چھپتا اور ڈرتا ڈرتا شہر میں داخل ہوا دیکھا کہ شہر کا رنگ بدلا ہوا ہے جا بجا اہل ایمان نظر پڑے یہ منظر دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ شاید یہ وہ شہر نہیں ہے اسی طرح حیران و ششدر گھومتا رہا بالآخر ایک جوان سے پوچھا کہ اے جوان اس شہر کا کیا نام ہے اس نے کہا افسوس (طرطوس) یہ سن کر تملیخا کو اور بھی حیرانی ہوئی کہ یہ ماجرا کیا ہے بالآخر پھرتا پھراتا نانبائیوں کی دکان کی طرف گیا اور کھانا خریدنے کے لیے روپیہ نکالا اور دکاندار سے کہا کہ مجھ کو اس روپیہ کا کھانا دیدو دکاندار نے جب اس روپیہ کو اور اسکی ضرب کو دیکھا تو سخت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ یہ سکہ تو اس وقت کا نہیں اور اپنے پاس والوں کو دکھایا اور بولا کہ یہ سکہ تو دقیانوسی سکہ ہے، (جیسے آج کل کا محاورہ ہے کہ جو چیز پرانی ہوتی ہے) اس کو دقیانوسی کہتے ہیں وہ غالباً اسی واقعہ سے ماخوذ ہے اس دقیانوسی سکہ کو دیکھ کر لوگ تعجب میں پڑ گئے اور آپس میں یہ کہنے لگے کہ شاید اس شخص کو پرانے وقتوں کا زمین میں گڑا ہوا خزانہ مل گیا ہے اور یہ شخص اپنا راز کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ سچ بتاؤ کہ یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا ہے شاید تم کو اگلے زمانہ کا کوئی خزینہ یا دفینہ مل گیا ہے تملیخا نے جب ان لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو خوف کے مارے کانپنے لگا اور خیال کیا کہ شاید ان لوگوں نے پہچان لیا ہے اور اب یہ لوگ مجھ کو اپنے بادشاہ دقیانوس کے پاس لیجائیں گے تمام شہر میں اس کا چرچا ہوگیا ہر شخص کی زبان پر یہی تھا کہ اس شخص کو پرانے زمانے کا خزانہ مل گیا ہے اہل شہر اسکے اردگرد جمع ہوگئے اسکو دیکھتے اور یہ کہتے کہ بخدا یہ جوان اس شہر کا باشندہ نہیں مگر اس کو دل میں یقین تھا کہ اس کا باپ اور اسکے بھائی اسی شہر کے ہیں وہ خبر سن کر ضرور چھڑانے آئیں گے لیکن کوئی نہ آیا اہل شہر تملیخا کو شہر کے دو بڑے افسروں کے پاس لے گئے جو بڑے نیک بخت تھے

www.ahlehaq.org

ایک کا نام آریوس اور دوسرے کا نام طنطیوس تھا بڑے سوال وجواب کے بعد وہ دونوں افسر بولے کہ اس شخص کو بادشاہ کے پاس لے چلو تملیخا کو یہ گمان ہوا کہ اب مجھ کو اس ظالم دقیانوس کے پاس لے جائیں گے دائیں بائیں دیکھتا تھا اور روتا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ظالم بادشاہ مر چکا ہے جسے مرے ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں تب تملیخا کو ہوش آیا اور اس کا رونا موقوف ہوا اس وقت اس نے بتایا کہ ہم چند جوان دقیانوس کے ڈر سے غار میں جا چھپے تھے وہاں جاکر ہم سو گئے آج ہم کھانا لینے آتے ہیں اور میں نے کوئی خزانہ نہیں پایا یہ روپیہ میرے باپ کا دیا ہوا ہے اس پر اسی شہر کا نقش ہے اور یہ سکہ اسی شہر میں ڈھلا ہے اور اپنے ساتھیوں کے نام بتلائے اور کہا کہ اگر آپ کو میری بات میں شک ہے تو وہ غار قریب ہے آپ دونوں حاکم میرے ساتھ چلیں اور جاکر خود تصدیق کر لیں اس گفتگو کے بعد آریوس اور طنطیوس اور اہل شہر غار کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اصحاب کہف کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

ادھر تو یہ معاملہ گزرا اور اُدھر اصحاب کہف پریشان تھے کہ تملیخا کو کھانا لانے میں دیر ہو گئی ہے خدانخواستہ کہیں پکڑا تو نہیں گیا یہ خیال کر کے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں آریوس اور اس کے ساتھی غار کے منہ پر جا کھڑے ہوئے تملیخا ان سے آگے غار میں داخل ہوا اور سارا حال ان سے بیان کیا اس وقت انکو یہ معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تین سو نو برس سوتے رہے اور صرف اس لیئے جگائے گئے ہیں کہ لوگوں کے لیے قیامت کی نشانی اور حشر جسمانی کا نمونہ بنیں اور انکے اس قدر طویل مدت تک پڑے سوتے رہنے اور پھر جاگ اٹھنے سے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قیامت اور حشر جسمانی بلاشبہ حق ہے غرض یہ کہ غار میں اول تملیخا داخل ہوا اس کے پیچھے آریوس داخل ہوا جب وہ پہنچا تو اس نے وہاں تانبے کا ایک تابوت دیکھا جس پر چاندی کی مہر لگی ہوئی تھی دروازے پر کھڑے ہو کر رؤسائے شہر کی ایک جماعت کو بلایا اور سب کے سامنے اس تابوت کو کھولنے کا حکم دیا اس میں رانگ کی دو تختیاں نکلیں جن پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"مکسلمینا، مخشلمینا، تملیخا، مرطونس، کشطونس، بیرونس، ونیمونس لطبیوس، قابوس، دالکلب اسمہ قطمیر۔ یہ چند نوجوان تھے جو اپنے بادشاہ دقیانوس سے اس خوف کی بناء پر کہ کہیں وہ انکو دین سے نہ پھلا دے بھاگ کر اس غار میں جا چھپے جب بادشاہ کو ان کے غار میں چھپنے کی خبر ملی تو اس نے پتھروں سے اس غار کا منہ بند کرا دیا ہم نے ان کا کل حال اور قصہ لکھ دیا ہے تاکہ بعد کے لوگوں میں جو کوئی اس غار پر اطلاع پائے انکا حال معلوم کرے"

جب یہ لوح پڑھی گئی تو اس میں تملیخا کا نام نکلا اس وقت تملیخا نے کہا کہ میں تملیخا ہوں اور باقی میرے ساتھی ہیں جب آریوس اور اسکے ساتھیوں نے اس تحریر کو پڑھا تو حقیقت حال ان پر منکشف ہوئی اور بڑا تعجب ہوا کہ عجیب ماجرا ہے تین سو سال کے بعد بیدار ہوئے اللہ کا شکر کیا اور اسکی حمد وثناء کی

www.ahlehaq.org

کہ اس نے قیامت کے دن مردوں کے زندہ ہونے کا نمونہ دکھلایا پھر آریوس نے اپنے نیک بخت، نیک سیرت اور خوش بخت بادشاہ کے پاس قاصد بھیجا جس کا نام بیدروس تھا کہ جلد آئے تاکہ آپ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی دیکھ لیں آپ کے دور حکومت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے حشر کا ایک نمونہ ظاہر کیا تاکہ لوگوں کو نور اور ضیاء حاصل ہو اور وہ حشر جسمانی کی تصدیق کریں وہ نشانی یہ ہے کہ اللہ نے چند جوانوں کو تین سو برس تک سلایا اور پھر انکو صحیح سالم جگایا اور اٹھایا اسی طرح قیامت کے دن روح اور بدن اٹھائے جائیں گے اللہ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی دکھلا دی تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ معاد جسمانی حق ہے۔

شاہ بیدروس یہ خبر سنتے ہی شاداں وفرحاں وہاں پہنچا اور غار میں داخل ہو کر جوانوں کو دیکھا تو بکمال مسرت سجدہ میں گر پڑا پھر اس نے معانقہ کیا اصحاب کہف زمین پر بیٹھے اللہ کی تسبیح و تحمید کر رہے تھے ملاقات کے بعد اصحاب کہف نے شاہ بیدروس سے کہا کہ ہم تم کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اللہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت کرے اور جن وانس کے شر سے تجھ کو پناہ میں رکھے تم پر اللہ کا سلام ہو یہ کہہ کر بادشاہ کو رخصت کیا اور جا کر اپنی خواب گاہوں پر لیٹ گئے اور وہیں اللہ نے انکو وفات دی بادشاہ نے انکو کپڑے اڑھائے اور حکم دیا کہ ان سے ہر ایک کو سونے کے تابوت میں رکھ دیا جائے رات کو جب سویا تو خواب میں آئے اور کہا ہم سونے کے نہیں ہم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور مٹی ہی میں مل جائیں گے جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہم کو غار کے اندر مٹی پر رہنے دیا جائے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ہم کو اٹھائے تب بادشاہ نے انکو ساج (سال) کے تابوت میں رکھوا دیا اور جب وہ لوگ وہاں سے نکلے تو دہشت کے مارے دوبارہ پھر اس مقام میں داخل نہ ہو سکے اور غار کے منہ پر بادشاہ نے ایک مسجد بنوا دی یہ اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کا نمونہ ہے اور اس سے یقین ہوتا ہے کہ بے شک قیامت حق ہے جس خدا نے اصحاب کہف کو تین سو سال تک خواب کی حالت میں صحیح سالم پڑے رہنے کے بعد جگایا اسے مردوں کا زندہ کرنا کیا مشکل ہے؟۔

اصحاب کہف کے قصہ کی یہ تفصیل جو ہم نے ہدیہ ناظرین کی ہے تفسیر سراج منیر ص ۲۹۳ جلد ۲ میں مذکور ہے اور ابتدائی قصہ کے اجزاء تفسیر قرطبی ص ۲۵۰ جلد ۱۰ سے لیے گئے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر کتب سیرت سے بھی کچھ اجزاء اس میں شامل کر دیئے ہیں تاکہ پورا قصہ بیک نظر قارئین کے سامنے آجائے۔

آخر میں شاہ بیدروس کا واقعہ نقل کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نیک بخت بادشاہ غار میں داخل ہوا اور اصحاب کہف سے ملا اور وہ زندہ تھے اور اصحاب کہف نے اس کے لیے دعا کی لیکن بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف بادشاہ کے غار میں داخل ہونے سے پہلے ہی وفات پا گئے اور بادشاہ نے انکو غار میں مردہ پایا زندگی کی حالت میں انکو نہیں دیکھ سکا اور نہ ان سے مل سکا۔

(دیکھو تفسیر در منثور ص ۲۱۵ جلد ۴)

www.ahlehaq.org

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور ارکان دولت جب غار کے دروازے پر پہنچے تو تملیخا نے کہا کہ آپ حضرات ذرا یہیں ٹھہریں پہلے میں اندر جاتا ہوں کہ اندر جاکر اپنے اصحاب کو خبر دوں تاکہ وہ اس ناگہانی آمد کو دیکھ کر گھبرا نہ جائیں چنانچہ اول تملیخا غار میں داخل ہوا اس کے بعد علماء کے دو قول ہیں ایک قول[1] تو یہ ہے کہ تملیخا کے اندر داخل ہو جانے کے بعد بادشاہ اور ارکان دولت سب ششدر اور حیران رہ گئے اور ان کو پتہ نہ چلا کہ تملیخا کہاں گیا (کیونکہ وہ غار بہت وسیع تھا) اور سب پر ایسا رعب اور ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کوئی بھی اندر داخل نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ نے انکے حال کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا (اور دوسرا قول) یہ ہے کہ بادشاہ اور ارکان دولت غار میں داخل ہوئے اصحاب کہف سے ملے ان کو سلام کیا اور ان سے معانقہ کیا پھر اصحاب کہف نے اس مسلمان بادشاہ کو دعا دیکر رخصت کیا اور اپنی خواب گاہوں کی طرف لوٹ گئے اور اللہ نے انکو وفات دی۔

(دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۷، جلد ۳)

بادشاہ مع ارکانِ دولت ان سے مل کر غار سے باہر آیا اور غار کا منہ بند کرا دیا حافظ عسقلانیؒ نے فتح الباری ص ۳۶۷ جلد ۶ میں جو روایت نقل کی ہے وہ پہلے قول کی تائید کرتی ہے وہ روایت یہ ہے

فاجتمع الناس فرفعوه إلى الملك فسأله فقال علىّ باللوح وكان قد سمع به فسمى اصحابه فعرفهم من اللوح فكبر الناس وانطلقوا الى الكهف وسبق الفتى لئلا يخافوا من الجيش فلما دخل عليهم عمى الله على الملك ومن معه المكان فلم يدر اين ذهب الفتى فاتفق رايهم على ان يبنوا عليهم مسجدا فجعلوا يستغفرون لهم منهم (كذا فى فتح الباری ص ۳۶۷ ج ۶ باب قول اللہ تعالیٰ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ من كتاب الانبياء)

(ترجمہ) جب تملیخا بازار میں کھانا لینے گیا تو اس کو اور اس کے سکہ کو دیکھ کر لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور پکڑ کر اسکو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے حقیقت حال دریافت کی اس نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا نام بتایا بادشاہ نے یہ خبر پہلے بھی سنی تھی بادشاہ نے خزانہ سے وہ لوح رصاصی منگائی جس پر اصحاب کہف کے نام کندہ تھے وہ تختی خزانہ شاہی میں محفوظ تھی تملیخا نے جو نام

[1] تفسیر درمنثور کی ایک روایت سے بھی اس قول کی تائید ہوتی اس روایت میں یہ ہے کہ جب بادشاہ اور ارکان دولت غار پر پہنچے تو تملیخا نے کہا کہ اول میں غار میں داخل ہوتا ہوں تم میرے بعد داخل ہونا چنانچہ تملیخا اوّل غار کے اندر چلا گیا اسکے داخل ہونے کے بعد لوگوں کو پتہ نہ چلا کہ تملیخا کہاں گیا اور لوگوں پر ایسا خوف اور رعب طاری ہوا کہ کسی نے اندر داخل ہونے کی ہمت نہ کی اور پھر سب کا مشورہ یہ ہوا کہ اس غار کے قریب بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کرادی جائے (دیکھو تفسیر درمنثور ص ۲۱۴ جلد ۴)

www.ahlehaq.org

بتاتے وہ اس تختی کے مطابق تھے یہ سُن کر اور یہ دیکھ کر بادشاہ نے پہچان لیا اور جان لیا کہ یہ جوان جو کہہ رہا ہے وہ سب حق اور صدق ہے سب نے اللہ اکبر کہا بعد ازاں بادشاہ اور لوگ غار کی طرف چلے جب غار پر پہنچے تو اس جوان نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! میں پہلے اندر جا کر اپنے ساتھیوں کو خبر کر دوں کہ وہ ایکبارگی اس لشکر کو دیکھ کر ڈر نہ جائیں چنانچہ تملیخا اول غار میں داخل ہوا اور اندر چلا گیا بعد میں بادشاہ کو اور اسکے رفقاء کو پتا نہ چلا کہ وہ جوان کہاں چلا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس مکان کو ان پر مخفی اور پوشیدہ کر دیا مجبور ہو کر واپس آئے اس کے بعد سب کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہاں بطور یادگار ایک مسجد بنوا دی جائے اور پھر سب اصحاب کہف کے لیے دعا اور استغفار کر کے واپس ہوئے۔

اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اصحاب کہف سے مل کر واپس ہوا اور اصحاب کہف اسی غار میں اپنی جگہوں پر لیٹ گئے اور بدستور ان پر نیند طاری ہو گئی اب وہ قیامت کے دن جاگیں گے جیسا کہ عنقریب امام قرطبیؒ کے کلام سے اس کی تفصیل معلوم ہو گی۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

ہم سُنا دیں تجھ کو ان کا احوال تحقیق وہ کئی جوان ہیں کہ یقین لائے

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا

اپنے رب پر اور زیادہ دی ہم نے انکو سوجھ اور گرہ دی اُن کے دل پر جب کھڑے ہوئے

فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ

پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمان و زمین کا نہ پکاریں گے ہم اس کے

دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا

سوا کسی کو ٹھاکر تو کہی ہم نے بات عقل سے دور یہ ہماری قوم ہے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ

پکڑے ہیں انہوں نے اُسکے سوا اور پوجنے کیوں نہیں لاتے؟ انکے واسطے کوئی سند

بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ ؕ وَاِذِ

کھلی پھر اُس سے گنہگار کون؟ جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ اور جب

www.ahlehaq.org

اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ

تم نے کنارہ پکڑا اُن سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا، اب جا بیٹھو اُس کھوہ میں

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ

پھیلا دے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی مہر اور بنا دے تم کو تمہارے کام کا

مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ

آرام اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ جاتی انکی کھوہ سے

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ

داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو اور

هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ

وہ میدان میں ہیں اسکے، ہے یہ قدرتوں سے اللہ کی جسکو راہ دے

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا

اللہ وہی آوے راہ پر اور جس کو بچلا دے (بھٹکا دے) پھر تو نہ پاوے اسکا کوئی رفیق

مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۵ ۱۴

راہ پر لانے والا

تفصیل قصۂ اصحابِ کہف

قال اللہ تعالیٰ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ اِلیٰ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا

(ربط) گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ مجملاً ذکر فرمایا اب اس قصہ کی کچھ تفصیل فرماتے ہیں تاکہ اہل صبر واستقامت اور رہروانِ منزل آخرت کیلئے مشعلِ ہدایت بنے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اے نبیؐ ہم آپؐ کے سامنے انکی صحیح صحیح خبر بیان کرتے ہیں جو عین واقعہ کے مطابق ہے یہ اس لیئے فرمایا کہ یہ قصہ لوگوں میں مختلف طور پر مشہور تھا جن میں بعض جھوٹی اور غلط روایتیں بھی شامل

www.ahlehaq.org

تھیں اس لیئے فرمایا کہ جتنا قِصّہ ہم نے قرآن میں بیان کر دیا وہ بالکل حق اور صدق ہے تحقیق وہ اصحاب چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے حالانکہ ان کی قوم شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھی سب بزدل تھے اور یہ جوان مرد اور جواں ہمت تھے کہ اپنے محلوں کو چھوڑ کر کنج عزلت اور گوشہ خلوت میں اعتکاف کرنے کیلیئے جا رہے تھے اور ایمان لانے کے بعد ہم نے انکی ہدایت میں اور زیادتی کر دی کہ ان کو صبر اور استقامت کی صفت عنایت کی ——— کہ دین اور ایمان کے مقابلے میں جان کی پرواہ نہ کی اور ہم نے انکے دِلوں پر صبر اور استقلال کی گرہ لگا دی یعنی ہم نے اِن کے دلوں کو صبر اور استقامت کی رسی کے ساتھ ایسا باندھ دیا کہ ثابت قدم ہو گئے اور ان کو کوئی تزلزل پیش نہیں آیا اور خدا کی راہ میں انہوں نے کسی مصیبت کی پرواہ نہ کی جب وہ دقیانوس ظالم و جابر کے سامنے کھڑے ہوئے جو انکو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ پس اس ظالم و جابر بادشاہ کے روبرو یہ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے ہم اسکے سوا ہرگز کسی معبود کو نہیں پکاریں گے کیونکہ اگر خدانخواستہ ہم ایسی بات کہیں تو وہ بلاشبہ بے جا اور خلاف عقل ہو گی یہ بے عقل لوگ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے خدائے برحق کے سوا چند معبود بنا لیے ہیں جو سراسر باطل ہیں انکے معبود ہونے پر کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے جیسے موحدین توحید پر روشن دلائل پیش کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کو معبود اور خدا کا شریک ٹھہرا لیا ہے ڈرا دھمکا کر لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کر رہے ہیں بت پرستی کی طرف بلا رہے ہیں دلیل کوئی نہیں پس جب انکے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے کیوں کہ بے دلیل اللہ کا شریک ٹھہرانا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اس حالت کو دیکھ کر باہم مشورہ کیا اور طے پایا کہ یہ ظالم لوگ ہیں اللہ پر بہتان باندھنے والے ہیں ایسے ظالموں سے عقلاً و نقلاً کنارہ کشی چاہیئے کیونکہ کافروں سے اپنے دین کو صحیح سالم لے کر بھاگ جانے ہی میں سلامتی ہے لہٰذا کسی غار میں جا کر چھپ جانا چاہیئے تاکہ کافر کی صورت بھی نظر نہ پڑے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہیں اور پھر بعض نے بعض کو مخاطب کر کے کہا جب تم بجز خدا ان سے اور اُن کے معبودوں سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو جاؤ تو غار کی طرف اپنا ٹھکانا ڈھونڈو اور دشمنان خدا سے بھاگ کر ایک غار میں جا بیٹھو جہاں کسی کافر کی رسائی نہ ہو سکے اور غار کی خلوت و عزلت کی مشقت اور زحمت سے نہ ڈرو تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت کو پھیلا دے گا جو تمہیں اپنے اندر چھپا لے گی اور تمہارے کام میں آسانی میسّر کر دے گا اور تمہارے فائدہ کی صورت نِکال دے گا اور خدا کے لیے خلوت و عزلت کی راحت اور لذت ساری مشقتوں پر پانی پھیر دے گی چنانچہ یہ نوجوان اسی عزم اور ہمت کے ساتھ غار میں داخل ہوتے اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے وہاں جا کر بیٹھ گئے جہاں جا کر انکو ایسی نیند آئی کہ تین سو نو سال تک آنکھ نہ کھلی بادشاہ اور ارکان دولت ان کی تلاش میں آئے جب تلاشی

www.ahlehaq.org

میں ناکام ہوتے تو ان کے غار کے منہ پر ایک مستحکم دیوار چُن دی جس سے اس غار کا منہ بند ہو گیا تاکہ وہ لوگ باہر نہ نکل سکیں اور اندر ہی اندر مر جائیں اور جس امید پر وہ غار میں داخل ہوئے اللہ نے ان کے ساتھ ان کی امید اور گمان کے موافق معاملہ فرمایا اور خدا کی رحمتیں اور کرامتیں ان پر مبذول ہونے لگیں اور من جملہ ان مہربانیوں اور آسانیوں کے جو ان پر مبذول ہوئیں ایک رحمت ان پر یہ مبذول ہوئی کہ اے دیکھنے والے جب تو اس غار کو دیکھے تو اس حال میں دیکھے گا کہ سورج جس وقت طلوع کرتا ہے تو انکے غار کے داہنی جانب کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں جانب کو کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی ایک وسیع جگہ میں ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی وسیع اور کشادہ جگہ میں تھے جہاں انکو خوشگوار ہوا تو پہنچتی تھی مگر دھوپ انکو کسی وقت نہیں پہنچتی تھی خدا کی رحمت سے تمام دن ان پر سایا رہتا حالانکہ وہ وسیع اور کشادہ جگہ میں تھے جہاں تمام دن دھوپ رہ سکتی ہے مگر اللہ نے اپنی رحمت اور عنایت سے انکو دھوپ سے محفوظ رکھا بقدر ضرورت ہوا اور روشنی تو پہنچتی رہی مگر دھوپ نہیں پہنچی یہ ان پر اللہ کی رحمت اور عنایت اور کرامت تھی جیسا کہ فرماتے ہیں۔

یہ بات اللہ کی قدرت اور رحمت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کی خلاف اسبابِ ظاہری اس طرح حفاظت فرماتا ہے اس لیئے وسیع اور کشادہ مکان میں طلوع آفتاب اور غروب آفتاب اور استواء کے وقت دھوپ کا نہ آنا ایک عجیب بات ہے کیونکہ مکان جب وسیع اور کشادہ ہے تو از راہِ عادت وہاں ضرور آفتاب پہنچنا چاہیئے مگر باوجود اسکے نہیں پہنچتا تو یہ آیات الٰہیہ میں سے ہے اور اسکی قدرت اور اختیار کے دلائل میں سے ہے معجزات اور کرامات کے اظہار سے اللہ تعالیٰ کا مقصود صاحب معجزہ وکرامت کا اعزاز و اکرام اور بندوں کی سعادت وشقاوت کا اظہار ہے جو سعید ہیں وہ ان واقعات کی تصدیق کر کے ہدایت پاتے ہیں اور جو شقی ہیں وہ اس قسم کے خوارق عادات کو خارج از عقل اور بعید از قیاس سمجھ کر انکار کر کے گمراہ ہوتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی رفیق راہ دِکھلانے والا نہ پائیں گے وہ برابر اپنی ضد پر قائم رہے گا کہ خرق عادت کوئی چیز نہیں۔

علماء اہل سنّت والجماعت نے قِصّہ اصحاب کہف سے کرامات اولیاء کے حق ہونے پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال ظاہر ہے جس میں کوئی تکلّف نہیں کیونکہ اس قِصّہ کے صریح لفظوں میں اصحاب کہف کی کئی کرامتوں کا ذکر ہے تین سو نو برس تک بغیر کھائے پیئے سوتے رہنا اور وسیع غار میں ہر وقت ان کا سایہ میں رہنا اور کسی وقت دھوپ کا نہ آنا اور آفتاب کا طلوع اور غروب کے وقت ان سے کترا جانا اور بھوک اور پیاس کی تکلیف سے محفوظ رہنا اور بغیر کھائے پیئے اتنی دراز مدت تک زندہ رہنا اور بغیر بیداری کے انکا بیماری سے محفوظ رہنا اور بالکل تندرست رہنا یہ سب

www.ahlehaq.org

اللہ کی رحمتیں اور عنایتیں اور خداداد کرامتیں اور کراماتِ اولیاء کے صحیح اور درست ہونے پر آیات قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ شاہد ہیں ازاں جملہ قصۂ مریم علیہا السلام ہے جو محض خدا کی عنایت سے بے موسم میوہ پاتی تھیں جیسا کہ سورۂ آلِ عمران میں گزرا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ اور سورۂ مریم میں آئیگا قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السّلام کے قدموں کے نیچے ایک نہر جاری کر دی اور کھجور کا خشک درخت تر و تازہ کر دیا جس سے تازہ کھجوریں گرنے لگیں حالانکہ حضرت مریمؑ نبی نہ تھیں بلکہ ولیہ اور صدیقہ تھیں۔

اور ازانجملہ قصۂ آصف بن برخیاؒ ہے جس نے پلک جھپکنے میں ایک دور دراز مسافت سے بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر حاضر کر دیا۔

ازاں جملہ حدیث ابی ہریرہؓ ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین بچوں نے بحالتِ شیر خوارگی اپنے گہوارہ میں کلام کیا عیسیٰؑ علیہ السّلام اور ایک وہ طفل جو زمانہ جریج میں تھا — جریج بنی اسرائیل میں ایک عابد و زاہد تھا ایک بدکار عورت کا جب ناجائز بچہ پیدا ہوا تو اس نے جریج پر تہمت لگائی کہ یہ اس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جریج نے نماز پڑھی اور دعا کی اور لڑکے کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اے لڑکے بتا تیرا باپ کون ہے لڑکے نے کہا فلاں چرواہا بنی اسرائیل نے جب لڑکے سے یہ کلام سُنا تو سخت نادم ہوئے اور تہمت سے تائب ہوئے۔

اور ایک وہ بچہ جس کو اسکی ماں گود میں لیئے ہوئے دودھ پلا رہی تھی اتفاق سے ایک خوبصورت جوان سوار اسکے پیچھے سے گزرا عورت نے اسکو دیکھ کر دعا کی کہ اے اللہ میرے بچے کو اس جیسا کر بچہ بولا اے اللہ اس جیسا نہ کرنا پھر اس کے پاس سے ایک عورت گزری جس کی نسبت لوگ کہتے تھے کہ اس نے چوری کی اور زنا کیا اور اس پر حد جاری کی گئی اسکو دیکھ کر بچے کی ماں نے کہا خدایا میرے بچے کو ایسا نہ کرنا بچے نے کہا کہ خدایا مجھے ایسا ہی کرنا یہ سُن کر ماں کو غصہ آیا اور بچے کو کچھ سخت الفاظ کہے بچہ بولا وہ خوبصورت مرد بڑا ظالم تھا میں نے نہیں چاہا کہ میں اس کے مثل بنوں اور عورت جس کو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے چوری کی اور زنا کیا وہ سب غلط ہے اس عورت نے نہ زنا کیا اور نہ چوری کی یہ لوگوں کا اس پر اتہام ہے وہ تو یہ کہتی رہتی ہے "حَسْبِيَ اللّٰهُ" مجھے اللہ کافی ہے پس میں نے چاہا کہ اس کے مثل بنوں یعنی اسکی طرح صابر و شاکر رہوں کہ مصیبت اور بلا پر صبر کروں اور خدا تعالیٰ کی کفایت اور حمایت پر نظر رکھوں معاذ اللہ اس بچے کا یہ مقصود نہ تھا کہ میں اس عورت کی طرح تہمت اور مصیبت اور بلا میں مبتلا ہوں بلکہ اس کا مقصود یہ تھا کہ اگر من جانب اللہ کوئی ابتلاء پیش آئے تو صابر و شاکر رہوں۔

www.ahlehaq.org

اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے کرامات اولیاء کا حق ہونا ثابت ہے اس لیئے تمام اہل سنّت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ کرامات الاولیاء یعنی اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں ۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۚ وَّنُقَلِّبُهُمْ

اور تو جانے وہ جاگتے ہیں اور وہ سوتے ہیں اور کروٹ دلاتے

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ

ہیں ہم انکو داہنے اور بائیں اور کتا اُن کا پسار رہا ہے

بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ

اپنی باہیں چوکھٹ پر اگر تو جھانک دیکھے اُن کو تو پیٹھ دے کر بھاگے اُن سے اور

لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا

بھر جاوے تجھ میں انکی دہشت اور اسی طرح اُن کو جگا دیا ہم نے کہ آپس میں لگے

بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا

پوچھنے ایک بولا ان میں کتنی دیر ٹھہرے تم بولے ہم ٹھہرے ایک دن

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا

یا دن سے کم بولے تمہارا رب بہتر جانے جتنی دیر رہے ہو اب بھیجو

اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى

اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ لے کر اپنا اس شہر کو پھر دیکھے کون سا ستھرا

طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ

کھانا ، سو لا دے تم کو اس میں سے کھانا اور نرمی سے جاوے اور جتا نہ دے

بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ

تمہاری خبر کسی کو وہ لوگ اگر خبر پاویں تمہاری، پتھراؤ سے ماریں تم کو یا

www.ahlehaq.org

يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوٓا إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذٰلِكَ

الٹا پھیریں تم کو اپنے دین میں اور تب بھلا نہ ہو تمہارا کبھی ۞ اور اسی طرح

أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوٓا أَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّأَنَّ

خبر کھول دی ہم نے انکی تا لوگ جانیں کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور وہ

السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ

گھڑی آنی، اس میں دھوکا نہیں جب جھگڑ رہے تھے اپنی بات پر

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۗ قَالَ الَّذِينَ

پھر کہنے لگے بناؤ ان پر ایک عمارت ان کا رب بہتر جانے انکو بولے جن کا کام

غَلَبُوا عَلَىٰٓ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾

زبر تھا، ہم بنا دیں گے اُن کے مکان پر عبادت خانہ

بقیہ قصۂ مذکورہ

قال اللہ تعالیٰ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ إِلَىٰ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا

اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انکی حیات کی حفاظت کا ایک سامان یہ کیا کہ اے دیکھنے والے اگر تو ان کو دیکھے تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرے حالانکہ وہ سو رہے ہیں خواب میں غرق ہیں اور اس نیند کی حالت میں ہم انکی کروٹیں بدلتے رہتے ہیں کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف تاکہ زمین ان کے جسموں کو نہ کھا جائے اور ان کا کتا غار کی دہلیز پر اپنی دونوں باہیں پسارے پڑا ہے ابن کثیرؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ کتا ان میں سے کسی کے شکار کا تھا اور اس کتے کا نام قطمیر تھا کہتے ہیں کہ وہ کتا بہشت میں جائے گا۔ ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند ۞ پئے نیکاں گرفت مردم شد!

یہ تو غار کے اندر ان کی زندگی کی حفاظت کی کیفیت کا بیان ہوا۔ اور باہر کے دشمنوں سے انکی حفاظت کا یہ سامان کیا کہ اس غار میں رعب اور جلال اور ہیبت کی یہ کیفیت پیدا کر دی کہ اے

www.ahlehaq.org

دیکھنے والے اگر تو انکو جھانک کر دیکھے تو تُو الٹے پاؤں ان سے پشت پھیر کر بھاگے اور ان کے رعب اور ہیبت سے تو بھر دیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک ہیبت اور دہشت ڈال دی کہ کوئی انکے قریب نہیں جاسکتا اور نہ کوئی انکو چھو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس جگہ میں یہ دہشت اور ہیبت اس لیے رکھ دی کہ لوگ اس جگہ کو تماشا نہ بنالیں اور انکے آرام میں مخل نہ ہوں اپنی قدرت سے انکی دربانی کیلئے دروازہ پر ایک کتا بٹھلا دیا جو ان کی طرح وہ بھی صدیوں تک سوتا رہا اور کروٹوں کا بدلنا زمین سے حفاظت کے لیئے تھا اور یہ خداداد رعب وجلال دشمنوں سے حفاظت کے لیے تھا کہ کوئی دشمن اندر نہ جاسکے بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر پہرہ اور پہریدار ہوتا ہے جو اجنبی آدمی کو اندر جانے سے روکتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے غیبی طور پر ہیبت اور جلال کا پہرہ قائم کر دیا کہ کسی شخص کو اندر جانے کی ہمت ہی نہ ہو اور ظاہری طور پر غار کے منہ پر ایک کتا بھی بٹھلا دیا تاکہ اجنبی آدمی کو آنے جانے سے روک دے اور جس طرح ہم نے اپنی قدرت سے انکو طویل مدت تک صحیح سالم سلایا اور ہر موذی سے انکی حفاظت کی اسی طرح ہم نے سینکڑوں برس کے بعد انکو صحیح سالم نیند سے اٹھایا اور خواب سے انکو جگایا کہ باوجود اتنا طویل عرصہ گزرنے کے ان کے جسم میں کوئی تغیر آیا اور نہ ان کے کپڑے پرانے ہوئے جس طرح کمال قدرت کے ساتھ انکو سلایا تھا اسی طرح کمال قدرت سے انکو جگایا تاکہ اس طویل خواب سے بیدار ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں جس سے اخیر میں ان پر خدا کی قدرت اور اسکی رحمت وعنایت اور اسکی عطا کردہ کرامت منکشف ہو کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور عنایت ایسی ہوتی ہے کہ مشاہدہ سے انکے ایقان اور عرفان میں زیادتی ہو اور خدا کی اس نعمت کا شکر کریں۔

چنانچہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنی مدت سوئے رہے قرائن سے ان کو یہ معلوم ہوا اور یہ محسوس ہوا کہ ہم عادت سے زیادہ سوتے ہیں اس لیے یہ سوال کیا انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم سوتے رہے پھر کچھ قرائن اور آثار سے ظاہر ہوا کہ ہم طویل مدت تک سوئے رہے تو بولے کہ تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت تم سوتے رہے خیر اب اس بات کو چھوڑو اس بیکار گفتگو سے کیا فائدہ اپنے کام کی بات کرو پس تم تو اپنے میں سے ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پس وہ شخص وہاں جاکر دیکھے کہ کس دکاندار کے پاس پاکیزہ اور حلال کھانا ہے پھر اس سے وہ پاکیزہ اور حلال کھانا خرید کر تمہارے پاس لائے۔ پاکیزہ اور ستھرے کھانے سے مراد یہ ہے کہ وہ کھانا حلال اور طیب ہو بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا نہ ہو کیونکہ بازار میں اکثر بتوں کے نام کا ذبیحہ بکتا تھا اس لیے خریدنے سے پہلے تحقیق کر لینا کہ یہ کھانا بتوں کے نام پر تو ذبح کیا ہوا نہیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی مسلمان سے غصب کیا ہوا نہ ہو اور آنے اور جانے اور کام کرنے میں لطافت اور ہوشیاری اور نرمی اور آہستگی کو ملحوظ رکھے اور شہر والوں میں سے کسی کو اپنی بابت شعور اور احساس بھی نہ ہونے دے کہ یہ کون شخص ہے

www.ahlehaq.org

یعنی کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے اہل شہر ہمارے حال سے آگاہ ہو جائیں کیونکہ اس میں ذرا شک نہیں کہ اگر وہ تم پر مطلع ہو جائیں تو وہ تم کو سنگسار کر دیں گے یا جبرًا تم کو اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے اور کفر کی وجہ سے دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے. جبر اور اکراہ کی حالت میں اگرچہ زبان سے کلمۂ کفر کہہ لینا جائز ہے لیکن بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ ابتداء میں جان بچانے کے لیے بادلِ نخواستہ زبان سے کفر کا کلمہ کہہ لیتا ہے مگر جب دن رات کافروں کے ڈر سے کفر کے اقوال و اعمال کرنے پڑتے ہیں تو رفتہ رفتہ دل سے کفر کی کراہت اور نفرت کم ہوتی جاتی ہے بالآخر دِل کفر پر جم جاتا ہے۔

چنانچہ واقعات اس کے شاہد ہیں کہ ابتداء میں کوئی مسلمان کافروں کے دباؤ سے ان میں شامل ہو گیا اور دنیاوی مصالح اور منافع کے پیش نظر انکے ساتھ ہو گیا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ انھی جیسا ہو گیا اَللّٰھُمَّ اِنی اسألک ایمانًا لا یرتدُّ: اور اگر بالفرض یہ شخص محض ظاہرًا کافروں کے ساتھ رہا اور دل سے ان سے متنفر رہا اور بیزار رہا تو اس طرح سے یہ شخص تو دنیا سے ایمان سلامت لے گیا لیکن آنے والی نسل تو انکے ظاہر کا اتباع کرے گی اور ظاہرًا و باطنًا ملتِ کفر میں داخل ہو جائے گی جیسا کہ آج کل بھارت میں فتنہ برپا ہے اللہ پناہ میں رکھے۔ اور جس طرح ہم نے اپنی کمال قدرت سے انکو سلایا اور انکو جگایا اسی طرح ہم نے لوگوں کو انکے حال پر مطلع فرمایا تاکہ لوگ اس واقعہ سے جان لیں اور یقین کر لیں کہ بے شک اللہ کا وعدہ بعث اور حشر و نشر کے بارہ میں بالکل صحیح اور درست ہے اس لیے کہ اتنے عرصۂ دراز تک اِن کا سونا اور جاگنا مرنے اور قیامت کے دن اٹھنے سے بڑی مشابہت رکھتا ہے اور یقین کے ساتھ جان لیں کہ قیامت کے قائم ہونے میں ذرا شک نہیں وہ ضرور ہونے والی ہے اور ہر شخص اپنے اس جسم کے ساتھ اٹھایا جائے گا اس زمانہ کے لوگوں کو قیامت کے بارہ میں شک پیدا ہو گیا تھا کوئی اس کا انکار کرتا اور کوئی اس کا اقرار کرتا اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعۂ بیداری کو قیامت کی ایک نشانی بنایا کہ جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ جان لیں کہ جو خدا اصحاب کہف کی توفی اور قبض ارواح یعنی جان نکالنے کے بعد نیند کی حالت میں نین سو نو (۳۰۹) برس تک انکے بدن کو زندہ بلا تغیر کے قائم اور محفوظ رکھنے اور دوبارہ انکے نفوس اور ارواح کو ان کے ابدان میں واپس کرنے پر قادر ہے وہی خدا ہزاراں ہزار سال کے بعد مردوں کی جان واپس کرنے پر اور دوبارہ ان میں روح ڈالنے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

پیش قدرت کار ہا دشوار نیست عجز را با قدرتِ حق کار نیست

خلاصۂ کلام یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو اصحاب کہف کے اس حال سے اطلاع دی جب وہ آپس میں اپنے دین کے بارہ میں جھگڑ رہے تھے کہ قیامت ہو گی یا نہیں بعض اس کو

www.ahlehaq.org

ثابت کرتے تھے اور بعض اس کے منکر تھے کہ اعادہ معدوم کا کیوں کر ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو ظاہر کر کے منکرینِ قیامت پر حجت قائم کر دی اور یہ ظاہر کر دیا کہ قیامت قائم ہو گی اور حشر روح اور جسم دونوں ہی کا ہوگا خلاصۂ کلام یہ کہ تنازع سے حشر و نشر اور قیامت کے بارہ میں نزاع اور اختلاف مراد ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ میں نزاع سے غار کے بارہ میں نزاع اور اختلاف مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب اصحاب کہف کا حال ظاہر ہو گیا تو لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ یہاں بطور یادگار کوئی عمارت بنا دینی چاہیئے اور جو اہل ایمان تھے اور غالب تھے وہ یہ کہتے تھے اس جگہ کوئی عبادت خانہ بنا دینا چاہیئے جیسا کہ آئندہ آیت میں ارشاد ہے پس جب اہل کہف کا حال ظاہر ہو گیا تو لوگ کہنے لگے کہ ان کے غار پر کوئی عمارت بنوا دو اس عمارت سے مقصود یا تو یہ تھا کہ غار کا منہ بند ہو جائے اور انکی لاشیں محفوظ ہو جائیں یا بطور نشانی انکی یادگار قائم کرنا تھا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ اصحاب کہف کے احوال کے بارہ میں گفتگو کرتے رہے پھر جب کوئی تحقیقی بات معلوم نہ ہوئی تو تھک کر یہ کہا کہ ان کا پروردگار ہی انکے صحیح حال کو خوب جاننے والا ہے غرض یہ کہ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ بالآخر جو لوگ اپنی بات میں غالب رہے یعنی بیدروس اور اس کے اصحاب تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم تو انکے پاس ایک مسجد بنائیں گے یعنی ایک عبادت خانہ بنائیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے عبادت گزار بندے تھے معبود نہ تھے موحّد تھے مشرک نہ تھے اور انکی عبادت کے مناسب بھی یہی ہے کہ انکی یادگار میں مسجد یعنی عبادت خانہ بنا دیا جائے قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور قبروں کے قریب مسجد بنانا جائز ہے معاذ اللہ مسجد بنانے سے یہ غرض نہ تھی کہ لوگ انکی قبروں کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کریں بلکہ غرض یہ تھی کہ صالحین کے قرب و جوار میں ایک عبادت خانہ بنا دیا جائے تاکہ لوگ ان کی طرح عبادت کیا کریں اور وہاں نمازیں پڑھا کریں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں اور جس طرح اہل کہف بعث و نشور اور قیامت کے قائل تھے اسی طرح لوگوں کو چاہیئے کہ مسجد میں حاضر ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور آخرت کی تیاری کریں اہل کہف کے ظاہر ہونے پر مؤمنین غالب ہوئے جو حشر و نشر اور قیامت کے قائل تھے اس لیے انکی رائے یہ ہوئی کہ انکی یاد میں مسجد بنا دی جائے جو آخرت کا بازار ہے عبادت گزار بندوں کی یادگار میں انکے قریب مسجد بنا دینا مناسب ہے جس میں دن رات اللہ کی عبادت ہوتی رہے۔

ذکر قول دیگر در تفسیر آیت مذکورہ

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ میں نزاع دربارۂ حشر و نشر

www.ahlehaq.org

مراد نہیں بلکہ اصحاب کہف کی موت اور حیات کے بارہ میں نزاع مُراد ہے امر ھم کی ضمیر اصحاب کہف کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب لوگ اصحاب کہف کے حال پر مطلع ہوگئے اور اصحاب کہف اپنے غار میں اپنی جگہ پر چلے گئے تو لوگوں میں اختلاف ہوا کہ اصحاب کہف وفات پاگئے یا حسب سابق دوبارہ سوگئے کسی نے کہا سوگئے اور کسی نے کہا وفات پاگئے اور اس بارہ میں گفتگو کرتے رہے جب حقیقت حال منکشف نہ ہوئی تو تھک کر کہہ دیا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ کہ خدا ہی کو ان کا صحیح حال معلوم ہے لہٰذا آیت میں تنازعہ سے یہ اختلاف مراد ہے کہ وہ غار میں جاکر دوبارہ سو گئے یا وفات پاگئے پھر اس نزاع سے فارغ ہوتے تو اس فکر میں پڑے کہ انکی کوئی یادگار قائم کی جائے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس بیداری کے بعد اصحاب کہف کے بارہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ وفات پاگئے اور مرکر فنا ہوگئے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ دوبارہ سوگئے اور ہنوز خواب استراحت میں ہیں اور انکے اجسام محفوظ ہیں قیامت کے نزدیک جب حضرت عیسٰی علیہ السّلام آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت وہ بیدار ہوں گے اور غار سے نکلیں گے اور عیسٰی علیہ السّلام کے ساتھ حج کریں گے اور امام مہدیؑ کے مددگار بنیں گے جیسا کہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے اور پھر قیامت سے پہلے انکی موت آئے گی۔

(دیکھو تفسیر قرطبی ص ۳۸۸ جلد ۱۰)

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بہ ضعیف حدیث تفسیر ابن مردویہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے واللہ اعلم۔ (دیکھو فتح الباری ص ۳۶۵/ جلد ۶)

بہرحال کسی حدیث سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اصحاب کہف اس واقعہ کے بعد زندہ رہے یا انتقال کرگئے اور انتقال کب ہوا اور اگر زندہ رہے تو کب تک رہے اور کب تک رہیں گے واللہ اعلم نیز یہ امر بھی اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اصحاب کہف کس نبی کی شریعت کے متبع تھے بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے پیرو تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ عیسٰی علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں واللہ اعلم۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جب بادشاہ کو اصحاب کہف کا حال معلوم ہوا تو ارکان دولت کو ساتھ لے کر غار پر پہنچا پہلے وہ شخص غار کے اندر گھسا جو کھانا لے کر آیا تھا مگر پھر اندر سے باہر واپس نہ آیا بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جاکر تلاش کرے مگر قضاء و قدر نے راستہ بھلا دیا اور کوئی اندر نہ جا سکا اور بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مع ساتھیوں کے اندر داخل ہوا اور غار والوں سے جاکر ملا اور انکو گلے لگایا اور باہر آنے کے بعد اس غار کا منہ بند کرا دیا اور بطور یادگار وہاں ایک مسجد تعمیر کرادی۔

www.ahlehaq.org

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ

اب یہ بھی کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کُتّا اور یہ بھی کہیں گے

خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ

وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کُتّا بن دیکھے نشانہ پتھر چلانا

وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ

اور یہ بھی کہیں گے، وہ سات ہیں اور آٹھواں اُن کا کُتّا تو کہہ

رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۭ۬

میرا رب بہتر جانے اُن کی گنتی اُن کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ

فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ

سو تو مت جھگڑ ان کی بات میں مگر سرسری جھگڑا اور مت تحقیق کر ان کا احوال

مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ

اُن میں کسی سے اور نہ کہیو کسی کام کو کہ میں کروں گا

غَدًا ۝۲۳ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۣ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ

کل مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کرلے اپنے رب کو جب بھول جاوے

وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا

اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو سُجھاوے اس سے نزدیک راہ

رَشَدًا ۝۲۴ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ

نیکی کی اور مدت گذری ان پر اپنی کھوہ میں تین سو برس اور

ازْدَادُوْا تِسْعًا ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ

اوپر سے نو تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت وہ رہے

ع ۳ ۵ ۱۵

www.ahlehaq.org

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ ۱۱

اسی پاس ہیں چھپے بھید آسمان اور زمین کے، عجب دیکھتا سنتا ہے کوئی نہیں بندوں پر

دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

اسکے سوا مختار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو

ذکر اختلاف اہل کتاب دربارۂ شمار اصحاب کہف

قال اللہ تعالیٰ سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ اِلیٰ ... وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا

گزشتہ آیات میں لوگوں کے نزاع اور اختلاف کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں لوگوں کے دوسرے نزاع کو بیان کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ اہل کتاب جو علم کے مدعی ہیں اور بطور امتحان آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں وہ خود اصحاب کہف کی تعداد کے بارہ میں مختلف ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

عنقریب اہل کتاب یہ قصہ سُن کر انکی تعداد کے بیان کرنے میں اختلاف کریں گے بعض تو یہ کہیں گے کہ وہ تین آدمی تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض یہ کہیں گے کہ وہ پانچ آدمی تھے چھٹا ان کا کتا تھا اور یہ دونوں گروہ بے تحقیق باتیں کر رہے ہیں جیسے غائبانہ چیز پر بے دیکھے پتھر پھینکنا بے کار ہے اسی طرح یہ دونوں قول اٹکل پچّو اور ناقابل اعتبار ہیں اٹکل کے تیر چلا رہے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ سات آدمی تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اے نبی آپ ان اختلاف کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار ان کی شمار کو خوب جانتا ہے کہ ان اقوال میں سے کون سا قول صحیح ہے یا سب غلط ہیں ان کی شمار کو بہت تھوڑے آدمی جانتے ہیں کیونکہ ان کی تعیین سے کوئی امر شرعی متعلق نہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیت میں اس اختلاف کے متعلق کوئی صریح فیصلہ نہیں فرمایا مگر آیت سے بطور اشارہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ من وجہٍ تیسرا قول قدرے صحیح ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تیسرے قول کو نقل کر کے اس کا رد نہیں فرمایا بلکہ اس پر سکوت فرمایا عبداللہ بن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ان بعض میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا۔

پس اگر یہ لوگ اپنے اختلاف سے باز نہ آئیں تو آپ ﷺ ان کے بارہ میں اہل کتاب سے بحث نہ کیجئے مگر سرسری طور اس لیے کہ اوّل تو تعیین عدد پر کوئی دلیل نہیں اور اگر بالفرض معلوم بھی ہو جائے تو کوئی معتد بہ فائدہ بھی نہیں اور ان کے متعلق اہل کتاب میں سے کچھ پوچھیئے بھی نہیں جس قدر

www.ahlehaq.org

ضروری تھا وہ آپؐ کو ہم نے بتلا دیا اور غیر ضروری امر کی تحقیق میں پڑنا بے کار ہے بے کار چیزوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔

شان نزول

مشرکین مکہ نے یہود کے سکھانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا آپؐ نے فرمایا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا اور انشاء اللہ کہنا بھول گئے آپؐ کا خیال تھا کہ جبرئیلؑ وحی لے کر آئیں گے نزول وحی کے بعد میں انکو بتلا دُوں گا۔ جبرئیل امینؑ پندرہ دن تک نہ آئے آپؐ بہت غمگین ہوئے تب یہ مفصل قصہ نازل ہوا اور اخیر میں یہ آیت اتری آپؐ جب کبھی کسی سے کوئی وعدہ کیا کریں تو انشاء اللہ ضرور کہہ لیا کریں۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے

اتنی سی بھول پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ آئی چنانچہ فرماتے ہیں اے نبیؐ آپ کسی کام کے متعلق ہرگز نہ کہا کیجئے کہ میں اس کام کو کل کروں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر خدا نے چاہا تو کروں گا بغیر اسکی مشیت کے کچھ نہیں کر سکتا اس لیے کہ بندہ اپنے ارادہ اور اختیار میں مستقل نہیں بندہ کا اختیار اور بندہ کی قدرت، اللہ کی قدرت اور مشیت اور اختیار کے تحت ہے نہ اس کے برابر ہے نہ اس کے اوپر ہے نیز بندہ کو خبر نہیں کہ کل آئندہ کیا ہوگا معلوم نہیں کہ کل تک زندہ بھی رہے گا اور اگر زندہ بھی ہو تو معلوم نہیں کہ اس کام کو بھی کر سکے یا نہیں اس لیے ضروری ہے کہ "انشاء اللہ" کہے اور جب انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے خواہ ایک سال کے بعد تو انشاء اللہ کہہ کر اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کرو تاکہ گزشتہ غفلت اور بھول چوک کی تلافی ہو جائے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر طلاق دینے کے ایک سال بعد بھی انشاء اللہ کہو گے تو طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے کہ اس حکم سے عقود اور معاملات کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ اللہ کے نام کی برکت اور اسکی مشیت پر نظر رکھنے کا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے۔

مقام اصحاب کہف

اصحاب کہف کا مقام متعین کرنے کے بارے میں حضرات مفسرین کرامؒ نے متعدد اقوال نقل کیے ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ غار بلادِ رُوم کے کسی پہاڑ کے اندر واقع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بلاد موصل میں نینویٰ کے قریب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایلہ کے قریب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بلقاء کے شہروں میں کسی جگہ ہے حافظ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس غار کا پتہ نہیں بتلایا کہ وہ کس ملک اور کس زمین اور کس شہر میں ہے کیونکہ اس سے ہمارا کوئی دینی اور دنیوی فائدہ متعلق نہیں شاید اس کے اخفاء میں اللہ کی کوئی حکمت اور مصلحت ہو اگر اس کے بتلانے میں ہماری کوئی دینی یا دنیوی مصلحت اور منفعت ہوتی تو اللہ اور اس کا رسول ہم کو ضرور

www.ahlehaq.org

خبر دیتے کہ وہ غار کہاں واقع ہے پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس غار کی صفت اور حالت کی تو خبر دے دی مگر اس کے مقام اور مکان کی خبر نہیں دی لہٰذا ہمیں اس کے درپے نہ ہونا چاہیئے اور بعض مفسّرین نے تکلف کیا اور اس بارہ میں کچھ اقوال ذکر کیے جیسا کہ ابھی گذرے وہ سب تکلف ہیں واللہ اعلم۔

(دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۷۵ جلد ۳)

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اصحاب کہف کا مقام اور انکی جگہ معلوم نہیں کہ کہاں واقع ہے اسلیئے کہ یہ بات عقل سے تو معلوم نہیں ہو سکتی کہ فلاں شخص کا مقام فلاں جگہ پر ہے اور اسکا مشاہدہ اور معائنہ بھی ممکن نہیں اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ اس غار پر منجانب اللہ ایک رعب اور جلال ایسا ہے کہ ہیبت کے مارے کوئی اس غار کے اندر داخل نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا اگر آپؐ ان کو جھانک کر دیکھیں تو ہیبت کے مارے پشت پھیر کر بھاگیں اور انکی طرف سے خوف اور دہشت سے بھر جائیں پس جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیبت اور جلال کی وجہ سے اس غار میں داخل نہیں ہو سکے تو اور کس کی مجال ہے کہ وہ اس غار میں داخل ہو سکے لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ میں یا فلاں شخص اصحاب کہف کو غار میں دیکھ کر آیا ہوں تو یہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غار وہ غار نہیں جسکی حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی کیونکہ جب اس غار میں جھانکنا ممکن نہیں تو داخل ہونا کیسے ممکن ہوگا غرض یہ کہ عقل اور مشاہدہ سے اس غار کا معلوم کرنا ناممکن ہے اور حق تعالیٰ نے اس غار کے مقام اور مکان کا کوئی پتہ نہیں دیا لہٰذا ثابت ہوا کہ اصحاب کہف کے مقام اور مکان کے علم کی کوئی راہ نہیں نہ عقل سے اور نہ مشاہدہ سے اس بارہ میں کوئی نص قرآنی اور ارشاد نبویؐ موجود نہیں جس سے اس غار کا مقام معلوم ہو سکے تو اس کے علم کو اللہ کے حوالہ کرنا چاہیئے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(دیکھو تفسیر[1] کبیر ص ۴۹۴ جلد ۵)

اور آپ کہہ دیجیئے کہ اے قریش! تم اصحاب کہف کے قصّہ سے تعجّب نہ کرو مجھے خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ میری اس امر کی طرف راہنمائی کرے جو رُشد اور صواب کے اعتبار سے اصحاب کہف

[1] امام رازیؒ مقام غار کے بارہ میں مختلف اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں۔

ثم قال القفال والذی عندنا لا یعرف ن ذلک الموضع موضع اصحاب الکھف اوموضع آخر والذی اخبرنا اللہ عنہ وجب القطع بہ ولا عبرۃ بقول اھل الروم ان ذٰلک الموضع ھو موضع اصحاب الکھف واقول العلم بذٰلک الزمان و بذلک المکان لیس للعقل فیہ مجال وانما یستفاد ذٰلک من نص وذٰلک مفقود فثبت انہ لاسبیل الیہ اھ (تفسیر کبیر ص ۴۹۴ ج ۵)

www.ahlehaq.org

کے قِصّہ سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہو اور میری نبوت کی قریب ترین دلیل ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ امید سے بڑھ کر اصحاب کہف کے قِصّہ سے زیادہ واضح دلائل نبوت اور براہین رسالت آپؐ کو عطا کیئے کیونکہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قِصّہ جس کا انہوں نے سوال کیا تھا وہ اس اعتبار سے آپ کی نبوت کی دلیل تھا کہ وہ غیب کی خبروں میں سے ایک خبر تھی اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے قصہ سے بڑھ کر اور بہت سی غیبی خبریں جن کا زمانہ اصحاب کہف سے بھی زیادہ قدیم ہے وہ اور آیندہ ہونے والی باتیں آپؐ کو بذریعہ وحی بتلائیں اور آپ نے ان غیبی خبروں کو لوگوں کے سامنے بیان کیا جو اصحاب کہف کے قِصّہ سے کہیں بڑھ کر ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب قریش کو اصحاب کہف کا قِصّہ سن کر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ ان مشرکوں سے یہ کہو کہ میری نبوّت کا ثبوت کچھ اس قِصّہ پر منحصر نہیں مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ اس سے بڑھ کر مجھ کو نبوت کا ثبوت عطا کرے گا تم نے یہ قِصّہ میرے امتحان کے لیے پوچھا تھا کہ اگر یہ سچے پیغمبر ہیں تو اس قِصّہ کو بیان کر دیں گے ورنہ نہیں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اگر یہ لوگ اس کے علاوہ کسی اور شئے کا آپ سے سوال کریں گے جو آپ کو معلوم نہ ہو گی تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اس سے بڑھ کر آپؐ کو بتلا دے گا آیت کی یہ تفسیر زجاجؒ سے منقول ہے

یا یہ معنی ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت فرماتی کہ اگلی بات کی بابت بغیر انشاء اللہ کہے وعدہ نہ کیا کریں اور اگر کسی وقت بھول جائیں تو جب یاد آئے انشاء اللہ کہہ لیا کریں اور فرمایا کہ آپ امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کا درجہ اس سے بھی زیادہ کرے یعنی آپ کبھی نہ بھولیں اور آئندہ کبھی بھولنے کا موقعہ نہ آئے۔

(ماخوذ از موضح القرآن)

یا یہ معنی ہیں کہ جب کسی چیز کو بھول جایا کرو تو اللہ کو یاد کر لیا کرو اور یہ کہہ لیا کرو عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا : یعنی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بھولی ہوئی چیز کے بدلہ میں اس سے زیادہ بہتر اور نافع چیز عطا فرمائیں اور عجب نہیں کہ یہ نسیان ہی میرے حق میں بہتر ہو کما قال تعالیٰ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا : علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ یہ معنی ظاہری سیاق کے زیادہ مطابق معلوم ہوتے ہیں۔

پھر اس تنبیہ کے بعد اصحاب کہف کے متعلق ایک بات بیان کر کے قِصّہ کو ختم فرماتے ہیں اور یہ لوگ جو آپ سے اصحاب کہف کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کتنی مدت غار میں رہے تو آپ ان کے جواب میں یہ کہہ دیجیئے کہ اصحاب کہف اپنی غار میں تین سو برس رہے اور ان تین سو برس کے علاوہ نو برس اور زیادہ ہیں اس کے بعد وہ خواب سے جگائے وراٹھائے گئے اور آپ کہہ دیجیئے کہ

www.ahlehaq.org

پوری طرح اللہ ہی کو خوب معلوم ہے جتنی مدت وہ غار میں ٹھہرے اسی کو تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب ہے اس پر اصحاب کہف کا حال کیسے مخفی رہ سکتا ہے عجیب دیکھنے والا اور عجیب سننے والا ہے ظاہر و باطن قریب اور بعید سب اس کے سامنے یکساں ہے آسمان اور زمین والوں کا اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا اس لیے لازم ہے کہ کوئی اس کے غیب میں دخل نہ دے اور جتنی بات اس نے بتلا دی ہے اس پر اکتفاء کرے اور اپنی طرف سے کوئی بات رجما بالغیب نہ کہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۭ لَا مُبَدِّلَ

اور پڑھ جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے رب سے اسکی کتاب کو کوئی بدلنے والا

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ قف وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۷ وَاصْبِرْ

نہیں اسکی باتیں اور کہیں نہ پاوے گا تو اسکے سوا چھپنے کو جگہ اور تھام رکھ

نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

آپ کو ان کے ساتھ، جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۚ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ

طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ

رونق دنیا کی زندگی کی اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی

ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝۲۸ وَقُلِ الْحَقُّ

یاد سے اور پیچھے لگا ہے اپنی چاہ کے اور اسکا کام ہے حد پر نہ رہنا اور کہہ سچی بات

مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ قف فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ

ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے

www.ahlehaq.org

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ

ہم نے رکھی ہے گنہ گاروں کے واسطے آگ ، جو گھیر رہی ہیں انکو اسکی قناتیں اور اگر

يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ

فریاد کریں گے تو ملے گا پانی جیسا پیپ ، بھون ڈالے منہ کو کیا بُرا

الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ۝۲۹ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

پینا ہے اور کیا بُرا آرام جو لوگ یقین لاتے اور کیں

الصّٰلِحٰتِ ۙ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝۳۰ ۚ اُولٰۗىِٕكَ

نیکیاں ہم نہیں کھوتے نیگ اس کا جس نے بھلا کیا کام ایسوں

لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ

کو باغ ہیں بسنے کے بہتی ان کے نیچے نہریں پہناتے ہیں

فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا

انکو وہاں کچھ کنگن سونے کے اور پہنتے ہیں کپڑے سبز

مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـــِٕيْنَ فِيْهَا عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۭ

پتلے اور گاڑھے ریشم کے لگے بیٹھے ہیں ان میں تختوں پر

نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۳۱ ع

کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب آرام

حکم تلاوت قرآن و مدارات درویشان و خرقہ پوشان

قال اللہ تعالیٰ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ الیٰ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا

(ربط) شروع سورت میں نزول کتاب کی نعمت کو بیان فرمایا اور اس کے بعد دنیا کے فناء و زوال کو

www.ahlehaq.org

بیان کیا پھر اسکے بعد اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا جنہوں نے دنیا پر لات ماری اور مضبوطی کے ساتھ حق پر قائم رہے بالآخر کامیاب ہوئے اور ظالم اور متکبر دنیا سے رخصت ہوئے اب اصحاب کہف کے قصہ کے بعد پھر اس قرآن کی تلاوت کا حکم دیتے ہیں جس میں دشمنان اسلام کے سوالات کے جوابات نازل ہوتے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوئی اور پھر اصحاب کہف جیسے درویشان اسلام اور اہل خرقہ یعنی گدڑی اور کمبل پوشوں کی مجالست اور مدارات اور خاطرداری کا حکم دیتے ہیں اور نبیؐ کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ عمارؓ اور سلمانؓ اور صہیبؓ اور بلالؓ اور ابن مسعودؓ جیسے درویشوں کو جو زہد و قناعت اور صبر اور استقامت میں اصحاب کہف کا نمونہ ہیں ان پر خاص نظر عنایت رکھیئے اور اہل دنیا اور مالداروں کے کہنے سے ان درویشوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجیئے اور جو لوگ اپنے مال و دولت پر فخر کرتے ہیں انکی پرواہ نہ کیجیئے چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں ان اہلِ دنیا کی طرف التفات نہ کیجیئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ ان آیات میں پہلے تلاوتِ قرآن کا حکم دیا بعد ازاں ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا جو رضائے الٰہی کے طالب ہوتے ہیں اور صبح و شام عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور ایسے لوگوں سے منہ موڑنے کی ممانعت فرمائی اور اہل غفلت سے احتراز اور کنارہ کشی کا حکم دیا اور اس آیت میں جس جماعت کی مجالست اور مصاحبت رکھنے کا حکم دیا گیا وہ مہاجرین اوّلین تھے جو کثرت عبادت و اطاعت کے ساتھ موصوف تھے اور خواہ ابتداء ہی سے وہ فقیر تھے یا اپنا مال و متاع راہ خدا میں خرچ کر کے تنگ دست ہو گئے تھے یہ ان کا عظیم وصف تھا وھٰذا ھُوَ المقصود۔

کفّار یہ کہتے تھے کہ اگر آپؐ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپؐ کی بات کو سنیں اور آپؐ پر ایمان لے آئیں تو جب ہم آپؐ کے پاس آیا کریں تو آپ ان فقراء مسلمین کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کریں ہمارا اور انکا مل کر بیٹھنا ہماری شان کے خلاف ہے انکے جبّوں اور کپڑوں سے بُو آتی ہے یہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور آپؐ کو انکی درخواست قبول کرنے سے منع کر دیا اور آپؐ کو حکم دیا کہ آپ ان متکبرین اور مغرورین کی بات کی طرف توجہ اور التفات نہ کریں اور ان درویشان اسلام کی صحبت اور مجالست کو برقرار رکھیں اور ان سے اپنی نظر التفات نہ ہٹائیں یہ درویشان اسلام صبح و شام اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول ہیں اور ہمارے مخلص بندے ہیں اور اصحاب کہف کا نمونہ ہیں ان اہل غفلت کے کہنے سے آپ ان فقراء مؤمنین کو اپنے پاس سے نہ ہٹائیں اور نہ اٹھائیں ان متکبرین کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی انکے برابر بیٹھ سکے اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ انکی یہ درخواست قابلِ منظوری نہیں اصل عزّت والے یہ فقراء صادقین ہیں اور یہ مغرورین اور متکبرین اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں اور اسی مضمون کی ایک آیۃ سورت انعام میں گذر چکی ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ تک یہی مضمون چلا گیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبیؐ! آپ اپنے پروردگار کی اس کتاب کو جو بذریعہ وحی آپ کے پاس

www.ahlehaq.org

بھیجی گئی ہے اسکو پڑھتے رہیئے خود بھی پڑھیئے اور دوسروں کو بھی سنائیے اور لوگوں تک اسکو پہنچائیے یہی آپ کی نبوت کی کافی اور شافی دلیل ہے اور یہ خیال نہ کیجیئے کہ ان دولت مندوں کے اسلام میں داخل ہو جانے سے اسلام کو ترقی ہوگی ان پر دین کی ترقی کا دار و مدار نہیں اس دین کی ترقی کے ہم ذمہ دار ہیں ہم آپؐ سے وعدہ کر چکے ہیں اللہ کی باتوں کو یعنی اس کے وعدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں خدا کے تمام وعدے اور تمام پیشین گوئیاں پوری ہو کر رہیں گی کسی کی موافقت یا مخالفت وعدۂ الٰہی پر اثر انداز نہیں ہو سکتی یا یہ معنی ہیں کہ کافروں کے اس قول کی پرواہ نہ کیجیئے جو یہ کہتے ہیں اِئْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ: یعنی اس قرآن کے سوا دوسرا قرآن لاؤ جس میں بتوں کی مذمت اور شرک کا رد نہ ہو یا اس میں کچھ ردوبدل کردو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اللہ کے کلمات میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں اور بجز ذات خداوندی کے آپ کوئی پناہ نہ پائیں گے اس کے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں۔

شروع سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ زمین کی چیزیں اور تمام اسباب تجمل فقط دنیا کی زینت ہیں نہ کہ آخرت کی اور دنیا کی زینت فانی اور سریع الزوال ہے اس سے دل بستگی نہ چاہیئے عاقل کا کام دارِ آخرت کی فکر ہے اسکے بعد اصحاب کہف کا قصہ ذکر فرمایا کہ جو شاہی خاندان کے افراد تھے اور محلوں کے رہنے والے تھے دنیا کی زینت کو چھوڑ کر اپنے دین کو لے کر بھاگ نکلے اور غار میں جا چھپے اب اس کے بعد اشرافِ مکہ کے متعلق ایک ہدایت فرماتے ہیں رؤسا مکہ دنیا کی زینت پر فریفتہ تھے اور اسباب دنیا کے غرور میں ان کو فقراء مسلمین کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلمؐ کے پاس بیٹھنا ناگوار تھا اس لیے ان رؤسا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ جس وقت ہم آپؐ کے پاس آیا کریں اس وقت یہ لوگ آپؐ کے پاس نہ آیا کریں آپ ہمارے لیئے علیحدہ مجلس رکھیئے اور ان درویشوں کو اس مجلس میں ہمارے ساتھ شریک نہ کیجیئے یہ لوگ صوف کے جُبّے پہنے رہتے ہیں اور ان میں انکو پسینہ آتا ہے اور اس سے بدبو آتی ہے اور ہم شرفاء اور سادات حفر ہیں اگر ہم اسلام لے آئے تو ہماری تقلید میں سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے غرض یہ کہ سردارانِ قریش نے ان جبہ پوشوں اور کمبل والوں کے پاس اور ان کے ساتھ بیٹھنا کسر شان سمجھا ممکن ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلمؐ کو اس وقت یہ خیال آیا ہو کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے غرباء کو علیحدہ کر دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے یہ تو سچے اور پکے مسلمان ہیں ہی اگر سردارانِ قریش اس طرح اسلام میں داخل ہو جائیں تو یہ اسلام کے لیے باعث تقویت ہوگا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اے نبی آپ ان اہل دنیا کی ذرا برابر پرواہ نہ کیجیئے بلکہ اپنی نشست و برخاست میں ہمہ تن اپنے آپ کو ان لوگوں میں مقید اور پابند رکھیئے جو صبح و شام یعنی شروع دن سے لے کر اخیر دن تک اپنے رب کی یاد میں لگے رہتے ہیں اور اس ذکر اور عبادت سے فقط رضائے خداوندی کے طالب ہیں اس سے ان کی کوئی دنیاوی غرض نہیں اور چاہیئے کہ آپ کی آنکھیں ان فقراء مسلمین سے نہ پھر جائیں یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی وقت آپؐ کی نظر التفات ان اہل دنیا کی طرف پھر جائے

www.ahlehaq.org

گویا کہ آپ دنیاوی زندگی کی زیب وزینت اور اس کی آرائش کی طرف مائل ہونے لگے کیونکہ امیروں کی دلجوئی کے لیے فقیروں کو پاس نہ آنے دینا بھی ایک قسم کی دنیا کی زینت کی رعایت ہے جس سے اللہ کا نبی پاک اور منزّہ ہے حق جل شانہٗ نے ان آیات میں اپنے نبی کو کافروں کی اس قسم کی دلجوئی سے منع فرمادیا کیونکہ مجلس اور مجالست میں امیروں اور فقیروں میں فرق اور امتیاز قائم کرنا بظاہر حیات دنیا کی زینت کی رعایت ہے ورنہ عقبیٰ اور آخرت کی راہ سے فقراء اسلام کو جو امتیاز حاصل ہے وہ شاہانِ دنیا کو بھی حاصل نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کرکے بتا دیا کہ یہ متکبرین ایمان لانے والے نہیں ان کا ایمان محض موہوم اور محتمل ہے اور محض موہوم اور محتمل فائدہ کی خاطر مجبین مخلصین کے احترام اور دلجوئی کو کیوں نظرانداز کر دیا جائے نیز غریبوں کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ لوگ اس طرز عمل کو دیکھ کر نبی سے بدگمان نہ ہو جائیں اور اسلام کے قبول کرنے میں تردد کرنے لگیں اور چند متکبرین کے اسلام لے آنے میں اسلام کا اتنا فائدہ نہیں جتنا کہ اس بدگمانی سے اسلام کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان فقراء اور درویشان اسلام کی پہلے سے زیادہ خاطر داری اور مدارت کرنے لگے اور خاص طور پر انکے پاس آکر بیٹھتے اور یہ فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے (چیدہ اور پاکیزہ) لوگ بنائے کہ جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھ کو حکم دیا میری زندگانی اور موت انہی کے ساتھ ہے۔

مسئلہ عالم شریعت اور شیخ طریقت پر لازم ہے کہ فقراء کی صحبت اور مجالست کو نعمت سمجھے اور اپنی مجلس کو عام رکھے امراء اور اغنیاء کی رعایت سے اپنی مجلس سے فقراء کو نہ اٹھائے ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم ہے فقراء اور مساکین کے پاس بیٹھنے سے دنیا نظروں میں خوار ہوتی ہے یہ آیت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ اور خبابؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جو صوف[1] کے جبّے پہنے ہوئے حضور پرنورؐ کی مجلس میں آتے تھے اور ان میں پسینہ آجاتا تھا جس سے ان اشراف قریش کو کراہت محسوس ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ صوف کا جُبّہ درویشانِ اسلام کا لباس ہے اسی لیے صوفی کو صوفی کہتے ہیں کہ جو از راہ تواضع و درویشی صوف (بالوں) کا لباس پہنے۔

اور مت کہنا مانو اس شخص کا جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور دنیائے دون کا اس کو دیوانہ بنا دیا ہے اور وہ شخص ہمہ تن اپنی نفسانی خواہش کا تابع اور پیرو ہوگیا ہے نفس کا بندہ (غلام) بنا ہوا ہے جدھر اس کا نفس اسکو لے جاتا ہے ادھر دوڑا چلا جاتا ہے ذلت اور عزت سے

[1] تفسیر قرطبی کی روایت میں یہ لفظ ہیں قالو یارسول انک لوجلست فی صدر المجلس ونحیّت عنا ھٰؤلاءِ لارواح کانت بھم وکانت علیھم اقبیۃ صوف لم یکن علیھم غیرھا (تفسیر قرطبی ص ۳۹۰ جلد ۱۰)

www.ahlehaq.org

اس کو کوئی بحث نہیں اور اس کا کام حدِ اعتدال سے گذرا ہوا ہے آپ ہرگز ہرگز ایسے لوگوں کا کہنا نہ مانیے اور ان کے کہنے سے فقراء صادقین اور اہلِ ذکر مخلصین کو اپنے پاس سے ہرگز نہ ہٹائیے اور ذرّہ برابر ان اہل غفلت کی پرواہ نہ کیجیے اور ان اہل غفلت اور اہل ثروت سے صاف کہہ دیجیئے کہ یہ دین حق تمہارے پروردگار کے پاس سے آیا ہے جو مشعلِ ہدایت ہے پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے خدا تعالیٰ کو نہ تمہارے ایمان کی ضرورت ہے اور نہ تمہارے کفر سے ڈر ہے تمہارے کہنے سے میں ان فقراء صادقین ذاکرین مخلصین کو اپنے پاس سے نہیں ہٹا سکتا اور جو حق کا کافر اور منکر ہو وہ قابلِ التفات نہیں اور یہ کلام بطور تہدید اور تخویف ہے نہ کہ بطور تخییر و اباحت، اسکے بعد کافروں اور مسلمانوں کے اُخروی درکات اور درجات کو بیان فرماتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ہم نے ظالموں کے لیئے آگ تیار کر رکھی ہے وہ انکی منتظر ہے اسکی قناتیں اور پردے ہر طرف سے انکو گھیر لیں گے اسکی چار دیواری سے باہر نہیں نکل سکیں گے اور اگر وہ پیاس سے چلّائیں گے اور فریاد کریں گے تو انکی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا [1] یا تیل کے تلچھٹ کی مانند ہوگا جو برتن کی تہہ میں رہ جاتا ہے اور اس قدر تیز گرم ہوگا کہ پاس لاتے ہی منہ کو بھون ڈالے گا اور وہ دوزخ بہت ہی بُری آرام گاہ ہو گی۔ اور وہ پانی بہت ہی بُرا ہوگا۔

اب ان اشقیاء کے بعد سعداء کا حال اور مآل ذکر کرتے ہیں تحقیق جو لوگ اس حق پر ایمان لائے جو آپؐ دے کر بھیجے گئے ہیں اور اسکی ہدایت کے مطابق اچھے عمل کیئے تو بلاشبہ ایسے نیکوکاروں کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے ایسے ہی لوگوں کے لیے ہمیشہ کے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہاں انکو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے جو بادشاہوں کی زینت ہے۔

زاد المسیر میں سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے کہ ہر جنتی کے لیے تین کنگن ہوں گے ایک چاندی کا ایک موتی کا اور ایک یاقوت کا یا یہ مطلب ہے کہ کسی کے ہاتھ میں سونے کا کنگن ہوگا اور کسی کے ہاتھ میں چاندی کا اور کسی کے ہاتھ میں موتیوں کا اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ گاہے چنیں اور گاہے چناں ہو مطلب یہ ہے کہ عالم آخرت میں معاملہ برعکس ہوگا اہل ایمان اگرچہ وہ درویش اور فقیر ہوں وہ تو ایسے محلّوں اور باغوں اور عیش و عشرت میں ہوں گے اور اہلِ کفر ذلت و خواری میں ہوں گے اور سبز کپڑے پہنیں گے باریک ریشم کے اور دبیز ریشم کے، اور کافروں کو گندھک کے کرتے پہنائے جائیں گے تکیہ لگانے والے ہوں گے تختوں پر جیسا کہ امیروں کی عادت ہے مطلب یہ ہے کہ غایت درجہ عیش و آرام میں ہوں گے کیا خوب جزاء ہے ایمان کی اور اعمال صالحہ کی اور جنت خوب آرام گاہ

[1] مہل کے معنی میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مہل کے معنی پگھلے ہوئے تانبے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مہل کے معنی تیل کی تلچھٹ کے ہیں اسلیئے ہم نے لفظ "یا" بڑھا کر دونوں معنی کی طرف اشارہ کر دیا۔

www.ahlehaq.org

ہے یا وہ تخت خوب تکیہ گاہ ہیں جن پر یہ درویشان اسلام شاہانہ لباس میں بیٹھے ہوں گے اب آئندہ آیات میں دنیا کے چاہنے والے کی مثال بیان فرماتے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اور بتا اُن کو کہاوت دو مردوں کی بنا دیئے ہم نے

لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

ایک کو دو باغ انگور کے اور گرداُن کے

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا

کھجوریں اور رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی دونوں

الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا

باغ لاتے اپنا میوہ اور نہ گھٹاتے اس میں سے کچھ اور بہائی ہم نے

خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ

ان دونوں کے بیچ نہر اور اسکو پھل ملا پھر بولا اپنے دوسرے سے جب

يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ

باتیں کرنے لگا اس سے مجھ پاس زیادہ ہے تجھ سے مال اور آبرو کے لوگ اور گیا اپنے

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ

باغ میں اور وہ برا کر رہا تھا اپنی جان پر بولا مجھ کو نہیں آتا خیال میں کہ خراب ہو

هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ

یہ باغ کبھی اور مجھ کو خیال میں نہیں آتا کہ قیامت ہونی ہے اور اگر کبھی

اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ

پہنچایا مجھ کو میرے رب کے پاس پاؤں گا بہتر اس سے اُسطرف پہنچ کر۔ کہا اسکو دوسرے نے جب

www.ahlehaq.org

وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ

بات کرنے لگا کیا تو منکر ہو گیا اس شخص سے جس نے بنایا تجھ کو مٹی سے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ

پھر بوند سے پھر پورا کر دیا تجھ کو مرد پر میں تو کہوں وہی اللہ ہے

رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ

میرا رب اور نہ مانوں ساجھی اپنے رب کا کسی کو اور کیوں نہ جب تو آیا تھا

جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ

اپنے باغ میں کہا ہوتا؟ جو چاہا اللہ کا ، کچھ زور نہیں مگر دیا اللہ کا اگر تو

تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ

دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں تو امید ہے کہ میرا رب دیوے

يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا

مجھ کو میرے باغ سے بہتر اور بھیج دے اس پر ایک بھبوکا آسمان

مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ ۙ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا

سے پھر صبح کو رہ جاوے میدان پٹپڑ : یا صبح کو ہو رہے اسکا پانی

غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ

خشک پھر نہ سکے تو کہ اس کو ڈھونڈ لاوے اور سمیٹ لیا اُس کا سارا پھل

فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ

پھر صبح کو رہ گیا ہاتھ نچاتا اس مال پر جو اس میں لگایا تھا اور وہ

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ

ڈھیا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر اور کہنے لگا کیا خوب تھا اگر میں ساجھی نہ بناتا اپنے

www.ahlehaq.org

بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

رب کا کسی کو اور نہ ہوئی اسکی جماعت کہ مدد کریں اسکو اللہ

دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

کے سوا اور نہ ہوا وہ کہ بدلہ لے سکے وہاں سب اختیار ہے

لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع ۵ ۱۳ ۱۷

اللہ سچے کا اسی کا انعام بہتر ہے اور اسی کا دیا بدلہ

بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کی مثال

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ الیٰ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا

(ربط) گزشتہ آیات میں کفار کی اس درخواست کو رد فرمایا جو اپنے مال و دولت کے نشہ میں چور تھے اور فقراء مسلمین کو حقیر سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس کرتے تھے اور اپنے مال و دولت پر فخر محسوس کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ ان درویشان اسلام اور فقراء مسلمین کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کریں اب ان آیات میں ان متکبرین کے سنانے کے لیے اور دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری بتلانے کے لیے بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کی ایک مثال ذکر فرماتے ہیں جن میں سے ایک مالدار کافر تھا اور آخرت کا منکر تھا اور اپنے مال و دولت پر مغرور تھا اور دوسرا ایک مؤمن اور درویش تھا مال دار کافر مال و دولت کے نشہ میں سلسلۂ عالم کو قدیم سمجھتا تھا اور آخرت کا منکر تھا اور فقیر مسلمان بھائی، اسکو خدا کی عظمت اور جلال کی تلقین کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ یہ عالم قدیم نہیں اور اس کارخانۂ عالم کی باگ ڈور اس پروردگار کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا اصل دولت اور اصل عزت پروردگارِ عالم کی اطاعت اور عبادت میں ہے جو فقراء مسلمین کو حاصل ہے اور تو اس عزت سے محروم ہے یہ درویش بھائی اپنے دولت مند بھائی کو ڈراتا تھا کہ خدا کی ناشکری نہ کر مبادا کہ کوئی بلا نازل ہو جائے چنانچہ اس پر ایک بلاء آسمانی ناگہانی طور پر نازل ہوئی جس سے دم کے دم میں وہ تمام باغ اجڑ گیا اور مالکِ باغ حسرت سے ہاتھ ملتا رہ گیا تب اسکی آنکھ کھلی کہ اللہ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

www.ahlehaq.org

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ آئندہ آیات میں ایک طالب دنیا اور ایک طالب آخرت کا قصہ بیان فرماتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اموال کی کثرت اور اعوان انصار کی قوت قابل فخر چیز نہیں ہو سکتی ہو سکتا ہے کہ دم کے دم میں تونگر فقیر ہو جائے اور فقیر تونگر ہو جائے قابل فخر تو ایمان اور عمل صالح اور تقویٰ ہے اور یہ دنیا تو چند روزہ باغ و بہار ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے نبیؐ! دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری ظاہر کرنے کے لیے دو شخصوں کا قصہ بیان کہ وہ دو آدمی تھے آپس میں بھائی بھائی تھے ان میں سے ایک کو جو کافر تھا ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے تھے اور ان دونوں باغوں کو ہم نے کھجوروں کے درختوں سے گھیر دیا تھا یعنی انکے ہر چار طرف کھجور کے درخت تھے اور ان دونوں باغوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی کر دی تھی جس سے قوت روزینہ ان کو حاصل ہوتی تھی یعنی اس میں کوئی جگہ خالی نہ تھی تمام زمین سے قسم قسم کی پیداوار تھی دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور باغ کی پیداوار میں ذرہ برابر کمی نہ تھی اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بھی جاری کر دی تھی جس کا پانی کبھی منقطع نہیں ہوتا تھا اور وہ نہر دونوں باغوں کو ہمیشہ پانی پہنچاتی اور اس پیداوار کے علاوہ اس شخص کیلئے اور بھی قسم قسم کے پھل تھے اور ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور قتادہؒ سے مروی ہے کہ ثمر سے مال مراد ہے یعنی سوائے ان دو باغوں کے اسکے پاس اور بھی قسم قسم کا مال تھا یعنی سونا اور چاندی وغیرہ تھا پس یہ مالدار کافر اپنے ساتھی یعنی مومن بھائی سے جو غریب تھا۔ بولا۔ درآں حالیکہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا یعنی یہ کہتا جاتا تھا اور وہ جواب دیتا جاتا تھا دونوں میں باہم گفتگو ہو رہی تھی اثناء گفتگو میں اس کافر بھائی نے فخراً کہا کہ میں تجھ سے مال میں بڑھا ہوا ہوں اور حشم و خدم کے اعتبار سے زیادہ عزت والا ہوں پھر یہ مال دار کافر اپنے غریب مؤمن ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باغات اور انکی پیداوار اور مال و دولت کو دکھلاتا تھا اور فخر کرتا جاتا تھا اور اسی طرح اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے باغ میں داخل ہوا درآں حالیکہ وہ اپنے کفر اور فخر کے سبب اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا۔ فخر اور خود بینی کی وجہ سے اور پھر دنیا کی محبت کے سبب سے مؤمن بھائی نے اس کو فخر اور کفران نعمت کی شامت سے ڈرایا مگر ایک نہ سُنی اور بولا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی اجڑے کفار کا ہمیشہ یہی خیال ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ عیش و آرام میں ہی رہیں گے اور بولا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر بفرض محال تیرے اعتقاد کے مطابق میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو اس سے بہتر مکان میں وہاں پاؤں گا کیونکہ میری یہ امیری اس بات کی دلیل ہے کہ میری شان اسی لائق ہے کہ مجھے یہ مال و دولت ملے اور میرا رب مجھ سے راضی ہے جب اس نے مجھے یہاں دیا تو وہ مجھ کو وہاں بھی دے گا اور اس سے بہتر دے گا اکثر کفار اور اغنیاء کا یہی حال ہے کہ وہ اپنی دولت اور عیش و عشرت اور دنیاوی عزت و راحت کو اپنی مقبول خداوندی اور مکرم عند اللہ ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں یہ حال تو کافروں کا ہے اور بہت سے مالدار مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے بزبانِ قال تو نہیں بزبان حال وہ بھی یہی کہہ رہے ہیں اور عملاً فقراء اور غرباء کی مجالست سے عار کرتے ہیں اسکی یہ باتیں سن کر اس سے اس کے دیندار نادار ساتھی نے اثناء گفتگو

www.ahlehaq.org

میں کہا کیا تو اس خدا کی قدرت کا منکر ہو گیا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر تجھ کو نطفہ سے نکالا جبکہ تو مردہ بدست زندہ تھا اور کسی چیز کا مالک نہ تھا ماں اور دایہ کی گود میں پرورش پا رہا تھا پھر خدا نے تجھ کو اپنی قدرت سے پورا مرد بنا دیا اب تجھے اس خدا کی قدرت میں شک ہو گیا کہ جب میں مر جاؤں گا اور مر کر مٹی ہو جاؤں گا تو وہ مجھے کیسے دوبارہ پیدا کرے گا جس خدا نے تجھ کو پہلی بار مٹی سے پیدا کیا وہی خدا تجھ کو دوبارہ مٹی سے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے بھلا ایسے قادر مطلق کو قیامت کا قائم کرنا کیا مشکل ہے خیر تو مانے یا نہ مانے لیکن میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے یہی میرے دل میں ہے اور یہی میری زبان پر ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا نہ اعتقاد میں نہ قول میں اور نہ فعل میں اس جواب سے الوہیت اور وحدانیت کا بھی اثبات ہے کیونکہ جو ذات پاک عالم کی خالق اور مربی ہے وہ اس عالم کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور یہ کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو یہ کہا ہوتا کہ جو خدا نے چاہا وہی قابلِ شدنی ہے۔ بغیر اللہ کی مشیت کے کسی میں قوت اور زور نہیں یعنی باغ کو دیکھ کر تجھے چاہیئے تھا کہ اپنی عاجزی کا اقرار کرتا اور دل و جان سے یہ کہا ہوتا کہ یہ سب کچھ باغ و بہار اللہ کی مشیت اور اسکے فضل سے ہے وہ چاہے تو اسکو آباد رکھے اور چاہے تو اسکو اجاڑ دے وہ ہر طرح سے قادر ہے بندہ میں قدرت نہیں کہ باغ کو اور اس کی بہار کو قائم رکھ سکے اسی طرح زندگی کی باغ و بہار۔ امیری اور فقیری سب اسکی مشیت سے ہے دم کے دم میں امیر کو فقیر اور فقیر کو امیر بنا سکتا ہے زجاجؒ کہتے ہیں کہ کسی میں طاقت نہیں کہ جو نعمت اور مال و دولت اسکے ہاتھ میں ہے وہ اسکو تھام سکے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔

فائدہ جو شخص اپنے باغ میں یا مکان میں داخل ہوتے وقت مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے تو وہ باغ اور مکان بلا اور آفت اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔

حکایت امام دار الہجرت مالک بن انسؒ نے اپنے مکان کے دروازہ پر یہ لکھ رکھا تھا مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں لکھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ:

اس نصیحت کے بعد اس غریب مسلمان بھائی نے اسکے تکبر اور فخر کا جواب دیا اور کہا اگر آج تو مجھے مال اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے تو تجھ کو زیبا نہ تھا کہ تو مجھ پر بڑائی اور تکبر ظاہر کرنے لگے پس کیا عجب ہے کہ میرا پروردگار دنیا یا آخرت میں یا دونوں جگہ مجھ کو تیرے سے بہتر باغ دے دے اور اس تیرے باغ پر آسمان سے کوئی بلا اور آفت بھیج دے جس کا تجھ کو وہم و گمان بھی نہ ہو پھر وہ تباہ ہو کر دفعتہً چٹیل میدان ہو جائے جس پر گھاس کا بھی نام و نشان نہ ہو یا اس کا پانی زمین کے اندر اتر جائے تو اسکو ڈھونڈ کر بھی واپس نہ لا سکے یہ بات تیری قدرت سے باہر ہے چنانچہ ایسا

www.ahlehaq.org

ہی ہوا کہ جو بات اس مردِ مؤمن کی زبان سے نکلی تھی وہ سچ کر دی۔ اور بلا سبب ظاہری کے دفعتہً اور ناگہانی طور پر آسمان سے ایک آفت آئی جس سے وہ باغ تباہ ہو گیا اللہ نے آسمان سے اس باغ پر ایک آگ بھیجی جس نے اسکو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور اس کا پانی زمین کے نیچے اتر گیا اور اس باغ کا سارا پھل عذاب آسمانی کے گھیرے میں لے لیا گیا اور غیب سے ایسی تباہی آئی کہ وہ باغ اور درخت اور عمارت سب خراب اور مسمار ہو گئے پس صبح کی اس کافر نے اس حالت میں کہ کفِ افسوس ملتا تھا اس مال پر جو اس نے اس باغ میں صرف کیا تھا۔ حسرت سے ہاتھ ملتا رہ گیا کہ اب ہاتھ میں سوائے افسوس اور حسرت کے کچھ نہیں رہا اور اس باغ کی عمارتیں اپنی چھتوں پر گر پڑی تھیں اور وہ اس حال کو دیکھ کر کفِ افسوس ملتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ کاش میں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا یعنی جب اس کا باغ جل گیا تب اسے معلوم ہوا کہ یہ اس کے کفر و شرک کی سزا تھی اپنے کیئے کفر پر نادم ہوا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مؤمن ہو گیا اس لیے کہ یہ ندامت خوف خداوندی اور کفر کی قباحت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ایک دنیاوی مصیبت اور آفت کی وجہ سے تھی لہٰذا ایسی تمنا بیکار ہے اور نہ ہوئے اس کے لیئے اعوان و انصار اور حشم و خدم کی کوئی جماعت بجز خدا کے جو اسکو مدد دیدے اور نہ وہ خود اپنا بدلہ لینے پر قادر تھا یہیں سے ثابت ہوا کہ کارسازی اور اختیار صرف خدائے برحق کے لیئے ہے کیونکہ مصیبت کے وقت جزع و فزع صرف اللہ کی طرف کرنا یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ خدائے برحق وہی ہے کہ جس کو سارا اختیار ہے اور اس کے سوا سب باطل ہے اور عارضی چیز پر فخر کرنا نادانی ہے وہ اہل طاعت کو انعام اور جزا دینے میں سب سے بہتر ہے اور اسی کی اطاعت کا انجام سب سے بہتر ہے یعنی انجام اور عاقبت کے اعتبار سے اہل ایمان اور اہل طاعت سے بڑھ کر کوئی نہیں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو مردوں کی مثال بیان کی انکی تعیین میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کیئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں بھائی بنی اسرائیل میں سے تھے اور انھی دو بھائیوں کا قصہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ والصافات میں ذکر کیا ہے کما قال تعالیٰ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ الخ اور بعض کہتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے قبیلہ مخزوم کے دو بھائیوں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جن میں سے ایک بھائی مسلمان تھا اور دوسرا کافر اور مقصود یہ ہے کہ مال و دولت پر فخر کرنا اور فقراء مسلمین کو حقیر سمجھنا بہت ہی بُرا ہے اصل عزت حق تعالیٰ کے تعلق اور اس کی اطاعت میں ہے۔

(دیکھو تفسیر کبیر ص ۵۰۰/ جلد ۵ و تفسیر قرطبی ص ۲۹۹/ جلد ۱۰)

فائدہ حق تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اکثر اپنے مقبول بندوں کو دنیا سے دور رکھتا ہے اور کافروں کو دنیا کی عیش و آرام سے خوب نوازتا ہے اور اہل ایمان پر بلائیں نازل کرتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمام لوگ کفر کے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے تو ہم کافروں کو اتنا مال و دولت

www.ahlehaq.org

دیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں بھی چاندی کی کر دیتے، قاعدۂ اکثریہ تو یہ ہے مگر بعض مرتبہ کافر کا غرور اور تکبّر توڑ دینے کے لیئے کوئی بلاء آسمانی اسکے مال و دولت پر نازل کرتے ہیں کہ متنبہ ہو جائے کہ یہ دنیا ہیچ ہے اور امیری اور فقیری سب اسکے ہاتھ میں ہے وہ دم کے دم میں بڑے سے بڑے متکبّر اور سرکش کو محتاج اور خوار بنا ڈالتا ہے اس لیئے آئندہ آیت میں دنیا کی حقیقت سمجھانے کیلیئے ایک مثال بیان فرماتے ہیں.

∴ ∴ ∴

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور بتا ان کو کہاوت دنیا کی زندگی کی .

كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ

جیسے پانی اُتارا ہم نے آسمان سے پھر بھڑ کر نکلا اس سے

نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ

زمین کا سبزہ . پھر کل کو ہو رہا چورا باؤ میں

الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ

اُڑتا اور اللہ کو ہے ہر چیز پر قدرت ∴ مال

وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ

اور بیٹے رونق ہیں دنیا کے جیتے اور رہنے والی نیکیوں

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ

پر بہتر ہے تیرے رب کے ہاں بدلہ اور بہتر ہے توقع اور جس دن ہم چلاویں

الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ

پہاڑ اور تو دیکھے زمین کھل گئی اور گھیر بلاویں انکو پھر نہ

نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ

چھوڑیں ان میں ایک کو اور سامنے لائے تیرے رب کے قطار کر کر

www.ahlehaq.org

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ

اور آ پہنچے تم ہمارے پاس، جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو پہلی بار نہیں تم بتاتے تھے

اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى

کہ نہ ٹھہرا دیں گے ہم تمہارا کوئی وعدہ اور رکھا جاوے گا کاغذ پھر تو دیکھے

الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا

گنہگار ڈرتے ہیں اسکے بیچ لکھے سے اور کہتے ہیں اے خرابی !

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ

کیسا ہے یہ لکھا ؟ نہ چھوڑے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو

اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ

اس میں نہیں گھیری اور پاویں گے جو کیا ہے سامنے اور تیرا رب ظلم نہ

رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع

کرے گا کسی پر

ع ۵ ۶ ۱۸

دنیا کے فناء وزوال کی ایک مثال

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ ... اِلیٰ ... وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا

(ربط) گذشتہ آیات میں دو شخصوں کی مثال بیان کی تھی جس سے دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو بتلانا مقصود تھا اب پھر دنیا کی بے ثباتی کے لیئے ایک دوسری مثال بیان فرماتے ہیں تاکہ دنیا کی اندرونی حقیقت ظاہر ہو جائے اور لوگ اسکی ظاہری زیب وزینت کو دیکھ کر فریفتہ نہ ہوں اور اسکی ظاہری آرائش سے دھوکہ نہ کھائیں اور سمجھ جائیں کہ یہ دنیا ہیچ ہے قابلِ فخر نہیں قابل فخر اور قابل شکر باقیات صالحات یعنی اعمال صالحہ ہیں جن کے مقابلہ میں ساری دنیا کی آرائش اور زیبائش ہیچ ہے دنیا تو خسیس ہے اگر نفیس کی خواہش ہے تو آخرت کی تیاری کریں اور آخرت کے لیے کوئی ذخیرہ اور خزینہ تیار کریں اور

www.ahlehaq.org

وہ خزانہ اعمال صالح کا ہے دیکھ لو کہ ابلیس تکبّر اور اپنی اصل پر غرور کی وجہ سے کیسا ذلیل وخوار ہو کر نکلا اور آخر میں فرمایا کہ قوم عاد اور ثمود کی بستیوں کو دیکھ لیں کہ تکبّر اور غرور کی وجہ سے کیسے ہلاک ہوئے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ متکبرین ایک حقیر اور فانی چیز پر فخر کر رہے ہیں حالانکہ ایک خسیس اور سریع الزوال چیز پر فخر کرنا نادانی ہے پھر قیامت کے ہولناک منظر کو بیان کیا کہ اس دنیا کے فناء وزوال کے بعد جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت ایمان اور عمل صالح کام آئے گا دنیا کی مال و دولت کچھ کام نہ آئے گی چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی آپؐ ان کافروں کیلئے جو اموال و اولاد پر فخر کرتے ہیں دنیاوی زندگی کی مثال بیان کر دیجئے کہ وہ کیسی ہری بھری معلوم ہوتی ہے اور پھر کیسی جلدی زائل اور فنا ہو جاتی ہے وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی کے ذریعہ سے گنجان روئیدگی حاصل ہوئی جس سے وہ زمین تروتازہ اور سرسبز وشاداب ہو گئی اور خوش نما معلوم ہونے لگی پھر آخر کار وہ خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئی جس کو ہوائیں اڑانے لگیں اور اللہ تعالیٰ ہر شئ پر قادر ہے وہی اپنی قدرت سے سبزہ اگاتا ہے اور پھر اسکو خشک کر کے ہوا میں اڑاتا ہے اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ اول اول سبزہ اور کھیتی کی مانند تروتازہ اور خوش نما معلوم ہوتی ہے اور خوب بہار دکھلاتی ہے پھر جس طرح چند روز کے بعد سبزہ سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور دائیں اور بائیں ہوائیں اس کو اڑا لے جاتی ہیں اسی طرح چند روز بعد یہ دنیا بھی فنا ہو جائے گی لہٰذا چند روزہ رونق اور بہار پر پھولنا اور اترانا عقل کا کام نہیں خوب سمجھ لو کہ جس خدا نے تم کو آل و اولاد کی زینت عطا کی ہے وہ اس کے فناء کرنے پر بھی قادر ہے مال اور بیٹے جن پر یہ کافر اتراتے ہیں اور فخر کرتے ہیں محض دنیاوی زندگی کی زینت ہیں زادِ آخرت نہیں اور ایسی چیز پر دل لگانا اور فخر کرنا جو چند روز کے بعد زائل ہو جائے اور آخرت میں کچھ کام نہ آئے عاقل کا کام نہیں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی کھیتی ہے اور اعمال صالحہ آخرت کی کھیتی ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں یعنی وہ اعمال صالحہ جو خالص اللہ کے لئے کئے گئے ہوں اور طمع اور غرض کا شائبہ اس میں نہ ہو وہ تیرے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے خوب تر ہیں اور باعتبار امید اور توقع کے بہتر ہیں یعنی اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھی جا سکتی ہے کیونکہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جو نیک عمل کرے گا وہ بہشت میں من مانی مراد پائے گا اس کے سوا تمام امیدیں موہوم ہیں اعمال صالحہ کا ثمرہ دائمی اور باقی ہے اور غیر اعمال صالحہ کا نتیجہ وقتی اور عارضی ہے۔

باقیات صالحات کی تفسیر میں سلف اور خلف سے مختلف اقوال منقول ہیں (قول اوّل) ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ باقی رہنے والی نیکیاں سبحان اللّٰہِ والحمد لِلّٰہ ولا اِلٰہ الا اللّٰہ واللّٰہُ اکبر ولاحول لا قوۃ اِلاّ باللّٰہ العلی العظیم۔ یہ کلمات ماثورہ ہیں۔ اور اسکی تائید مرفوع حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔

(قول دوم) باقیات صالحات سے نمازہائے پنجگانہ مراد ہیں۔

www.ahlehaq.org

(قول سوم) باقیات صالحات سے وہ تمام اعمال صالحہ مراد ہیں جنکے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جیسے کسی کو علم سکھایا جائے جو جاری رہے یا کوئی نیک رسم جاری کرے یا مسجد یا کنواں یا سرائے یا باغ یا کھیت خدا کے لیئے وقف کر جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح یا عالم باعمل چھوڑ جائے تو یہ سب صدقات جاریہ ہیں جنکا ثواب مرنے کے بعد بھی اسکو ملتا رہے گا اور یہی قول سب اقوال میں راجح اور صحیح ہے اور یہی قول سب سے اعم اور اشمل ہے جس میں نماز اور اعمال حج اور روزہ اور کلمات ماثورہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وغیرہ وغیرہ اور تمام پاکیزہ اقوال اور افعال جن کا ثمرہ آخرت کے لیے باقی رہے وہ سب باقیات صالحات میں داخل ہیں اور اسی قول کو امام طبریؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے اختیار فرمایا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ باقیات صالحات کی تلقین سے آخرت کی ترغیب مراد ہے کہ اسکے لیے تیاری کریں اب آئندہ آیات میں قیامت کے ہولناک واقعات سے آگاہ کرنے کیلیئے چند انواع کا ذکر فرمایا۔

(نوع اوّل) وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ اور اس دن کو یاد کرنا چاہیئے کہ جس دن ہم پہاڑوں کو انکی جگہوں سے ہٹا کر چلا دیں گے جن کا وجود اور بقاء لوگوں کی نظروں میں مستحکم ہے انکو روئی کے گالوں کی طرح اڑا دیں گے۔

(نوع دوم) وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً اور تو اس دن زمین کو کھلا ہوا چٹیل میدان دیکھے گا نہ اس پر کوئی پہاڑ ہو گا نہ درخت نہ مکان پوری طرح زمین قاع صفصف ہو گی یعنی برابر اور ہموار میدان ہو گی نہ اس میں اونچائی ہو گی نہ نچائی کسی چیز کا اس پر نام و نشان نہ ہو گا زمین کے مُردے اور اس کے خزینے اندر سے نکل کر سب باہر آجائیں گے غرض یہ کہ اس دن زمین صاف ہموار میدان بن جائے گی اور کوئی چیز زمین کے جوف (پیٹ) میں نہ رہے گی اس کا اندرونی جوف سب ظاہر ہو جائے گا۔

(نوع سوم) اور اس دن ہم سب لوگوں کو میدان حشر میں حساب و کتاب کے لیے جمع کریں گے پھر ہم اولین و آخرین میں سے بغیر جمع کیئے کسی کو نہیں چھوڑیں گے کہ وہاں نہ لایا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر نہ بھول چوک ممکن ہے نہ عجز ممکن ہے قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ

(نوع چہارم) وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا اور اس دن تمام اولین و آخرین حساب کے لیے تیرے پروردگار کے روبرو کھڑے کیئے جائیں گے یعنی اس دن تمام لوگ حساب کے لیے احکم الحاکمین کے روبرو کھڑے کیئے جائیں گے کما قال تعالیٰ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(نوع پنجم) لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ : پھر پیش ہونے کے بعد منکرین قیامت کو ملامت کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا البتہ تحقیق تم آج ہمارے حضور میں حاضر ہوئے ہو بے حشمت و وقار اور بے خدمت گار اور بے مال و منال اور بے کرتے پاجامے ننگے بے پروبال جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اب تو تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم کو یقین آگیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور وہ اموال و اولاد اور وہ باغات و مکانات جن پر تم فخر کیا کرتے تھے ان میں سے کوئی چیز اس وقت تمہارے پاس نہیں جس طرح پہلی مرتبہ تم ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے تھے اسی طرح پھر تم کو پیدا

www.ahlehaq.org

کیا گیا ہے تم کو چاہیئے تھا کہ پہلی ہی مرتبہ کی پیدائش دیکھ کر تم دوسری مرتبہ کی پیدائش کے قائل ہو جاتے مگر تم قائل نہ ہوئے بلکہ تم نے دنیا میں یہ گمان کیا کہ ہم تمہارے حساب کے لیئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے یعنی تم قیامت کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا دی حیات پر مغرور اور مفتون تھے اس لیئے تم نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور آخرت کے ماننے والوں پر طعن کیا اور انکو ذلیل وخوار جانا اور بے یار و مددگار سمجھ کر ان کو ستایا تمہارا سارا گھمنڈ ختم ہوا اب خالی ہاتھ آئے ہو اس وقت اللہ کے آگے ننگے پاؤں اور ننگے بدن اور غیر مختون محشور ہوتے ہو یعنی ختنہ کے وقت تمہارے بدن کی جو ذرا کھال کٹ گئی تھی وہ بھی واپس کر دی گئی۔ دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

(نوع ششم) وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا اور اس دن ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا پس تو اس دن مجرموں کو دیکھے گا کہ خوف سے ڈرنے والے اور کانپنے والے ہوں گے ان جرائم کی سزا کے ڈر سے جو ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو مگر سب کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے کراماً کاتبین نے ایک ایک ذرہ لکھ دیا ہے کوئی چیز چھوڑی نہیں یہ بات وہ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ کر کہیں گے۔

(نوع ہفتم) وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا: اور جو انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ سب اِس نامۂ اعمال میں لکھا ہوا موجود پائیں گے تاکہ ان پر حجت قائم ہو اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا نہ وہ کسی کو بے قصور پکڑتا ہے اور نہ کسی کی نیکی کو ضائع کرتا ہے اس وقت جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ سب تمہارے عمل کا پھل ہے ؎

گندم از گندم بروید جوز جو ∴ از مکافات عمل غافل مشو

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو ، سجدہ کرو آدم کو ، تو سجدہ کر

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ

پڑے مگر ابلیس تھا جن کی قسم سے سو نکل بھاگا

اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ

اپنے رب کے حکم سے سو اب تم ٹھہراتے ہو اسکو اور اسکی اولاد کو رفیق میرے سوا

www.ahlehaq.org

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ مَآ

اور وہ تمہارے دشمن ہیں برا ہاتھ لگا بے انصافوں کو بدلہ دکھا نہیں

اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ

لیا میں نے انکو بنانا آسمان وزمین کا اور نہ بنانا

اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ

ان کا اور میں وہ نہیں کہ پکڑوں بہکانے والوں کو بازو اور جس دن

يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ

فرمائے گا پکارو میرے شریکوں کو جو تم بتاتے تھے پھر پکاریں گے

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَاَ

پھر وہ جواب نہ دیں گے اور کر دیں گے ہم انکے بیچ مرنے کا اسباب اور دیکھیں گے

الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا

گنہگار آگ کو پھر اٹکلیں گے کہ اُن کو پڑنا ہے اس میں اور نہ پاویں گے

عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ ع ۝ ۱۹

اس سے راہ بدلنی ۞ اور پھیر پھیر سمجھائی ہم نے اس قرآن سے

لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ

لوگوں کو ہر ایک کہاوت اور ہے انسان سب چیز سے زیادہ

جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ

جھگڑنے کو اور لوگوں کو اٹکاؤ جو رہا اس سے کہ یقین لاویں جب پہنچی انکو

الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ

راہ کی سوجھ اور گناہ بخشواویں اپنے رب سے سو یہی کہ پہنچے ان پر رسم

www.ahlehaq.org

الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ

پہلوں کی ، یا آکھڑا ہو ان پر عذاب سامنے اور ہم جو رسول

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ

بھیجتے ہیں سو خوشی اور ڈر سنانے کو اور جھگڑے لاتے ہیں

كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ ۖ وَاتَّخَذُوْٓا

منکر جھوٹے جھگڑے ، کہ ڈگا دیں اس سے سچی بات اور ٹھہرایا ہے میرے

اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ

کلام کو ، اور جو ڈر سنائے ٹھٹھا اور کون ظالم اس سے جسکو سمجھایا اسکے

بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ

رب کے کلام سے ، پھر منہ پھیرا اسکی طرف سے اور بھول گیا جو آگے بھیج چکے ہیں اسکے ہاتھ

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ

ہم نے رکھی ہے ان کے دلوں پر اوٹ کہ اسکو نہ سمجھیں ، اور ان کے

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ

کانوں میں بوجھ اور جو تو ان کو بلاوے راہ پر ، تو ہرگز

يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ

نہ آویں راہ پر اس وقت کبھی اور تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے مہر رکھتا

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ

اگر ان کو پکڑے ان کے کیئے پر تو جلد ڈالے ان پر عذاب پر

لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِلًا ﴿۵۸﴾ وَ

اُن کا ایک وعدہ ہے کہیں نہ پاویں گے اس سے ورے سرکنے کو جگہ اور

www.ahlehaq.org

تِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

یہ سب بستیاں جن کو ہم نے کھپا دیا، جب ظالم ہوگئے اور رکھا تھا

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

انکے کھپنے کا ایک وعدہ

غرور اور تکبّر کا حال اور مآل

قال اللّٰہُ تعالیٰ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ... اِلیٰ ... وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا

(ربط) گذشتہ آیات میں اہل دولت کے غرور اور تکبر کا حال بیان کیا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ تمام خرابیوں کی جڑ یہی تکبّر ہے جس کا آغاز ابلیس لعین سے ہوا اور تواضع اور نیاز مندی اور حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا بھی تمام بھلائیوں اور خوبیوں کی جڑ ہے جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السّلام سے ہوا یہ تمہارے باپ کا طریقہ ہے لہذا تم کو چاہیئے کہ اپنے باپ آدمؑ کے طریقہ پر چلو پس خوب سمجھ لو کہ جو دولت مند کفر کرتے ہیں اور اپنے مال و دولت پر فخر کرتے ہیں اور فقراء مسلمین اور درویشان اسلام کو حقیر سمجھتے ہیں وہ سب ابلیس لعین کے مقتدی اور متبع ہیں جس طرح شیطان نے غرور کیا اور آدمؑ کو حقیر سمجھا اسی طرح یہ مال دار مشرک غریب مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہیں ابلیس کے انجام کو دیکھ لیں اور اپنے انجام کو سوچ لیں۔

(ربط دیگر) کہ انسان کی غفلت اور سرکشی کے دو سبب ہیں ایک تو دنیا کی مال و دولت (اس کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے) اور دوسرا سبب اغواء شیطانی ہے اس آیت میں اس کا ذِکر فرماتے ہیں اور بنی آدم کو ابلیس کی عداوت پر آگاہ فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا اور تمہارے باپ کا قدیمی دشمن ہے اس سے ڈرتے رہنا اور بچتے رہنا۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو کہ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو بطور تحیت و تکریم سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا اس نے آدمؑ کے شرف اور کرامت کو تسلیم نہ کیا اور اس نے اس لیئے سجدہ نہ کیا کہ وہ قوم جن سے تھا عنصر ناری کے غلبہ سے وہ علو اور تکبّر کی طرف مائل ہوا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا اور آدمؑ اور اسکی اولاد کا دشمن ہوگیا تو بنی آدم! جس کا یہ حال ہے کیا تم اسکو اور اسکی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے جانی دشمن ہیں اور میں نے تو اس لعین کو تمہارے باپ کی وجہ سے اپنی بارگاہ سے نکال باہر کیا پھر مجھے چھوڑ کر ایسے

www.ahlehaq.org

دشمن کو اور اسکی ذات کو کیوں اپنا دوست بناتے ہو ظالموں کے لیے یہ بہت ہی بُرا بدل ہے یعنی کیا یہ ظلم نہیں کہ جس ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین نے تم کو مکرم اور مشرف کیا اسے چھوڑ کر اس جدّی دشمن کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہو اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلیس کے بیوی بچے بھی ہیں اس لیے کہ ذریت بغیر جورو نہیں ہوتی اس قسم کے اقوال زیادہ تر مجاہدؒ اور شعبیؒ اور اعمشؒ سے منقول ہیں اور بعض مرفوع حدیثوں سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کو چھوڑ کر اپنے آبائی دشمن کو دوست بنانا بہت ہی بُرا بدل ہے۔

بقول دشمن پیمان دوست بشکستی ٭ ببیں کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی

اور ظاہر ہے کہ دوست کو چھوڑ کر آبائی دشمن کو اپنا دوست بنانا بڑا ہی ظلم ہے اب آئندہ آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ جن کو تم نے اپنا ولی اور متولی بنایا ہے وہ سب کے سب تمہاری طرح میرے بندے اور غلام ہیں کسی چیز کے مالک نہیں اس لیے کہ میں نے ان شیطانوں کو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت اپنی مدد اور مشورہ کے لیے حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود انکی پیدائش کے وقت انکو بلایا تھا کہ بلا کر ان سے پوچھا ہوتا کہ تم کو کیسا بنایا جائے مطلب یہ ہے کہ میں نے آسمان اور زمین اور تمام مخلوقات کو خود اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے انکی پیدائش میں میں نے کسی سے مدد نہیں لی اور نہ کسی سے صلاح اور مشورہ لیا اور اگر بفرض محال مدد بھی لیتا تو میں ان بدبخت اشقیاء گمراہ کرنے والوں کو قوّت بازو بنانے والا نہیں جنہیں جانتا ہوں کہ میری راہ سے بہکانے والے ہیں مطلب یہ ہے کہ کجا یہ شیاطین وکفار اور کجا آفرینش پروردگار قادر مطلق کو کسی کی مدد کی کیا ضرورت اور جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو اسکی حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی اس دن خدا تعالیٰ بالواسطہ فرشتوں کے مشرکوں سے کہے گا کہ جن کو تم اپنے زعم میں میرا شریک قرار دیتے تھے بلند آواز سے انکو اپنی امداد کے لیے پکارو تاکہ تمہارے زعم کے مطابق وہ تمہاری مدد اور سفارش کریں پس وہ انکو اپنی مدد کے لیے بلائیں گے سو وہ شرکاء انکی بات کا کوئی جواب بھی نہ دیں گے اور نہ انکی فریاد کو پہنچیں گے اور اس وقت ان گمراہوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بالکل عاجز ہیں اور انکو سفارش وغیرہ کا کوئی اختیار نہیں اور عیسیٰؑ جیسے مقبولان خداوندی بجائے سفارش کرنے کے ان کافروں سے اپنی براءت اور بیزاری کا اظہار فرمائیں گے کہ ہم ان گمراہوں کے فعل سے بالکل بے خبر ہیں اور نہ ہم انکے اس شرک پر راضی ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اہل محشر کے سامنے ان گمراہوں کو بطور ملامت وتوبیخ بہ حکم دے گا کہ جن کو تم شرکاء گمان کرتے تھے ان کو پکارو تاکہ تم کو اس عذاب سے چھڑوائیں اور تمہاری کچھ مدد کریں یہ لوگ پکاریں گے اور جواب نہ پائیں گے تو خوار اور ناامید ہو کر رہ جائیں گے اور پھر ہم ان عابدوں اور معبودوں کے درمیان ایک مہلک آڑ حائل کر دیں گے جس سے انکے درمیان تفرقہ پڑ جائے گا اور ایک فریق دوسرے فریق سے مل نہ سکے گا اور نہ اس کے پاس

www.ahlehaq.org

جاسکے گا کام آنا تو درکنار درمیان میں ایک عظیم خندق حائل ہوگی اور مَوْبِق کے معنی جائے ہلاکت کے ہیں اس سے مراد آگ کی خندق ہے یا جہنم کی کسی وادی کا نام ہے جب درمیان میں یہ آڑ حائل ہو جائے گی تو انکی امداد سے بالکل مایوسی ہو جائے گی اور بجائے مدد اور شفاعت کے کافروں کو یہ موبق نظر آئے گی جو جہنم کی راہ ہے اور اس وقت مجرم لوگ دور سے آگ کو دیکھیں گے تو دیکھتے ہی یقین کر لیں گے کہ وہ ضرور اس آگ میں گرنے والے ہیں اور اس سے ہٹنے اور بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے کیونکہ وہ آگ انکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہو گی اور ہر طرف سے فرشتوں کا پہرہ ہو گا یہ اس واسطے فرمایا کہ جن کو وہ خدا کا شریک ٹھہراتے تھے وہ ایسے عاجز ہیں کہ اس مصیبت کے وقت میں انکی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے اور مسند احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر جہنم کو چالیس سال کی مسافت میں دیکھے گا مطلب یہ ہے کہ شاید اس آگ کو دیکھنے سے پہلے معافی کی کچھ امید ہو لیکن اس آگ کو دیکھنے کے بعد یقین کامل ہو جائیگا کہ ہمیں اس میں گرنا ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں اب اس کے بعد قرآنِ کریم کی جامعیت کو بیان فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لیے ہر قسم کی مثال تفصیل کے ساتھ بار بار بیان کر دی ہے تاکہ لوگ راہِ حق سے نہ بھٹکیں مگر باوجود اس تفصیل اور واضح بیان کے لوگ حق سے جھگڑا لگاتے ہیں اور ہے انسان جھگڑنے میں سب سے بڑھ کر انسان کی فطرت اور جبلت میں مجادلہ اور مخاصمہ ایسا مرکوز ہے کہ حق کے مقابلہ میں مجادلہ کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور یہ جدال کبھی تو ایمانیات اور اعتقادیات میں ہوتا ہے مثلاً توحید اور رسالت کے بارہ میں یا قیامت کے بارہ میں مجادلہ کرے تو یہ کفر ہے اور کبھی عبادات اور اعمال صالحہ میں ہوتا ہے تو یہ جدال معصیت یعنی گناہ ہے مثلاً کوئی شخص ایمانیات یعنی توحید و رسالت میں تو نہیں جھگڑا کرتا مگر کسی حق بات میں اور عمل کے بارہ میں جھگڑا کرتا ہے تو یہ جدال کفر نہ ہو گا بلکہ معصیت اور گناہ ہو گا اور کبھی یہ جدال قربات اور مستحبات میں ہوتا ہے تو یہ جدال بے ادبی ہے مثلاً صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت انکے اور فاطمۃ الزہرا رضؓ کے پاس آئے تو فرمایا کہ تم دونوں نماز کیوں نہیں پڑھتے (یعنی صلاۃ اللیل اور رات کے نوافل کیوں نہیں پڑھتے) علی رضؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے نفوس یعنی ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ ہم کو رات کو نماز کے لیئے اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے جب میں نے یہ جواب دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پشت پھیر کر واپس ہوئے اور مجھ سے کچھ نہیں کہا اور اپنے رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا: یعنی انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا یہ جواب طاعات اور قربات یعنی مستحبات میں مجادلہ تھا کہ اپنی غفلت کی پردہ پوشی کے لیے خدا کی قدرت اور اس کی قضاء و قدر کو بہانہ بنایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

www.ahlehaq.org

نے اس آیت کی تلاوت سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ علیؓ کا یہ جواب درحقیقت ایک نوع کا مجادلہ ہے جو خلاف ادب ہے اور عملاً بے رخی اور بے التفاتی برتی تاکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہو جاتے اور جب لوگوں کے پاس ہدایت قرآنی آپہنچی تو انکو اس ہدایت ایمانی پر ایمان لانے اور اس کے قبول کرنے سے اور اپنی سابقہ ضلالت سے توبہ اور استغفار کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر یہ بات مانع ہوئی کہ انکو اس بات کا انتظار اور طلب ہے کہ ان پر بھی وہی سنت الٰہی جاری ہو کہ جو گزشتہ جدال اور مقابلہ کرنے والوں پر جاری ہوئی تھی یا اس بات کے منتظر ہیں کہ عذاب الٰہی انکے سامنے آکھڑا ہو حاصل یہ کہ ان مجادلین اور معاندین پر یہ امر بخوبی منکشف ہو گیا ہے کہ قرآن حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں جدال اور عناد کے عادی ہیں یہ لوگ ایمان لانے والے اور حق کے ماننے والے نہیں بلکہ اس کے منتظر ہیں کہ اگلے مجادلین کی طرح ہلاک کیئے جائیں یا عذاب الٰہی انکی آنکھوں کے سامنے آجائے تب مانیں حالانکہ اس وقت کا ماننا قابل قبول نہیں اور نہ مفید ہے اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر صرف اہل ایمان کو بشارت دینے کے لیے اور اہل ضلالت کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیئے ان پر یہ لازم نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کو حق منوالیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ بے ہودہ اور مہمل باتوں کے ذریعے جھگڑتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے حق کو پھسلا دیں اور لڑکھڑا دیں یعنی اس قسم کی مہمل اور بیہودہ باتوں سے مجادلین کی یہ غرض ہوتی ہے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنادیں اور ان لوگوں نے بنالیا ہے میری آیات کو اور اس عذاب کو جن سے انکو ڈرایا گیا مضحکہ یعنی اسکو مذاق اور ٹھٹھا بنالیا ہے یعنی ان لوگوں نے آیات الٰہیہ کو اور مواعید خداوندی کو مضحکہ بنالیا ہے اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جسکو اس کے پروردگار کے کلام سے نصیحت کی گئی اور اسکو ہوشیار کر دیا گیا پھر اس نے انکی طرف سے منہ موڑا اور فراموش کر دیا جو اسکے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے یعنی اپنے گناہوں اور بدکاریوں کے انجام کو بھول گیا اور یہ نہ سوچا کہ جو کفر اور گناہ اپنے ہاتھوں سے کرکے آگے بھیج رہا ہوں اس کا نتیجہ کیا ہو گا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے خود اپنے ہاتھوں اپنے نفس پر ظلم کر کے اسکو تباہ اور برباد کر ڈالا اور ہر چند کہ اسکو آیات خداوندی سے نصیحت کی گئی مگر ایک نہ سُنی اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ تحقیق ہم نے ایسے مجادلین اور معاندین کے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ قرآنی ہدایت کو نہ سمجھ سکیں اور انکے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے تاکہ حق کو نہ سن سکیں اور اے نبیؐ اگر آپ انکو راہِ راست کی طرف بلائیں تو ایسی حالت میں وہ کبھی بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی سب اللہ تعالیٰ ہی کیطرف سے ہے مگر اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں بندہ کو چاہیئے کہ اللہ کے حکم پر چلے رہا یہ امر کہ اللہ کے علم میں کیا ہے سو اس کا علم کسی کو نہیں بندہ کو حکم یہ ہے کہ کسب معاش کے لیے تجارت کرے یا زراعت کرے باقی اس تحقیق میں پڑنا کہ بندہ کے مقدر میں کتنا رزق لکھا ہے یہ جہالت اور حماقت ہے اور اے نبی تیرا پروردگار بڑا

www.ahlehaq.org

بخشنے والا ہے خداوند رحمت ہے اس لیئے وہ ان مجادلین اور معاندین اور مجرمین پر بالفعل اور فی الفور عذاب نازل نہیں کرتا اگر وہ انکو ان کے اعمال پر پکڑنے لگے تو انکی بداعمالیوں کا مقتضی یہ ہے کہ دنیا ہی میں ان پر جلد عذاب نازل کرے مگر وہ ایسا نہیں کرتا وہ بڑا حلیم اور کریم ہے عذاب میں جلدی نہیں کرتا بلکہ انکی سزا کے لیے ایک وقت مقرر ہے یعنی روز قیامت جس سے چارہ اور مفر نہیں ہرگز نہ پاویں گے اس وعدہ سے پناہ اور بھاگنے کی جگہ کہ اس کے آنے سے پہلے ہی کہیں جا چھپیں اور اس سے محفوظ ہو جائیں اور یہ اجڑی ہوئی بستیاں تمہارے سامنے ہیں یعنی قوم عاد اور قوم ثمود اور قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں تمہارے سامنے ہیں ہم نے انکو ہلاک کر دیا جب انہوں نے کفر اور شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ہم نے انکی ہلاکت کے لیئے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔ ایک لمحہ اور ایک لحظ کا بھی فرق نہ ہوا اسی طرح آپؐ کے زمانہ کے سرکشوں اور جدال کرنے والوں کے لیے بھی علم الٰہی میں ایک وقت مقرر ہے یہ لوگ بھی اپنے وقت پر ہلاک ہوں گے آپؐ تسلی رکھیئے اور انکی تکذیب اور جدال کی پرواہ نہ کیجیئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان آیات میں ابلیس کا غرور اور تکبر کی وجہ سے خراب اور برباد ہونا بیان کیا اب آگے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں جانتے تواضع کا انجام بہتر ہے اور تکبر کا انجام بُرا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى

اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک

اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک یا چلتا جاؤں قرنوں

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ

پھر جب پہنچے دونوں دو دریا کے ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی، پھر اس نے

سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ

اپنی راہ لی دریا میں سرنگ بنا کر پھر جب آگے چلے کہا موسیٰؑ نے اپنے

اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

جوان کو لا ہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے پائی ہے اپنے اس سفر میں تکلیف

www.ahlehaq.org

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ

بولا وہ دیکھا تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر پاس، سو میں بھول گیا

الْحُوْتَ ۚ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ

مچھلی اور یہ مجھ کو بھلایا شیطان ہی نے کہ اسکا مذکور کروں

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا

اور وہ کر گئی اپنی راہ دریا میں عجب طرح کہا یہی ہے جو ہم چاہتے

نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا

تھے پھر الٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے پھر پایا ایک بندہ

مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ

ہمارے بندوں میں کا جسکو دی تھی ہم نے اپنی مہر اپنے پاس سے اور سکھایا تھا

مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ

اپنے پاس سے ایک علم کہا اسکو موسیٰؑ نے کہے تو تیرے ساتھ

عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ

رہوں اس پر کہ مجھ کو سکھاوے کچھ جو تجھ کو سکھائی ہے بھلی راہ بولا تو نہ سکے گا

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا

میرے ساتھ ٹھہرنا اور کیونکر ٹھہرے دیکھ کر ایک چیز

لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کو جو تیرے قابو میں نہیں اسکی سمجھ؟ کہا تو پاوے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو

صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ

ٹھہرنے والا، اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم بولا پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے

www.ahlehaq.org

فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ

تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اسکا

ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ۚ وقفة حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ

مذکور پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے ناؤ میں اس کو پھاڑ ڈالا

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾

موسیٰؑ بولا تونے اسکو پھاڑ ڈالا کہ ڈبا دے اسکے لوگوں کو تونے کی ایک چیز انوکھی

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ

بولا میں نے نہ کہا تھا تو نہ سکے گا میرے ساتھ ٹھہرنا کہا

لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ

مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر اور نہ ڈال مجھ پر میرا کام

عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ۫ وقفة حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ

مشکل پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ملے ایک لڑکے سے اسکو مار ڈالا موسیٰؑ بولا تونے

نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

مار ڈالی ایک جان ستھری بن بدلے کسی جان کے تونے کی ایک چیز نامعقول

قصہ حضرت موسیٰ با خضر علیہما السلام

قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ اِلٰى لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ؕ

(ربط) چونکہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کے لیے روح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جو سوالات کیے تھے وہ یہود کے بتلانے اور سمجھانے سے کیے تھے کہ اگر آنحضرتؐ ان باتوں کا جواب دے دیں تو جانو کہ وہ نبی ہیں ورنہ نہیں اس لیے یہود کے سنانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں تاکہ معلوم کریں کہ نبی کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس کو سب چیزیں معلوم ہوں اور

www.ahlehaq.org

وہ تمام اخبار اور قصص کا عالم ہو بلکہ نبوت کے لیے وحی اور علوم ہدایت کی معرفت ضروری ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السّلام باوجود کلیم ہونے کے ان علوم سے واقف نہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السّلام کو عطا کیے تھے اس لیے حضرت موسیٰؑ نے خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لیے سفر کیا تاکہ وہ ان سے علوم حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے خاص انکو عطا کیے ہیں معلوم ہوا کہ نبی اور رسول کے لیے تمام علوم کا عالم ہونا اور تمام واقعات اور قصص سے باخبر ہونا اور ہر قسم کے علم سے واقف ہونا ضروری نہیں البتہ نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان علوم ہدایت سے پوری طرح باخبر ہو جنکو رضائے خداوندی اور قرب خداوندی اور امت کی اصلاح اور تربیت میں دخل ہو اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو جو علم دیا وہ اس قسم کا نہ تھا بلکہ دوسری قسم کا تھا اس قسم کے علوم میں خضر علیہ السّلام موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے مگر عند اللہ افضلیّت اور تقرب کا دارو مدار علوم ہدایت اور علوم شریعت پر ہے ان علوم میں موسیٰ علیہ السلام سب سے اعلیٰ اور افضل اور سب سے بالا اور برتر تھے ان علوم میں روئے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

موسیٰ علیہ السّلام ایک بار بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا "میں" مطلب یہ تھا کہ جن علوم کو ہدایت اور قرب الٰہی کے حصول میں دخل ہے ان علوم میں کوئی میرے برابر نہیں اور یہ کلام باعتبار معنی اور مقصود کے صحیح تھا کیونکہ آپؑ اللہ کے اولوالعزم رسول تھے اور کلیم اللہ تھے اور صاحب تورات تھے اور صاحب معجزات عظیمہ تھے اس وقت روئے زمین پر آپؑ سے بڑھ کر کسی کو علوم ہدایت کی معرفت حاصل نہ تھی مگر لفظ ظاہراً مطلق تھا مقام رسالت کے مناسب یہ تھا کہ علی الاطلاق اپنے کو سب سے بڑا عالم نہ کہتے سب سے زیادہ علم کی نسبت خداوند ذوالجلال کی طرف مناسب تھی مقربین کی ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی بات پر بھی باز پرس ہو جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے برگزیدہ بندے کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دی جائے موسیٰ علیہ السلام کا جواب اگرچہ باعتبار معنی اور مقصود کے صحیح تھا لیکن حق تعالیٰ کو یہ الفاظ پسند نہ آئے اسلیئے کہ جواب کے ظاہری عموم اور اطلاق سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجوہ موسیٰؑ اعلم الناس ہیں اسلیئے بغرض تادیب وتنبیہ یہ ارشاد ہوا کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے مطلب یہ تھا کہ بعض علوم میں وہ تم سے زیادہ ہے گو ان علوم کو قرب الٰہی اور رضائے خداوندی کے حصول میں دخل نہ ہو لہٰذا سائل کے جواب میں اپنے کو مطلقاً اعلم الناس کہنا مناسب نہ تھا بلکہ مناسب یہ تھا کہ جواب کو خدا تعالیٰ کے علم محیط پر محوّل کرتے اور کہتے کہ اللہ اعلم کہ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اللہ کے بہت سے مقبول اور مقرب بندے ہیں سب کی خبر اسکو ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ اس نے اپنے خزانہ غیب میں سے کس کو کون سا علم عطا کیا ہے فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔

حق جل شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سہو اور نسیان پر متنبہ فرمایا اور خضرؑ کے پاس جانے کا حکم دیا موسیٰ علیہ السلام اس ارشاد خداوندی کو سن کر ان سے ملنے کے مشتاق ہوئے اور پوچھا کہ ان سے

www.ahlehaq.org

ملنے کی کیا صورت ہے ارشاد ہوا کہ مجمع البحرین یعنی روم اور فارس کے دو سمندر آپس میں ملتے ہیں وہاں پتھر کے پاس میرا ایک نیک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے ہم نے اسکو ایک خاص علم دیا ہے جا کر اس سے ملو اور ناشتہ کے لیے ایک مچھلی تل کر اپنے زنبیل میں رکھ لو اور روانہ ہو جاؤ جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہیں تم کو ہمارا وہ بندہ ملے گا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی بھنوا کر زنبیل میں رکھ لی اور یوشع بن نون کو اپنے ساتھ لے کر مجمع البحرین روانہ ہوئے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان خادم سے جس کا نام یوشع بن نون تھا یہ کہا کہ میں اس سفر میں برابر چلتا رہوں گا یہاں تک کہ میں اس مقام پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں یا طلب مطلوب میں مدتوں چلتا رہوں یعنی جب تک خدا کے اس نیک بندہ سے ملاقات نہ ہو گی میں سفر سے منہ نہ موڑوں گا۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ⁘ یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

چنانچہ بھنی ہوئی مچھلی ساتھ لے کر دونوں سفر کے لیے روانہ ہوئے پس جب یہ دونوں ان دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے تو اپنی مچھلی وہیں بھول گئے پس وہاں پہنچ کر وہ مچھلی باذن الٰہی زندہ ہو گئی اور دریا میں جا داخل ہوئی اور اس نے دریا میں ایک سرنگ کی طرح راہ بنالی جہاں مچھلی جاتی وہاں دریا کا پانی دونوں طرف سے کھڑا ہو جاتا اور بیچ میں ایک طاق سا بن جاتا جب یہ دونوں حضرات مجمع البحرین پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تو سو گئے اور یوشع بن نونؑ جاگتے رہے وہاں ایک چشمہ تھا یوشع بن نون اس چشمہ سے وضو کرنے لگے انکے ہاتھ سے ایک دو قطرہ پانی کا اس بھنی ہوئی مچھلی پر ٹپک پڑا اس سے وہ مچھلی فوراً زندہ ہو گئی یا کسی طرح سے وہ مچھلی باذن اللہ زندہ ہو گئی۔ واللہ اعلم

(تفصیل کے لیے فتح الباری کتاب الانبیاء دیکھیے۔)

اور دریا میں چلی گئی اور پانی میں جا کر بیٹھ گئی اور وہاں اس کے لیے مثل روشندان کے ایک طاق بن گیا۔

یوشع بن نون علیہ السلام کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور قصد کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام جاگیں گے تب ان سے اسکا ذکر کروں گا مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جاگے تو یوشع علیہ السلام اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے اور دونوں حضرات وہاں سے آگے چل کھڑے ہوئے۔

پھر جب دونوں وہاں سے آگے بڑھے اور چلتے چلتے دور نکل گئے تو اگلے روز دن چڑھے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یوشع بن نون سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ تحقیق ہم سفر کی اس منزل میں تعب اور مشقت کو پہنچے ہیں یعنی تھک گئے ہیں۔ مجمع البحرین تک موسیٰ علیہ السلام کو تھکن نہیں ہوئی جب منزل مقصود سے آگے بڑھے تب تھکن محسوس ہوئی اور بھوک بھی لگی اور کھانا طلب کیا دیکھا تو مچھلی ندارد ہے اس وقت یوشع بن نونؑ کو مچھلی کا حال یاد آیا اور بولے کہ بھلا آپ کو معلوم بھی ہے کہ جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے اور آپ تو وہاں سو گئے تھے اور مچھلی یکایک زندہ ہو کر دریا میں داخل ہو گئی

www.ahlehaq.org

اور اس کے لیے ایک طاق سا بن گیا اور میرا ارادہ یہ تھا کہ جب آپ بیدار ہوں گے تو آپ سے اس واقعہ کا ذکر کروں گا مگر جب آپ بیدار ہوئے تو تحقیق میں آپ سے اس مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور یہ پتھر جس کے پاس جاکر ٹھہرے تھے مجمع البحرین پر تھا اور یہی مقام انکی منزل مطلوب و مقصود تھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کو بتلا دیا تھا کہ خضرؑ کے ملنے کی جگہ کی نشانی یہ ہے کہ جہاں وہ مچھلی زندہ ہو جائے تو مجھے مطلع کرنا لیکن بایں ہمہ یوشع بن نون اسکا ذکر کرنا بھول گئے اور کہا کہ مجھے شیطان نے بھلا دیا کہ میں اس واقعہ کا آپ سے ذکر کرتا نہ معلوم کمبخت شیطان نے مجھ کو کس دھیان میں لگا دیا کہ میں آپ سے اس عجیب و غریب واقعہ کا ذِکر کرنا بھول گیا عین منزل مقصود پر پہنچ کر اصل مقصود سے ذھول اور غفلت شیطان ہی کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے جس نے قدرت الٰہی کے ایسے کرشمہ کو بھلا دیا ورنہ یہ عجیب و غریب کرشمۂ قدرت بھولنے کے لائق نہ تھا بظاہر سفر کی جلدی کے بارے اس کا ذکر کرنا بھول گئے یوشع بن نون نے اپنی اس سہو و نسیان کو تواضعًا شیطان کی طرف منسوب کیا شیطان کا اصل زور تو اس کے دوستوں ہی پر چلتا ہے کما قال تعالیٰ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ لیکن بھول چوک اور وسوسہ شیطانی کبھی کبھی خدا کے نیک بندوں کو بھی پیش آجاتی ہے کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ مگر یہ بھول چوک عبادِ صالحین کے حق میں مضر نہیں ہوتی بلکہ ان کے حق میں مزید ترقی مدارج کا سبب بن جاتی ہے جیسا کہ یہاں سفر کی مزید مشقت سے انکو زیادہ عروج ہوا اور مظہر کرامت بنے کہ بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئی .

خلاصۂ کلام یہ کہ جب موسیٰ علیہ السّلام نے یوشع بن نون سے کھانا طلب کیا تو دیکھا کہ مچھلی ندارد ہے تو یوشع بن نون نے معذرت کی اور عرض کیا کہ جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو مچھلی وہیں مفقود ہو گئی تھی اور میں آپ سے اس قِصّہ کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور وہ قِصّہ یہ ہوا کہ اس مچھلی نے زندہ ہونے کے بعد دریا میں عجیب طرح سے راستہ بنا لیا ایک عجیب بات تو یہ ہوئی کہ بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئی اور دوسری عجیب بات یہ ہوئی کہ وہ زندہ ہو کر دریا میں سرنگ بناتی چلی گئی اور پانی میں جاکر بیٹھ گئی وہاں طاق سا کھلا رہ گیا موسیٰ علیہ السلام نے یہ قصہ سن کر فرمایا یہی تو وہ مقام ہے جس کی ہم تلاش اور جستجو میں تھے اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندہ کا یہی پتہ بتایا تھا کہ جہاں مچھلی گم ہو جائے وہیں اس سے ملاقات ہو گی اس لیے ہم کو پھر اسی جگہ واپس لوٹنا چاہیئے پس لوٹ پڑے دونوں اپنے نشان قدم پر کھوج لگاتے ہوئے اور پھر اسی پتھر کے پاس واپس آگئے جہاں مچھلی بھولے تھے سو وہاں پہنچ کر ان دونوں نے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفیق یوشع بن نون نے ہمارے بندوں میں سے ایک خاص بندہ کو پایا یہ بندۂ خدا وہی خضرؑ ہیں جن کی ملاقات کے لیئے یہ سفر کیا اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اس خاص بندہ کے دو وصف بیان کیئے .

(اوّل) اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یعنی ہم نے اسکو اپنی خاص رحمت اور خاص عنایت سے سرفراز کیا تھا بعض کہتے ہیں کہ رحمت سے نبوت اور ہدایت مراد ہے اور جمہور مفسرین کے نزدیک رحمت سے

www.ahlehaq.org

ولایت اور مقبولیّت مراد ہے اور لفظ رحمت مجمل ہے جس میں دونوں معنی کا احتمال ہے اس لیئے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام ولی تھے نبی نہ تھے۔

(دوسرا وصف) اللہ تعالیٰ نے انکا یہ بیان فرمایا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا: اور انکو ہم نے اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا جو نظر و فکر سے حاصل نہیں ہو سکتا ہم نے اپنے پاس سے ان کو باطنی علم سکھایا وہ علم ہمارے ساتھ خاص ہے بغیر ہمارے سکھائے کوئی اس علم کو نہیں جان سکتا صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ایسے ہی علم کو علم لدنی کہتے ہیں جس میں اسباب ظاہری کا دخل اور واسطہ نہ ہو اور عالم غیب سے براہ راست علم اس کے قلب میں داخل ہو ملائکہ پر جو منجانب اللہ علوم فائض ہوتے ہیں وہ اسی قسم کے ہوتے ہیں قلب میں عام طور پر جو علم داخل ہوتا ہے وہ حواس ظاہری کے دروازوں سے داخل ہوتا ہے ایسے علم کو علم حصُولی اور علم اکتسابی کہتے ہیں اور جب کسی کے قلب میں کوئی دروازہ عالم ملکوت کی طرف کھل جائے اور بلا ان ظاہری دروازوں کے کوئی علم قلب میں پہنچ جائے تو ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جو علم قلب کے باہر کے دروازہ سے داخل اور حاصل ہو وہ علم حصولی ہے اور جو علم قلب کے اندر کسی باطنی دروازہ سے آئے وہ "علم لدنی" اور "علم وہبی" اور "علم حضوری" کہلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو اسرار غیبی اور باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم عطا فرمایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو احکام شریعت کا علم عطا فرمایا تھا

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو خضر علیہ السّلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا انی علیٰ علم من علم اللّٰہ علمنیہ لا تعلمہ وانت علیٰ علم من علم اللّٰہ علمکہ اللّٰہ لا اعلمہ یعنی مجھے اللہ کی طرف سے ایک خاص علم ملا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص مجھ کو عطا کیا ہے (جس کا تعلق اسرار کونیہ اور جزئیات غیبیہ سے ہے یہ علم مجھ کو ایک خاص مقدار میں ملا ہے تم اسکو نہیں جانتے اور تم کو منجانب اللہ ایک خاص علم ملا ہے جس کا تعلق اسرار شریعت اور احکام ہدایت اور اصلاح امت سے ہے یہ علم اللہ نے خاص تم کو سکھایا ہے میں اس علم کو نہیں جانتا مطلب یہ ہے کہ میرا علم اور تمہارا علم دو مختلف قسمیں ہیں دونوں یکجا جمع نہیں ہو سکتیں اس لیے تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے اور وہاں ایک چڑیا دکھائی دی کہ دریا میں سے پانی پیتی تھی تو خضرؑ نے کہا کہ میرا اور تمہارا اور ساری مخلوقات کا علم اللہ کے سامنے ایسا ہے جیسے دریا میں سے چڑیا کے منہ میں ایک قطرہ آ لگا ہے اور یہ بھی محض تفہیم کے لیئے تھا ورنہ درحقیقت یہ نسبت بھی نہیں اس لیے کہ ساری دنیا کا علم بھی متناہی ہے اور اسکو خدا تعالیٰ کے غیر متناہی علم سے کیا نسبت خدا تعالیٰ کے دریائے علم کی کوئی حد اور انتہا نہیں جس کو جو علم ملا وہ اس کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور ایک قطرۂ آب پر ناز کرنا مناسب نہیں اس دریا پر نظر کرو جہاں سے یہ قطرہ ملا ہے خضر علیہ السلام کی اس بے مثال تمثیل وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کی خوب تفسیر ہو گئی اور مشرکین مکّہ نے جو اہل کتاب کے مشورہ سے آپ کے امتحان کے لیے تین سوال

www.ahlehaq.org

کیئے تھے انکے ساتھ اس قصّہ کا ربط خوب ظاہر ہوگیا کہ نبی کے لیے تمام علوم کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے

موسیٰ علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر انکو سلام کیا بعدازاں موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کا اتباع کروں اس شرط پر یا اس امید پر کہ جو خبر اور بھلائی کی باتیں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی گئی ہیں ان میں سے آپ کچھ مجھ کو بھی تعلیم کریں موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت نبی اور رسول تھے علوم شریعت سے پورے واقف اور باخبر تھے لیکن جو علم خضر علیہ السلام کو دیا گیا تھا اس علم کا تعلق شریعت سے نہ تھا بلکہ اس کا تعلق اسرار کونیہ اور امور باطنیہ سے تھا اور ایسے علم کا جس کا تعلق شریعت اور احکام خداوندی سے نہ ہو نبی کا غیر نبی سے ایسے علم کا سیکھنا نبوت کے منافی نہیں اور حدیث انتم اعلم بامورِ دنیاکم اس کی مؤید ہے معلوم ہوا کہ صاحب شریعت پیغمبر کا کسی غیر نبی سے ایسے امور کو سیکھنا کہ جن کا اصول دین اور فروع دین سے کوئی تعلّق نہ ہو شان نبوت کے منافی نہیں۔

خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰؑ تم میرے ساتھ رہ کر میری باتوں پر صبر نہیں کر سکو گے کیونکہ تم شریعت کے پابند ہو اور احکام شریعت کا دارومدار ظاہر پر ہے اور مجھ سے ایسے امور صادر اور سرزد ہوں گے کہ جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوں گے اور ان کے اصل راز اور اندرونی حقیقت کی آپ کو خبر نہ ہو گی آپ انکو دیکھ کر حیران ہوں گے آپ کی نظر صرف ظاہر پر ہو گی اور اس شئے کی باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا آپ کو علم نہ ہو گا اس لیئے آپ ایسے امور کو دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے میں جانتا ہوں کہ آپ میری باتوں کا انکار کریں گے اور آپ اس انکار میں بلاشبہ معذور ہوں گے اس لیے کہ از روئے شریعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے اور آپ نبی ہیں اور نبی سے امور منکرہ پر صبر نہیں ہو سکتا لیکن میں بھی ان امور کے کرنے میں معذور ہوں گا اس لیے کہ میں منجانب اللہؑ اس کا مامور ہوں گا اور من جانب اللہؑ میں اسکی باطنی حکمت و مصلحت پر مطلع ہوں گا اور آپ ان مصالح سے آگاہ نہ ہوں گے اس لیے آپ میری باتوں پر صبر نہ کر سکیں گے بہرحال آپ کے لیے میری باتوں پر صبر کرنا اور سکوت اور خاموشی اختیار کرنا بہت دشوار ہو گا اور اگر سوالات اور مؤاخذہ اور روک ٹوک کا سلسلہ جاری رہا تو تعلیم و تعلم کا سلسلہ کیسے جاری رہ سکے گا اور بے شک آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جو آپ کے احاطۂ علم سے باہر ہو آپ کی نظر اس امر کی ظاہری قباحت پر تو ہو گی مگر اس کے باطنی محاسن آپ کے علم سے پوشیدہ ہوں گے موسیٰ علیہ السّلام نے جواب میں کہا کہ اگرچہ میں ظاہر شریعت کا مکلّف ہوں باطن سے مجھے کوئی سروکار نہیں لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی مخالفت نہ کروں گا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور حتی الوسع میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جو امر آپ سے صادر ہو گا اگرچہ وہ بظاہر میری نظر میں قبیح ہو گا مگر درحقیقت قبیح نہ ہو گا اسلیئے کہ جب اللہ رب العالمین نے آپکی معیّت اور مصاحبت کا حکم دیا ہے تو یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے

www.ahlehaq.org

کہ آپ کا جو کام ہوگا وہ عین منشاءِ خداوندی ہوگا اس لیے میں انشاء اللہ حتی الوسع اس پر صبر کروں گا صبر کا وعدہ فرمایا اور تبرک کے لیے انشاء اللہ کی قید لگا دی جیسا کہ انبیاء کی سنت ہے کما قال تعالیٰ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ موسیٰ علیہ السلام نے بطور تبرک اور بطریق توکل انشاء اللہ کہا کہ بندہ کا فعل خواہ صبر ہو اور خواہ شکر ہو سب اللہ کی مشیّت پر موقوف ہے بندہ اپنے کسی قول اور فعل اور عمل میں مستقل نہیں لَاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم.

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سارا کلام درحقیقت حضرت خضر علیہ السلام کے اس قول اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا کا جواب تھا اہل فہم حضرات موسیٰ علیہ السّلام کے اس جواب باصواب پر غور فرمائیں کہ جس کے ہر لفظ اور ہر حرف سے ادب اور تواضع ٹپک رہی ہے۔

(اول) هَلْ اَتَّبِعُکَ سے اتباع کی اجازت چاہی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے آپکو آپکے تابع کر دوں۔

(دوم) عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ سے اقرار کیا کہ آپ عالم اور معلم ہیں اور میں آپکا متعلم بننا چاہتا ہوں۔

(سوم) مِمَّا عُلِّمْتَ کہہ کر حضرت خضرؑ سے بعض علم کی درخواست کی کہ آپ اپنے علم میں سے کچھ حصّہ اور اس کا کوئی جز مجھ کو مرحمت فرمائیں مطلب یہ تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ علم میں آپ کے برابر ہو جاؤں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ جو علم آپ کو حاصل ہے اس میں سے کوئی جز مجھے عطا فرمائیں۔

(چہارم) یہ کہ عُلِّمْتَ سے اس بات کا اقرار کیا کہ یہ علم آپ کو من جانب اللہ ملا ہے۔

(پنجم) لفظ رُشْدًا سے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ علم رشد و ہدایت ہے اس رشد میں سے کچھ عطا کیئے جانے کی درخواست کی۔

(ششم) سَتَجِدُنِیْٓ اِنْشَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا یعنی انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔

(ہفتم) وَلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا یعنی آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم کی درخواست کی تو خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ! کیا تمہیں توریت کا علم کافی نہیں موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اللہ کے حکم سے حاضر ہوا ہوں اس پر خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اس بات کا خیال رکھنا کہ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود تم کو اسکے حال سے آگاہ کر دوں مطلب یہ ہے کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو شرط یہ ہے کہ مجھ سے کچھ نہ پوچھنا اور نہ مجھ پر اعتراض کرنا کہ یہ کیوں کیا یا ایسا کیوں کیا یہاں تک کہ میں خود تم سے اس کا ذکر کر دوں

(تفسیر سراج منیر ص۲۲۱ ج۲)

اب آئندہ آیات میں اللہ تعالیٰ ان وقائع کو بیان کرتے ہیں جو اس کے بعد موسےٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے درمیان پیش آئے پس ان شرائط کے تسلیم کر لینے کے بعد موسیٰؑ خضر علیہ السلام کے ساتھ ہو لیے اور آگے روانہ ہوئے ظاہر یہ ہے کہ یوشع بن نون بھی ساتھ تھے کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے

www.ahlehaq.org

اس لیے اصل متبوع یعنی موسیٰ علیہ السّلام کا ذکر کر دیا اور تابع (یوشع بن نون) کا ذکر چھوڑ دیا اور قشیریؒ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر کی ملاقات کے بعد حضرت یوشع کو واپس کر دیا (واللہ اعلم)

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچے جہاں کشتی پر سوار ہونے کی ضرورت پیش آئی ناخدا نے حضرت خضرؑ کو پہچان کر بصد تعظیم و تکریم کشتی میں مفت سوار کر لیا یہاں تک کہ جب دونوں اس کشتی میں سوار ہو گئے تو کچھ دور چل کر حضرت خضرؑ نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ کر اس میں سوراخ کر دیا موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر گھبرائے کہ اب کشتی میں پانی بھر جائے گا اور کشتی غرق ہو جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھبرا کر کہا اے خضر کیا تو نے اس کشتی کو اس لیئے پھاڑا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دے اور بے وجہ سب کی جانیں ضائع ہوں اور احسان کا بدلہ نقصان سے دیں مال بھی برباد اور جانیں بھی برباد البتہ تحقیق تم نے عجیب ہی کام کیا ہے ایک تختہ نکال کر کشتی والوں پر آفت برپا کر دی۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے آخر وہی ہوا جو میں نے کہا تھا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں بھول گیا تھا لہذا مجھے میری بھول چوک پر نہ پکڑو اور میرے معاملہ پر سختی نہ کرو تاکہ میرے لیئے آپ کی معیت اور مرافقت میں دشواری نہ ہو بھول چوک میں نرمی اور چشم پوشی چاہیئے نہ کہ مؤاخذہ اور سخت گیری فعلِ نسیان اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدم کے حکم میں ہے پھر کشتی سے اتر کر دونوں آگے روانہ ہوئے اور ایک بستی میں پہنچے اور چند لڑکوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک کمسن لڑکے سے ملے جو ان کھیلنے والوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا تو حضرت خضر نے اسکو پکڑ کر مار ڈالا قتل کر دیا یا زمین پر لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا یا اسکا سر اسکے دھڑ سے جدا کر دیا یا اس کا سر دیوار سے مار دیا اور مار کر چل کھڑے ہوئے ایک کمسن بچے کے اس حیرت انگیز قتل کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو جوش آگیا اور بولے اے خضر کیا تو نے ایک پاک اور بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے عوض اور بدلہ کے یونہی مار ڈالا یہ تو معصوم بچہ تھا اس نے تو کسی کا خون بھی نہیں کیا تھا ایسا معصوم بچہ اگر کسی کا خون بھی کر ڈالے تو اس پر قصاص نہیں آپ نے اسکو کیسے مار ڈالا بے شک آپ نے بہت ہی ناپسندیدہ اور برا کام کیا جس کا عقل اور فطرت اور شریعت سب ہی انکار کرتی ہیں آپ کا یہ فعل پہلے فعل سے زیادہ سخت ہے آپ نے ایسا برا کام کیا جس کا تدارک بھی ممکن نہیں کشتی کے شگاف کا من وجہ تدارک ممکن ہے مگر قتل کا تدارک ممکن نہیں مار ڈالنے کے بعد جان ڈالنا کسی کے اختیار میں نہیں نیز قتل سے جان کا نقصان یقینی ہے اور شگاف سے کشتی کا غرق ہونا یقینی نہیں ممکن ہے کہ کشتی باوجود شگاف کے غرق نہ ہو یا لوگ کسی اور طرح سے بچ جائیں۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۱۴ ذی الحجۃ الحرام یوم شنبہ ۱۳۸۹ھ عصر اور مغرب کے درمیان پندرھویں پارہ کی تفسیر سے فراغت ہوئی فللہ الحمد اولاً واٰخراً

www.ahlehaq.org



رلیسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر

تصدیق نامہ

مکتبۃ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور کی مطبوعہ تفسیر معارف القرآن مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلد چہارم پارہ ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا۔ تصدیق کی جاتی ہے کہ اس کے متن قرآن کریم میں کوئی کمی بیشی یا اعراب کی غلطی نہیں ہے۔

واللہ اعلم

عبدالمنان شہدادپور

۲۱ محرم ۱۴۲۱ھ



www.ahlehaq.org